بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محسنِ اِنسانیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصّہ دوئم

مرتب

الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محسن انسانیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصہ دوم

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	ولادت باسعادت	3
2	ضرورتِ رسول خاتم النبیین ﷺ (مقصود ایمان)	7
3	شانِ مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ	10
4	سلطنت مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ	16
5	صاحبِ تصرف وصاحبِ اختیار خاتم النبیین ﷺ	21
6	میلادِ مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ	26
7	ایمان کا مرکز ومحور (ذاتِ مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ)	29
8	عید میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ	33
9	"رحمت رسول" خاتم النبیین ﷺ کی بارش	37
10	نعمتِ عظمیٰ خاتم النبیین ﷺ اور محبت رسول خاتم النبیین ﷺ	42
11	آلِ نبی خاتم النبیین ﷺ کون؟	46
12	ارشادات نبوی خاتم النبیین ﷺ کا عملی نقشہ اور اجمالی ترغیب	49
13	میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ اور حب رسول خاتم النبیین ﷺ کے تقاضے	52
14	جشنِ عید میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ اور تصور بدعت	57
15	قبلہ	62
16	تحفظ ناموس رسالت خاتم النبیین ﷺ	67
17	معجزات	79
18	مسلمان سے مومن بننے تک کا سفر	87
19	حکمت کی باتیں	97

ولادت باسعادت

(1) بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر پر مامور فرمایا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اُن کے ساتھ شریک کیا، تب تعمیرِ کعبہ کے وقت دونوں نے مل کر دُعا کی "اے ہمارے رَب، ہماری مزدوری قبول فرما اور ہماری نسل میں وہ اُمتِ مسلمہ جو خیرُ الامم ہے پیدا فرما، اور ہماری نسل میں سے اُس نبی آخرالزمان کو مبعوث فرما"۔ (سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹)

سو اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا خانوادہ صرف اور صرف آخری نبی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے لیے مخصوص کر دیا، اور حضرت اسحاق علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ اُن کا خانوادہ باقی دوسرے انبیاء علیہ السلام کے لیے مخصوص فرمادیا گیا، یہ بنی اسرائیل کہلائے۔ چنانچہ بعد ازاں تمام انبیاء علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پوری نسل صرف اور صرف ایک اور سب سے آخری اور افضل نبی حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کے لیے مخصوص کر دی گئی۔

(2) حافظ ابوسعید نیشا پوریؒ نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریمؓ اور سعد بن ربعی بن عمرو انصاریؓ کے ذریعے، حضرت کعب الاحبارؓ سے روایت کیا ہے جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا نورِ مبارک حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن نیند سے اُٹھے تو آنکھ میں سرما اور بالوں میں تیل لگا ہوا تھا اور حُسن و جمال میں اضافہ ہو چکا تھا، انہیں حیرت ہوئی، اُن کے والد انہیں قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے سُن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس نوجوان کی شادی کا حکم دیا ہے، چنانچہ اُن کا پہلا نکاح قیلہ سے ہوا۔ پھر اُن کی وفات کے بعد فاطمہ بنت عمرو سے نکاح کیا اور اُن کے نصیب میں نورِ محمدی خاتم النبیین ﷺ آیا اور اُن کے بطن سے حضرت عبداللہؓ متولد ہوئے۔

(3) کتب سیر و فضائل میں بکثرت مروی ہے کہ جب ابراہہ بادشاہ کے اصحاب فیل نے کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکہ معظّمہ پر چڑھائی کی تو حضرت عبدالمطلب چند آدمیوں کو لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔ اُس وقت آپ کی پیشانی سے نورِ مبارک اس طرح چمکا کہ اُس کی شعاعیں کعبہ معظم پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے یہ دیکھ کر کہا:" اے اہلِ قریش! بے فکر ہو جاؤ، اس طرح نور چمکنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہی غالب رہیں گے"۔ حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابراہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے، جب حضرت عبدالمطلب اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کرنے گئے تو ابراہہ، حضرت عبدالمطلب کی نورانی شکل دیکھ کر آپ کی ہیبت اور عظمت سے ایسا مرعوب ہوا کہ فوراً تخت سے نیچے اُتر آیا اور آپ کے اونٹ واپس کر دیئے۔

(4) ابونعیم، خرائطی اور ابن عسا کر نے بطریق عطاء، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند حضرت عبداللہ کو لے کر ایک کاہنہ کے پاس سے گُزرے جو توریت، انجیل اور کتب سابقہ کی عاملہ تھی، اُس کا نام شمعہ تھا۔ اُس نے حضرت عبداللہ کے چہرے پر نورِ محمدی چمکتا ہوا دیکھا تو نکاح کی دعوت دی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ پھر مذکور ہے کہ آپ کا نکاح جب حضرت آمنہؓ سے ہو گیا اور نورِ محمدی اُن کے بطن میں منتقل ہو گیا تو پھر ایک روز حضرت عبداللہ اِسی کاہنہ کے پاس سے گُزرے تو اُس نے آپ کی طرف توجہ نہ کی۔ حضرت عبداللہ نے اُس عورت سے پوچھا' کیا وجہ ہے؟ پہلے تو نکاح کی دعوت دی رہی تھی اور اب میری طرف دیکھتی بھی نہیں ہے'؟ اُس نے جواب دیا کہ' جس نور کی خاطر میں آپ کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ ایک اور خوش نصیب لے گئی"۔ اب مجھے آپ سے شادی کی ضرورت نہیں، میری خواہش تھی کہ وہ نور میرے نصیب میں آجاتا مگر اَب ایسا ممکن نہیں رہا۔ وہ نور اَب آپ سے جُدا ہو چکا ہے"۔

(5) بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے نقل کیا ہے کہ مَیں آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سُنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے اچانک چلانا شروع کر دیا، بہت سے لوگ جمع ہو گئے، لوگوں نے اُس سے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا، 'احمد خاتم النبیین ﷺ کا وہ ستارہ آج کی شب میں طلوع ہو گیا ہے'۔ جس ساعت میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے پیدا ہونا تھا وہ ساعت آج کی شب میں تھی۔ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے جبکہ ولادت مکہ معظّمہ میں ہوئی تھی، مگر یہودی شہر مدینہ میں (جس کا نام یثرب تھا) آباد ہو گئے تھے، اُن کی کتابوں میں مذکور تھا کہ آخری نبی مدینہ منورہ ہی کو اپنا مسکن بنائیں گے، ان یہودیوں کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی آمد کا بڑی شدت سے انتظار تھا کیونکہ انہیں اُمید تھی کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ولادت بھی مدینہ میں ہوگی اور یہ کہ وہ بنی اسرائیل ہی میں آئیں گے۔ یہ بات تو اُن کے گمان میں بھی نہیں تھی کہ یہ آخری نبی خاتم النبیین ﷺ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پشت سے آجائیں گے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُن کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پشت سے ساڑھے چار ہزار پیغمبر آچکے تھے جو تمام بنی اسرائیل

کہلائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اور حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا اور اُن کی تمام اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ یہودی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ آخری نبی بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسمٰعیل کی پشت سے آئیں گے۔

(6) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں کسی کام سے آیا ہوا تھا۔ سو جس شب مکہ مکرمہ میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، اُس یہودی نے کہا "اے گروہ قریش، کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ اہلِ قریش نے کہا کہ ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ ''معلوم کرو کیونکہ آج کی شب اِس اُمت کا نبی پیدا ہونے والا تھا۔ دیکھو اُس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی "مہرِ نبوت" ہوگی، وہ آج رات پیدا ہو چکا ہے''۔

چنانچہ قریشِ مکہ نے اُس کے کہنے پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابنِ مُطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ خاتم النبیین ﷺ کی والدہ کے پاس آیا اور بچے کو دکھلانے کو کہا۔ حضرت بی بی آمنہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو یہودی کو دکھا دیا۔ اُس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان "مہرِ نبوت" کو دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا ''بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوگئی ہے''۔ پھر یہودی نے مکہ والوں کو مخاطب کر کے کہا ''اے گروہ قریش سُن لو، یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق و مغرب سے ان کی خبریں شائع ہوں گی''۔

(7) بیہقی، ابونعیم، خرائطی اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ''آپ خاتم النبیین ﷺ کی ولادت کے وقت ظہور پذیر ہونے والے واقعات کے متعلق ایک یہ بھی ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا تھا اور محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر گئے تھے۔ بحیرہ طبریہ دفعتاً خشک ہو گیا تھا اور فارس کا آتش کدہ جو ایک ہزار برس سے جل رہا تھا اچانک بجھ گیا تھا حالانکہ اُس کی آگ کبھی بجھتی ہی نہیں تھی''۔ روایات میں منقول ہے کہ اُس وقت حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ سارا مطاف اچانک روشن ہو گیا اور چند بُت منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔

طلوعِ سحر:-

12 ربیع الاوّل کی صبح وہ دل نواز جانفزا صبح تھی۔ جس کے لیے زمین و آسمان چشم براہ تھے۔ جس کے لیے ارباب سیر لکھتے ہیں کہ "ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے تھے اور فارس کا آتش کدہ جس کی آگ کبھی بجھتی ہی نہیں تھی، وہ آگ اچانک بجھ گئی تھی۔ کیونکہ آمنہ کا لال، عبداللہ کا یتیم، عبدالمطلب کا پوتا، انسانیت کا رہبر و رہنما، رہبر کامل۔ محسن انسانیت، اس دنیا میں تشریف لے آیا تھا"۔

صبح کا وقت تھا، بچہ بے حد خوبصورت تھا، اندر کا نور اُس کی پیشانی سے چمک رہا تھا، دادا کو پوتے کی آمد کی خبر ملی تو خوشی سے نہال ہو گئے، کیونکہ ایک تو لڑکا تھا اور دوسرا پیارے بیٹے عبداللہ کی نشانی تھا۔ دادا نے بچے کو گود میں لیا، سینے سے چمٹایا، بچے کو لے کر کعبہ پہنچے اور کعبے کا طواف کرایا، اور بچے کا نام محمد (خاتم النبیین ﷺ) رکھا۔ محمد (خاتم النبیین ﷺ) کے معنی ہیں "بہت زیادہ تعریف کیا گیا'' اور ''وہ جسے سب پسند کریں اور چاہیں'' اور ''جو پسند کیا گیا''۔

اَب دادا کو دودھ پلوانے کی فکر لاحق ہوئی، عرب میں دستور تھا کہ دیہات کی عورتیں شرفاء کے بچوں کو دودھ پلاتیں (شاید اس میں یہ حکمت اور غرض ہوگی کہ دیہات کی کھلی فضا میں بچے پلیں اور سادہ لوح دیہاتی عورتیں اُن کو دودھ پلائیں، وہ دودھ بچوں کی صحت کے لحاظ سے اچھا ہوتا ہے اور شہروں کی فضا سے پاک و صاف) چنانچہ دیہاتوں سے دائیاں آیا کرتیں اور نومولود بچوں کو اپنے ہاں لے جایا کرتیں۔

اس مرتبہ بھی قبیلہ سعد کی کچھ دائیاں آئیں اور بچوں کو تلاش کرنے لگیں۔ ماؤں نے ان کو دیکھا، پسند کیا اور اپنے اپنے بچے اُن کے حوالے کر دیئے، ساری دائیوں کی گودیں بھر گئیں، اور اُدھر مکہ میں بچہ بھی صرف ایک رہ گیا اور وہ تھا عبداللہ کا بیٹا محمد (خاتم النبیین ﷺ) جس کو کوئی دائی لینے کو تیار نہ تھی، کیونکہ وہ یتیم تھا اور دائیوں کا خیال تھا کہ اس بچے کو لینے سے ہماری حالت کیا سُدھرے گی؟ یتیم کی ماں اُن کو کیا معاوضہ دے گی؟ واپسی کا وقت آ گیا، حلیمہ سعدیہؓ نے اپنے شوہر سے کہا کہ ''مجھے شرم آتی ہے کیونکہ سب دائیوں کی گودیں بھر گئی ہیں اور صرف مَیں خالی ہاتھ رہ گئی ہوں اس لیے اُسی یتیم کو لے لیتی ہوں کیونکہ خالی ہاتھ لوٹنے سے یہی بہتر ہے'' شوہر نے کہا ''اچھا جاؤ شاید خُدا اِسی میں برکت دے''۔

چنانچہ حلیمہ سعدیہؓ بچے کو لینے کے لیے حضرت آمنہؓ کے پاس گئیں، حضرت آمنہؓ نے خوشی خوشی بچہ حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے کر دیا۔ اب حلیمہ سعدیہؓ نے جب بچہ گود میں لے لیا اور چھاتی سے لگایا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ کیا ہوا، اس کی سوکھی چھاتیوں میں دودھ کہاں سے آ گیا؟ پہلے تو اُس کا اپنا بچہ بھی پیٹ نہ بھر سکتا تھا لیکن اب، اَب تو دودھ ٹپک رہا تھا۔ اس کے اپنے بچے کا بھی پیٹ بھر گیا۔ حلیمہ سعدیہؓ حیرت کے ساتھ خوش ہو گئیں۔ حلیمہ سعدیہؓ کی سواری دُبلی، پتلی اُونٹنی تھی جو

آتے ہوئے تو چل بھی نہ سکتی تھی اور اَب بھاگ رہی تھی، ساتھ والی دائیاں حیران تھیں کہ یہ اَب کیسے اِتنا تیز دوڑ رہی ہے؟ مگر یہ سب کیا جانیں کہ اُس اُونٹنی کو وہ سوار نصیب ہوا جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اُس کی پشت پر تو وہ سوار تھا جو آگے چل کر آفتاب ہدایت بن کر روئے زمین پر قیامت تک چمکنے والا تھا۔

اَب حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں برکتوں کی بارش ہونے لگی، اُس کے جانور موٹے ہوگئے، دودھ دینے والے تھنوں میں دودھ بھرا رہتا تھا، وہ ہر برکت کو دیکھتی تو خوشی کے ساتھ حیران ہو جاتی کہ یہ رحمتیں، یہ برکتیں، کیا محمد (خاتم النبیین ﷺ) کے دم سے ہیں؟ پھر اسے یقین ہو جاتا کہ یہی بات ہے، بچے کی محبت اُس کے دل میں اُتر جاتی، پھر وہ سوچتی کہ میں اِس بچے کو واپس کیسے کروں گی؟ دو سال بعد واپس لائی تو حضرت آمنہؓ نے بھی حلیمہ سعدیہؓ کی محبت اور واپس لے جانے کا اِصرار دیکھا، دوسرے اُن دِنوں مکہ میں ایک وبا بھی پھیلی ہوئی تھی اس لیے حضرت بی بی آمنہؓ بچے کو حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ واپس بھیجنے پر رضا مند ہوگئیں، اور بچہ حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ واپس آ گیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ پھر کھلی فضا میں واپس آ گئے، ریت کے ٹیلوں میں بچوں کے ساتھ اِدھر اُدھر کھیلتے پانچ سال کے ہو گئے۔

حلیمہ سعدیہؓ سے جُدائی کی ساعت پھر آن پہنچی، حضرت حلیمہؓ کے لیے آپ خاتم النبیین ﷺ کا جانا سوہانِ روح تھا، لیکن کیا کرتیں اَب مزید روکنا ممکن نہیں تھا۔ ایک وجہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو واپس کرنے کی اور بھی ہوئی جس کی وجہ سے حلیمہ سعدیہؓ نے اور جلدی کی۔ ایک روز وہ بیٹھی ہوئی تھیں اور ساتھ میں محمد خاتم النبیین ﷺ بھی تھے، اتنے میں پاس سے حبشہ کے کچھ عیسائیوں کا گزر ہوا، بچے پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھہر گئے اور قریب آئے، بچے کو غور سے دیکھنے لگے، انہوں نے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا، پھر حلیمہ سعدیہؓ سے کہا، یہ کس کا بچہ ہے؟ پھر آپس میں کہا کہ "اِس بچے کو لے چلیں یہ ایک عظیم انسان بنے گا کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ کیا بنے گا"۔ حلیمہ سعدیہؓ اُن کا ارادہ بھانپ گئیں، انہوں نے محمد خاتم النبیین ﷺ کو اُٹھایا اور بھاگ کھڑی ہوئیں، اِس واقعے کے بعد جتنی جلدی ممکن تھا وہ حضرت آمنہؓ کے پاس پہنچیں اور اُن کی امانت اُن کے حوالے کی تب کہیں جا کر اطمینان کا سانس لیا۔

حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ چھ برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایک اور فیصلہ کر رکھا تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی والدہ حضرت بی بی آمنہؓ بیٹے کے ساتھ مدینے گئیں، اِس سفر میں اُن کے ہمراہ اُمِ ایمن (آپ خاتم النبیین ﷺ کی والدہ کی ایک لونڈی) بھی تھیں، ایک ماہ تک حضرت آمنہؓ مدینہ میں ٹھہریں، مدینہ میں قیام کے دوران حضرت بی بی آمنہؓ بیمار ہو گئیں اور چند دنوں بعد مدینہ میں ہی آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ ماں کی طرف سے بھی یتیمی کا صدمہ سہنا پڑا، اُمّ ایمن کے ساتھ آپ خاتم النبیین ﷺ مکہ پہنچے تو اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی گود میں رو رہے تھے، دادا کے دل میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت اور بڑھ گئی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے دادا قریش کے سردار تھے۔ کعبہ میں جب آپ خاتم النبیین ﷺ کے دادا اپنی جگہ پر بیٹھتے تھے تو دوسرے لوگ ادب کی وجہ سے ذرا دُور بیٹھتے تھے، لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ کو دادا اپنے قریب بٹھایا کرتے۔ مگر افسوس کہ محمد خاتم النبیین ﷺ جلد ہی اپنے دادا کی شفقت سے محروم ہو گئے۔

دادا اپنی منزل پر پہنچ گئے تو شفقت اور مہربانی کا یہ دریا ابوطالب، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے چچا، کے دِل میں اُتر چُکا تھا۔ چچا کی سرپرستی میں شب و روز گزر رہے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی عادات وخصائص نہایت پاکیزہ تھیں، فضول باتوں اور کھیل کود سے دُور رہتے تھے، 12 سال کی عمر میں پیشانی پر اقبال مندی کا ستارہ چمکتا تھا۔ لوگوں کے نزدیک آپ خاتم النبیین ﷺ کا شمار سمجھدار لوگوں میں ہونے لگا۔ سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ ہر طرح کے مسئلے پر آپ خاتم النبیین ﷺ سے تبادلہ خیال کرنے لگے۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ خاتم النبیین ﷺ غور و فکر میں ڈوبے رہتے تھے، یہاں تک کہ غارِ حرا میں کئی کئی روز جا کر قیام کرتے، عبادت وریاضت میں مشغول رہتے، اضطراب اور بے چینی میں مبتلا رہتے کہ دُنیا کا مقصد کیا ہے؟ اِس کا انجام کیا ہے؟ زمین و آسمان کا خالق کون ہے اور زمین و آسمان کے خالق سے اپنا تعلق کیسے جوڑا جائے؟ انسان کو انسان کی غلامی سے کیسے چھڑایا جائے؟

محمد خاتم النبیین ﷺ اپنے رَب سے اس قسم کی حقیقتوں کو پانے کے طلب گار تھے، آپ خاتم النبیین ﷺ اکثر اپنا وقت تنہائی میں غارِ حرا میں گزارہ کرتے کہ آخر کار ایک روز یکا یک یہ حقیقت آپ خاتم النبیین ﷺ پر کھل گئی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ غارِ حرا میں سوچ میں مبتلا تھے کہ یکا یک ایک فرشتہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو نظر آیا جو کہہ رہا تھا: (سورۃ العلق آیت 1-5)

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ O خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ O اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ O الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ O عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ O

ترجمہ: 'پڑھ اپنے رَب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا۔ پڑھ کہ پیدا کیا اِنسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھ اور تیرا رَب عزت والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، اور سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا'۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا 'مَیں پڑھا ہوا نہیں ہوں'، فرشتے نے اپنے سینے سے لگا کر بھینچ لیا اور پھر فرمایا 'پڑھ'، آپ خاتم النبیین ﷺ نے پھر وہی جواب دیا، اُس فرشتے نے پھر وہی کیا، اس مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پڑھ لیا اور اِن آیات کے ساتھ ہی آپ خاتم النبیین ﷺ پر بارِ نبوت ڈال دیا گیا اور آپ خاتم النبیین ﷺ خُدا کے برگزیدہ نبی خاتم النبیین ﷺ قرار پائے، انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کا منصب آپ خاتم النبیین ﷺ کو عطا ہوا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ غارِ حرا سے انسانیت کے لیے ایسا نسخہ کیمیا لے کر آئے:-

) جس نے بندوں کو خُدا سے مِلا دیا۔
) جس نے خُدا کا جلوہ انسانوں کو دِکھا دیا۔
) جس نے نگاہ میں بصیرت اور دماغوں میں روشنی پیدا کی۔
) جس نے دِل کو پاک اور روح کو روشن کر دیا۔
) جس کی تعلیم انسانیت کی رہبر بنی۔
) جس نے خودغرض اور مفاد پرستوں کو محبت کا درس دیا۔
) جس نے دُشمنوں کو اپنا دوست ٹھہرایا۔ جس نے انسان کی گردن کو غلامی سے چھڑوایا۔ وہ جو رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین ﷺ بن کر آئے۔

پڑی سوتی رہیں دُنیا کی قومیں خوابِ غفلت میں
وہ جب آیا تو اِنساں کو شعورِ زندگی آیا

****

ضرورتِ رسول (مقصود ایمان)

رسول کا مطلب پیغام پہنچانے والا ہے۔ رسالت کے معنی بھیجنا اور بعثت کے معنی بھی بھیجنا کے ہیں۔لیکن رسالت کے معنی بھی کچھ دے کر بھیجنا اور بعثت کے معنی صرف بھیجنا ہیں۔رسول کا مطلب پیغام رساں وفیض رساں ہے۔رسول دو قسم کے ہیں۔

(1) بے اختیار رسول (2) با اختیار رسول

1۔ بے اختیار رسول

بعض فرشتے ہیں جن کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔بے اختیار پیغام رساں نہ حاکم ہوتا ہے اور نہ ہی اُسے قوم پر اتنے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

2۔ با اختیار رسول

جس کے پاس اختیارات ہوں۔

رسول کی ضرورت کیوں؟

ہم رَب تعالیٰ سے بہت دُور ہیں اور نہ ہم رَب سے بلا واسطہ فیض پانے والے ہیں کیونکہ ہم ظلمت ہیں اور وہ نور ہے، ہم مجبور ہیں اور وہ مقدور ہے، ہم مقہور ہیں اور وہ قاہر ہے۔جب ہمارے قلب اور جسم کے درمیان، رگوں، پٹھوں اور شریانوں وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ رگیں ہی ہوتی ہیں جو قلب کا فیض ہڈی گوشت تک پہنچاتی ہیں۔لہذا ضرورت تھی کہ عابد ومعبود، خالق ومخلوق، بندہ و بندہ نواز، محتاج وکارساز کے درمیان کوئی ایسا راستہ،کوئی ایسی ہستی ہو جو رب سے فیض لے کر ہمیں دے سکے۔یعنی ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان ایک واسطہ،ایک ہستی کی ضرورت تھی۔اِس ہستی کا نام رسول ہے اور اِسی وساطت کا نام رسالت ہے۔عقیدہ رسالت کے لیے تین باتوں کا ماننا ضروری ہے۔

(1) ہم براہ راست رب سے کوئی نعمت نہیں لے سکتے، جو کچھ ملے گا رسول کے وسیلہ سے ملے گا، ورنہ اس دنیا میں رسول کی ضرورت بے کار ہو جاتی۔

(2) دوسرے یہ کہ رسول ہماری طرح بے بس نہیں ہوتے، وہ رب سے لے بھی سکتے ہیں اور ہمیں دے بھی سکتے ہیں۔

(3) تیسرے یہ کہ دینے والے رب کو بھی مانتے ہیں اور لینے والے اُمتیوں کو بھی پہچانتے ہیں،اِن دو علموں کے بغیر لینا اور دینا محقق نہیں ہوسکتا۔

اِس دنیا میں ہم بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں اور رسول بھی، مگر ہماری آمد کو قرآن پاک نے "خلق "یعنی پیدائش فرمایا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

"ہم نے جن اور اِنسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا"- (سورۃ الزاریات-آیت نمبر- 56)

مگر رسول کی دنیا میں تشریف آوری کو بعثت اور رسالت سے تعبیر فرمایا ہے۔

"اللہ وہ ہے جس نے بے پڑھوں میں رسول بھیجا" (سورہ جمعہ-62 آیت نمبر-2)

غرض لفظ "بعثت "اور "رسالت "صرف نبیوں کے لیے استعمال ہوا ہے ہمارے واسطے نہیں۔ہم صرف اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور رسول مخلوق بھی ہیں اور رسول بھی ہیں اور اُس کے معبوث بھی۔اِس فرق کی چند وجوہات ہیں

(1) ایک یہ کہ ہم دنیا میں اپنے کام کے لیے آئے ہیں یعنی ہمارے اُوپر اپنی ذمہ داری ہے اور رسول دنیا میں رَب کے کام کے لیے آتے ہیں۔رَب کی ذمہ داری پر تشریف لاتے ہیں۔جیسے کسی ملک میں کوئی شخص اپنے کام کے لیے جائے اور کوئی مملکت کا سفیر بن کر حکومت کے کام کے لیے جائے۔حکومت کی ذمہ داری پر جائے یقینا دونوں کے جانے میں فرق ہے۔اُس کے خرچ اور سفر کی تمام ذمہ داری،تمام اخراجات حکومت کے ذمہ ہوں گے۔اُس کی ہر بات حکومت کی بات ہوگی، برخلاف خود اپنی ذمہ داری پر جانے والے کے۔

(2) دوسرے یہ کہ ہم دنیا میں بننے کے لیے آئے ہیں کہ دُرست عقائد اختیار کر کے مومن بنیں،نیک اعمال کر کے متقی اور پرہیزگار بنیں۔اِسلام کے جہاز میں ہم بھی سوار ہیں اور رسول بھی سوار ہیں مگر ہم پار لگنے کے لیے آئے ہیں اور رسول پار لگانے کے لیے آئے ہیں۔جیسے جہاز میں مسافر بھی ہوتے ہیں اور پائلٹ بھی۔مسافر پار لگنے کے لیے اور پائلٹ پار لگانے کے لیے ہوتا ہے۔اِس وجہ سے مسافر کرایہ دے کر سوار ہوتے ہیں اور پائلٹ تنخواہ لے کر سوار ہوتا ہے۔

(3) تیسرے یہ کہ ہم لوگ دنیا میں ناسمجھ آتے ہیں، یہاں آ کر سیکھتے ہیں اور رسول سب کچھ اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر آتے ہیں اور یہاں آ کر سکھاتے ہیں۔اِس لیے ہم لوگ یہاں کے ماحول کے مطابق بن جاتے ہیں یعنی گندے ماحول میں آ کر گندہ ہو جاتے ہیں۔مگر رسول گندے ماحول میں بھی ستھرے ہی رہتے ہیں۔سب سے کام کی بات یہ ہے کہ انسان وہ ہی سب سے کامیاب ہے جو پاک اور ستھرا ہو کر جیئے اور جو رب کی یاد اور اُس کے احکام کی پابندی کرے۔

معلوم ہوا کہ پاکی اور صفائی کامیابی کا پہلا راستہ ہے۔اَب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پاک کرنے والا کون؟ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ترجمہ: "یہ نبی لوگوں کو پاک کرتے اور اُنہیں کتاب وحکمت کی تعلیم سکھاتے ہیں"۔ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر-129)

معلوم ہوا کہ پاک ہونے والے ہم اور پاک کرنے والے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ہمارے پاس چار چیزیں ہیں۔

(1) جِسم (2) دماغ (3) دِل (4) سوچ

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے بھی ہمیں چار چیزیں عطا کی ہیں:

(1) شریعت (2) طریقت (3) معرفت (4) حقیقت

شریعت سے ہمارے جِسم کو پاک کیا۔

طریقت سے ہمارے دماغ اور خیالات کو پاکیزگی بخشی۔

حقیقت سے دِل کو آگاہی (صاف کیا) بخشی۔

معرفت سے روح کو بالیدگی عطا فرمائی (صاف کیا)

گویا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں چار قسم کی گندگیاں دُور فرمانے کے لیے چار قسم کے پانی بخشے۔رہا ہمارا نفس امارہ، تو یہ ایسا نجس ہے جو کسی پانی سے صاف نہیں ہوتا۔اِس کو پاک وصاف کرنے کے لیے عشقِ مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کی آگ عطا فرمائی گئی۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو چاہنا یعنی آپ خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرنا، ایمان ہے اور زیادہ چاہنا یعنی عشق کرنا کمال ایمان ہے۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔اِس لیے کہ حرف ابجد کے حساب سے "ایمان" کا جو عدد ہے وہی عدد "حب محمد خاتم النبیین ﷺ" کا ہے۔ایمان کا عدد ہے (102) اور 102 ہی عدد "حب محمد خاتم النبیین ﷺ" کا بھی ہے۔اِس طرح کُفر کا عدد ہے (300) اور ہجر محمد خاتم النبیین ﷺ یعنی قطع تعلق محمد خاتم النبیین ﷺ کا عدد بھی (300) ہے۔

الغرض نبی خاتم النبیین ﷺ کی محبت ہی ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ سے تعلق کو خود اپنے سے تعلق اور بے تعلقی کا معیار قرار دیا ہے۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے ایمانی تعلق پیدا کیئے بغیر رب تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا عقل سے بالاتر ہے۔اِس لیے کہ رَب تعالیٰ جسے اپنا بنانا چاہتے ہیں اُسے پہلے اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کا بنا دیتے ہیں اور جسے اپنے سے دُور رکھنا چاہتے ہیں اُسے اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ سے دُور کر دیتے ہیں۔اِس لیے جو چیز نبی خاتم النبیین ﷺ سے منسوب ہوگی وہ سراپا خیر ہوگی۔

نبی کا لایا ہوا دین۔۔۔۔۔"خیر الادیان"

نبی پر نازل کی گئی کتاب۔۔۔۔۔"خیر الکتب"

نبی کا زمانہ۔۔۔۔۔"خیر القرون"

گویا اِس خیرِ مجسم سے جسے بھی نسبت ہوگئی وہ سراپا خیر اور بے نظیر ہوگیا۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ کی اُمّت۔۔۔"خیر اُمّت" کیوں نہ ہوتی؟

قرآن پاک میں 88 مقامات پر "یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوْ" کہہ کر خطاب فرمایا گیا ہے اور اسم الٰہی "حلیم" کے عدد بھی 88 ہیں۔

اِس سے ظاہر ہے کہ وہ مومنین ہی اِس اسمِ الٰہی کے خاص مظہر ہیں جو علم اور عقل کو اپنی قوت بازو بنا کر آزمائشوں کی اِس کائنات میں کامیابی اور خوش بختی کے ساتھ رواں دواں ہیں۔(رسائل نعیمیہ)

اب دیکھنا ہے کہ ہمارا تعلق نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے کس طرح کا ہے؟ سوچنا یہ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ضیا پاشیوں سے کیوں محروم ہوگئی؟ کیا ہمارا تعلق نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے ٹوٹ تو نہیں گیا؟ اور اگر نہیں تو اِس تعلق کی نوعیت کِس قِسم کی ہے؟۔یہ ایک مسلمہ اور متفقہ حقیقت ہے کہ

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ معنوی تعلق کا نام ایمان ہے۔اِس تعلق کے تین درجے ہیں،اِس لحاظ سے ایمان کے بھی تین درجے ہیں۔

(1) پہلا تعلق اعتقادی　(2) دوسرا تعلق حُبی　(3) تیسرا تعلق عشقی

(1) تعلق اعتقادی

یہ زبان سے اقرار اور دل کی تصدیق سے عبارت ہے۔یہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔اِس کے بغیر ایمان نہیں۔ہم لاکھ کہیں کہ "لا الہ الا اللہ" لیکن "محمد رسول اللہ" نہ کہیں تو مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ایمان تو بڑی چیز ہے۔تو تعلق اعتقادی کم از کم اتنا تعلق کہ نبی خاتم النبیین ﷺ کو برحق اللہ کا رسول ماننا۔اِس کا زبان سے اقرار اور دِل سے یقین ہونا۔ایسا مسلمان جس کے دل میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے تعلق اعتقادی ہے وہ ابتدائی درجے کا ایمان رکھنے والا ہوگا۔

(2) تعلق حُبی

تعلق اعتقادی ذرا آگے بڑھا۔ہم نے فرائض کی پابندی کے ساتھ اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ شروع کی تعلق اعتقادی،تعلق حُبی پر پہنچ گیا۔اِس کے ساتھ ہی ہمارا ایمان بھی ابتدائی درجے سے بڑھ کر درمیانے پر پہنچ گیا۔

(3) تعلق عشقی

فرائض کی پابندی، اتباع رسول ﷺ اور مجاہدہ کی زیادتی کے ساتھ ہر قدم پر آپ خاتم النبیین ﷺ کو راہنما جانا تو یہ تعلق حسّی نکھر کر تعلق عشقی بن جاتا ہے اور اِس کے ساتھ ہی ہمارا ایمان بھی کامل درجے پر پہنچ جاتا ہے۔

انسان جب کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور کہتا ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ ولی الذین اٰمنوٗ" ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا دوست ہوگیا" (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 257)۔

تو بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ ہر ایمان والے کا دوست بن جاتا ہے۔اَب مسلمان جتنے اعمال کرے گا وہ اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ہی میں کرے گا تو جتنا عمل کرے گا دوستی پکی ہوتی جائے گی اور ایمان قوی ہوتا جائے گا۔جب ایمان قوی ہوگا تو معرفت میسر آجائے گی۔جب معرفت نصیب ہوجائے گی تو "انانیت" ختم ہوجائے گی اور جب انانیت ختم ہوجائے گی تو ذات فنا ہوجائے گی اور جب ذات فنا ہوجائے گی تو بقا نصیب ہوجائے گی۔ایسا انسان فنا فی الرسول کہلاتا ہے اور فنا فی الرسول ہی حبِ الٰہی کے درجات طے کرتا ہے اور یہی مقصود ایمان ہے۔

راہ محبت میں پہلے اکمل پھر کامل پھر مکمل:

<u>اکمل</u>　کو محبت حاصل ہوجاتی ہے۔لیکن فیضان اور نور کسی اور میں منتقل نہیں کرسکتا۔ہاں خود کامیاب ہوتا ہے۔

<u>کامل</u>　وہ ہوتا ہے جو دوسروں میں فیضان منتقل کردے یعنی اپنی صفات بھی منتقل کردے اور علم بھی۔

<u>مکمل</u>　وہ ہے جو ذات میں ذات رکھ دے۔یعنی فیکونی کا مشاہدہ کروادے۔(کن۔فیکون کا مشاہدہ کروادے)

محبت ایک نوری تجلی ہے جو سب سے پہلے دل یزداں میں پیدا ہوئی۔پھر ذاتِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں ظاہر ہوئی۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ کے صدقے میں اولیاء اللہ پر پڑی۔اَب غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور راست کیوں جلوہ گر نہ ہوا؟ سورج کا مشاہدہ مشکل ہے لیکن جب سورج اپنا نور چاند میں منتقل کرتا ہے تو بچے سے لے کر بوڑھے تک سب اِس کا مشاہدہ کرلیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بھی چاہتے تھے کہ مخلوق جمال دیکھے اور آنکھیں نہ چندھائیں جس سے مشاہدہ بڑھے۔یقین بڑھے اور عرفان بڑھے۔جب محبت رسول خاتم النبیین ﷺ کی ایک شعاع قلب مومن میں آتی ہے۔تو محبت دنیا ختم ہوجاتی ہے۔اِسی محبت رسول خاتم النبیین ﷺ کا ایک نام ولایت بھی ہے۔اہل محبت میں خوف وطمع نہیں ہوتا۔اہل محبت ہی وہ چراغ ہیں۔جنہیں اللہ تعالیٰ صدقہ رسول خاتم النبیین ﷺ میں روشن فرماتا ہے۔

محبوب خاتم النبیین ﷺ ذات کا آئینہ ہیں اور مقبول (تمام انبیاء کرام علیہ السلام) صفات کا آئینہ۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس آئینہ ذات ہے اور باقی تمام انبیاء آئینہ صفات ہیں۔

****

شانِ مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب کوئی یہ دعا کرتا ہے یا اللہ مجھے جنت الفردوس عطا فرمانا تو ہماری نظر میں وہ بہترین دعا کرنے والا ہوتا ہے۔لیکن کچھ لوگ یہ دعا کرتے ہیں "یا اللہ تو ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے دامن سے وابستہ کردے"۔تمام جنتوں کے مالک تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ہیں۔حضور خاتم النبیین ﷺ کو پا لیا تو سب کچھ ہی مل گیا---یہ بہترین دعا ہے۔

جن ہستیوں میں عشق مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے انہوں نے ہمیشہ نبی خاتم النبیین ﷺ سے نبی خاتم النبیین ﷺ کو مانگا ہے۔عاشق رسول خاتم النبیین ﷺ اور آپ خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرنے والا تو ہمیشہ یہ ہی دعا کرتا ہے کہ یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے خدا کو مانگتا ہوں اور اے اللہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے عشق مصطفی خاتم النبیین ﷺ مانگتا ہوں۔حضرت صدیق اکبرؓ نے کچھ نہیں مانگا۔مانگا ہے تو کیا مانگا۔"یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ انور ہو اور میری آنکھیں، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے"۔جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا دامن پکڑ لیا تو سارے ہی خزانے ہاتھ میں آ گئے۔اور اگر آپ خاتم النبیین ﷺ کا دامن چھوڑ دیا تو سب کچھ ہی غرق ہو گیا۔

ثعلبہ بن حاطب صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ تھے، ہر وقت مسجد میں رہتے تھے۔ان کا نام ہی مسجد کی کبوتری مشہور ہو گیا تھا۔ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک بار ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا ''یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) آپ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے مال دے''، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے ثعلبہ تھوڑا سا مال جس کا تو شکر ادا کر سکے اس بہت سے مال سے بہتر ہے جس کا تو شکر ادا نہ کر سکے''۔اس نے عرض کیا ''یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) بس آپ دعا فرما دیں''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے ثعلبہ کیا تو میری پیروی نہیں کرتا کہ تو بھی مثل پیغمبر خدا ہو جائے۔اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ سونے اور چاندی کے ہو کر میرے ساتھ چلنے لگیں تو ایسا ہو سکتا ہے''۔اس نے جواب دیا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو نبی بنا کر بھیجا ہے اگر آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی دعا سے اللہ تعالیٰ مجھے مال دے گا تو میں سب حق والوں کا حق ادا کروں گا اور یہ کروں گا اور وہ کروں گا"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے دعا فرمائی "الٰہی! ثعلبہ کو مال عطا فرما دے" ثعلبہ کو بکریاں پالنے کا بے حد شوق تھا اس نے کچھ بکریاں خرید لیں پھر وہ بکریاں دیمک کی طرح بڑھنے لگیں۔مدینے سے باہر جنگل میں چلا گیا، نمازوں میں سے صرف ظہر اور عصر کی نماز میں حاضر ہوتا تھا۔باقی نمازوں کو ترک کرتا۔مجبوری ہو گی، پھر بکریوں کی تعداد اور بڑھی جنگل میں بھی گزارہ مشکل ہو گیا۔ذرا اور آگے پہاڑوں کی طرف چلا گیا۔جماعت کی نمازیں ختم ہو گئیں۔صرف جمعہ کے جمعہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتا۔بکریوں کی تعداد اور بڑھ گئی یہاں تک کہ جمعہ بھی چھوٹ گیا۔جمعہ کے روز اس راہ کے مسافروں سے ملتا اور مدینہ کی خبریں معلوم کر لیتا۔ادھر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ایک روز لوگوں سے ثعلبہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔انہوں نے بکریوں کی کثرت، مدینہ کا چھوڑنا، جماعت کا ترک کرنا اور پھر جمعہ کا چھوڑنا سب کچھ بتایا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ سب کچھ سنا اور تین بار فرمایا ''ہلاک ہوا ثعلبہ'' انہی دنوں آیت نازل ہوئی۔(سورۃ توبہ۔آیت نمبر 103)

ترجمہ: ''(اے نبی) ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو اور انہیں پاک کرو اور انہیں دعا دو آپ ﷺ کی دعا ان کے لیے آسودگی ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ بھی فرض فرمائی، آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک آدمی قوم جہینہ اور ایک آدمی بنی سلیم سے صدقات لینے کے لیے مقرر فرمایا اور ایک وثیقہ صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے لکھ دیا کہ اس کے ذریعے سے وصول کریں۔اور حکم دیا کہ باہر جا کر بھی مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔اور ثعلبہ بن حاطب اور فلاں شخص بنی سلیم والے کے پاس جا کر بھی زکوٰۃ وصول کریں۔یہ دونوں صاحب مدینے سے حسب ارشاد باہر نکلے اور ثعلبہ کے پاس آئے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کا نوشتہ دکھایا اور زکوٰۃ طلب کی۔اس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کا نوشتہ پڑھا اور کہا ''یہ تو ڈنڈ ہے'' تم اور جگہ سے لے آؤ تو پھر میرے پاس آنا۔وہ دونوں مرد سلیمی کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔اس نے ان کے آنے کی خبر سن لی تھی۔فوراً اپنے مال سے عمدہ عمدہ اونٹ چھانٹ کر ساتھ لے آیا اور ان دونوں کے استقبال کو پہنچ گیا۔اور کہا یہ ہے زکوٰۃ۔جب ان دونوں نے اونٹوں کو دیکھا تو کہا ''ہم یہ نہیں لے کر جائیں گے یہ تجھ پر واجب نہیں ہے۔یہ تو سب سے عمدہ مال ہے۔ہم ہرگز نہ لیں گے''۔اس نے کہا ''اس عمدہ مال کو میں اپنی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے رہا ہوں۔میں خود یہ دینے کے لیے آیا ہوں''۔انہوں نے قبول کر لیا۔غرض اس کے بعد جب ہر جگہ سے فارغ ہو گئے تو واپسی پر پھر ثعلبہ بن حاطب کے پاس آئے۔اس نے ایک مرتبہ پھر نوشتہ دیکھنے کے لیے کہا۔نوشتہ دوبارہ پڑھا اور کہا ''یہ تو ڈنڈ ہے۔بلکہ یہ تو ڈنڈ کا بھائی ہے''۔(یعنی خوامخواہ کی جبراً وصولی) جب یہ دونوں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کے بولنے سے پہلے ہی آپ خاتم

النبیین ﷺ نے فرمایا ''ہلاکت ہے ثعلبہ کے لیے'' اور دوسرے شخص سلیمی کے لیے دعائے خیر کی۔اس کے بعد ان دونوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے تمام ماجرہ بیان فرمایا۔اسی وقت ثعلبہ کے بارے میں یہ آیت اتری۔(سورۃ توبہ،آیت نمبر 76-75)

ترجمہ:''اور بعض ان میں وہ ہیں کہ عہد کیا اللہ سے کہ اگر اللہ ان کو دے گا تو وہ خیرات کریں گے اور نیکی کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو بخل کیا اور پھر گئے اپنے عہد سے۔ان کے دلوں میں روز محشر تک نفاق رکھا جائے گا۔اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جھوٹا وعدہ کیا''۔

اس وقت آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بھی بیٹھا ہوا تھا۔وہ بھاگتا ہوا ثعلبہ کے پاس گیا اور کہا ''تیری ماں مرے'' اللہ نے تیرے بارے میں یہ آیت اتاری ہے۔بس اس وقت ثعلبہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں بہت سامال لے کر آیا اور کہا یہ زکوٰۃ ہے۔قبول فرمائیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرما دیا ہے۔اس شخص نے اپنے سر پر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جیسا تو نے کہا ویسا پایا۔جو کچھ میں نے تجھے کہا،تو نے وہ نہ مانا،تو نے میری پیروی کرنے سے انکار کیا۔میری اطاعت نہ کی اور جب زکوٰۃ کا حکم آیا تو تو نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔ثعلبہ نے دیکھا کہ یہ مال اب ہرگز قبول نہ کیا جائے گا تو وہ نامراد واپس چلا گیا۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں پھر آیا۔حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس کے مال کی زکوٰۃ وصول کرنے سے انکار کر دیا۔حضرت عمرؓ کے زمانے میں وہ پھر آیا۔حضرت عمرؓ نے بھی زکوٰۃ وصول نہ کی۔حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ثعلبہ کا اس کی بکریوں میں ہی انتقال ہو گیا۔مسجد کی کبوتری تھا،صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ تھا،لیکن شیطان نے کہیں کا نہ چھوڑا۔مال کی محبت نے غرق کر دیا،اگر اس نے نبی خاتم النبیین ﷺ کا دامن نہ چھوڑا ہوتا تو آج نہ معلوم اس کی عظمت کا مقام کیا ہوتا؟

اگر ہم دنیا کی کوئی چیز کوئی عہدہ مانگتے ہیں تو اس کی ذمہ داری ہماری ہوتی ہے اور اگر ہم یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مجھے آپ خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ چاہیے۔بس آپ خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ ہو اور میری آنکھیں تو وہ بادشاہت ملتی ہے جو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ خود سنبھالتے ہیں۔اس لیے ہمیں ہر وقت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے دامن پکڑنے کی بھیک مانگنی چاہیے۔

نہ ہم اللہ تعالیٰ کی ثنا اور تعریف کر سکتے ہیں نہ ہم نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ثنا کر سکتے ہیں۔دو چیزیں ابھی تک دنیا میں نہیں آئی ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی ثنا اس کی تعریف جس کے وہ لائق ہے وہ دنیا میں نہیں آئی۔دوسرے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی وہ تعریف جس کے وہ لائق ہیں دنیا میں نہیں آئی۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شان وہ شان ہے کہ اس کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ہم نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا "تم منادی کر دو کہ جس نے کلمہ ''لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھ لیا وہ جنتی ہے"۔حضرت ابوہریرہؓ نے دف اٹھائی اور مدینہ کی گلیوں میں منادی کرنے لگے "حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ جنتی ہے"۔حضرت عمرؓ سامنے سے آ رہے تھے فرمایا" کیا کر رہے ہو"؟ عرض کیا منادی کر رہا ہوں" جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ جنتی ہے"۔حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو ایک طمانچہ رسید کیا" یہ تم کیا کر رہے ہو"؟ حضرت ابوہریرہؓ ،حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا" یا رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ نے مجھے منادی کرنے سے روک دیا ہے اور مجھے طمانچہ بھی مارا ہے"۔حضرت عمرؓ بھی حاضر ہوئے تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اے عمرؓ تو نے اس کو کیوں مارا"؟ عرض کیا" یا رسول اللہ ﷺ اس طرح تو لوگ سست پڑ جائیں گے کوئی بھی عمل نہیں کرے گا۔سب سمجھیں گے کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اب ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا"۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔(اخرج مسلم فی صحیحہ برقم 52)

جنگ بدر میں جب آپ خاتم النبیین ﷺ نے دیکھا کہ دونوں طرف کی فوجوں نے جنگ کے لیے تیاری پکڑ لی ہے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ریت کی ایک مٹھی اٹھائی اور کفار کے لشکر کی طرف پھینک دی۔ہر کافر کی آنکھ میں وہ ریت گئی،اب ایک مٹھی ریت اور ہزاروں اور آدمیوں کی آنکھوں میں چلی گئی۔

سورہ انفال،آیت نمبر 17 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج

ترجمہ:''اے میرے محبوب وہ خاک جو تو نے پھینکی تھی وہ تم نے نہیں پھینکی تھی وہ اللہ نے پھینکی تھی''

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تو میں نے پھینکی تھی۔ہر کافر کی آنکھ میں ریت پہنچ گئی جس نے کافر کو دق کر کے رکھ دیا۔ویسے بھی اگر غور کریں ایک ہزار کے مقابلے میں 313 لوگ کل چھ تلواریں،کل 8 زریں۔توفتح کی اصل چیز نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی مٹھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نبی خاتم النبیین ﷺ کی مٹھی

کی عظمت اور تصرف کو بیان کر دیا ہے۔اسی جنگ میں 70 کفار مارے گئے اور 70 پکڑے گئے جو مر گئے ان کو کنویں میں ڈالا جا رہا تھا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان مردوں سے فرمایا ''اب جان لیا کہ میں سچا نبی ہوں'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ سنتے ہیں؟۔فرمایا ''یہ تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں''۔(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر رقم الحدیث 1370)

اب ہم اگر روضہ رسول پر اصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کہتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں "یہ تو سنتے ہی نہیں ہیں"۔آپ خاتم النبیین ﷺ تو کافروں کا کہہ رہے تھے کہ یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ادھر کچھ لوگوں کا فتویٰ ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نہیں سنتے ہیں۔قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ شہید زندہ ہے اس کو مردہ مت کہو،شہید کفار سے کڑور گنا زیادہ سنتا ہے۔اور جس کی نسبت کی وجہ سے شہید ہوا ہے کیا وہ نبی خاتم النبیین ﷺ نہیں سن سکتا؟

جنگ بدر میں ستر قیدی ہوئے آپ خاتم النبیین ﷺ نے اعلان کیا کہ قیدی فدیہ دے کر آزاد ہو جائے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے حقیقی چچا حضرت عباسؓ بھی قیدیوں میں تھے۔ان سے بھی جرمانہ ادا کرنے کے لیے کہا گیا۔انہوں نے کہا ''لات وعزیٰ کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے'' نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان سے کہا "سوچ لیں "انہوں نے پھر قسم کھا کر کہا کہ ''میں تو کنگال ہوں''۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب آپ گھر سے چلے تھے تو آپ نے بیوی کو اتنا سونا نہیں دیا تھا۔اور پھر اسے فلاں کمرے کے فلاں کونے میں دفن کیا تھا"۔(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۹ وزُرقانی ج ۱ ص ۴۴۷)

اب دیکھیئے کہ وہ بند گھر ہے، خاوند اور بیوی کے سوا وہاں کوئی نہیں لیکن یہ باتیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ بتا رہے ہیں کہ فلاں تاریخ کو تم نے یہ سونا دیا تھا، حضرت عباسؓ نے فوراً کہا" آپ یقیناً سچے نبی ہیں"۔نبی ہوتا ہی وہ ہے جس کو ہر بات کا علم ہو اور وہ فوراً آپ خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لے آئے۔کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے سونے کی مقدار اور دفن کرنے کی جگہ بھی بتا دی۔

جب خیبر فتح ہوا تو (یہودیوں کی طرف سے) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں بکری کا یا ایسے گوشت کا ہدیہ پیش کیا گیا جس میں زہر تھا۔اس پر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جتنے یہودی یہاں موجود ہیں انہیں میرے پاس جمع کرو"، چنانچہ وہ سب آ گئے۔اس کے بعد نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" دیکھو، میں تم سے ایک بات پوچھوں گا۔کیا تم لوگ صحیح صحیح جواب دو گے"؟ سب نے کہا" جی ہاں"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے دریافت فرمایا،" تمہارے باپ کون تھے"؟ انہوں نے کہا" فلاں" آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارے باپ تو فلاں تھے"۔سب نے کہا" آپ خاتم النبیین ﷺ سچ فرماتے ہیں"۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا،" اگر میں تم سے ایک اور بات پوچھوں تو تم صحیح واقعہ بیان کر دو گے"؟ سب نے کہا" جی ہاں، اے ابوالقاسم! اور اگر ہم جھوٹ بھی بولیں گے تو آپ ہماری جھوٹ کو اسی طرح پکڑ لیں گے جس طرح آپ نے ابھی ہمارے باپ کے بارے میں ہمارے جھوٹ کو پکڑ لیا"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کے بعد دریافت فرمایا" دوزخ میں جانے والے کون لوگ ہوں گے"؟ انہوں نے کہا" کچھ دنوں کے لیے تو ہم اس میں داخل ہو جائیں گے لیکن پھر آپ لوگ ہماری جگہ داخل کر دیئے جائیں گے"۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تم اس میں برباد رہو، اللہ گواہ ہے کہ ہم تمہاری جگہ اس میں کبھی داخل نہیں کئے جائیں گے"۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے دریافت فرمایا" اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا تم مجھ سے صحیح واقعہ بتا دو گے"؟ اس مرتبہ بھی انہوں نے یہی کہا" ہاں! اے ابوالقاسم!" آپ خاتم النبیین ﷺ نے دریافت کیا" کیا تم نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا ہے"؟ انہوں نے کہا" جی ہاں، آپ خاتم النبیین ﷺ نے دریافت فرمایا" تم نے ایسا کیوں کیا"؟ انہوں نے کہا" ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں (نبوت میں) تو ہمیں آرام مل جائے گا اور اگر آپ واقعی نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 3169)

جنگ بدر میں فتح ہوئی آپ خاتم النبیین ﷺ فتح کے ساتھ لوٹ رہے تھے، اسی جنگ میں کل 14 یا 17 بندے مسلمان شہید ہوئے تھے۔ایک بوڑھی عورت آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس آئی اور دریافت کیا" یا رسول اللہ ﷺ میرا بیٹا کہاں ہے"؟ اب اس کا بیٹا شہید ہو چکا تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے سوچا مسجد میں آرام سے جا کر شہداء کے بارے میں بتائیں گے۔راستے میں بتایا تو راستے میں ہی کہرام مچ جائے گا۔اس لیے اس عورت کے پوچھنے پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" پیچھے پوچھو" اب پیچھے والوں کو معلوم ہو گیا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے کیا جواب دیا ہے۔سب یہی کہتے رہے" پیچھے پوچھو" اب سب سے پیچھے حضرت صدیق اکبرؓ آ رہے تھے۔اس عورت نے آپؓ سے پوچھا تو آپؓ نے فرمایا" وہ پیچھے آ رہا ہے"۔مسجد نبوی میں پہنچ کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے نوافل ادا کئے، جو شہید ہوئے ان کے لیے دعا کی۔دعا سے فارغ ہوئے تو شہید لوگوں میں سے ایک حاضر خدمت ہوا۔حالانکہ قافلہ کئی دن میں پہنچا تھا۔یہ ابھی پہنچ گیا۔آپ پریشان سے ہو

گئے۔حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا۔"اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ اس میں پریشانی والی بات نہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے اس آدمی کے لیے یہ کہا کہ وہ پیچھے آرہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے صدیق کے منہ سے نکلی ہوئی بات کی وجہ سے اسے زندہ کر کے یہاں بھیج دیا ہے۔میں اسے یہاں لے آیا ہوں"۔(البدایہ والنھایہ)

جب انہوں نے کہہ دیا پیچھے آرہا ہے تو پیچھے آکر رہے گا۔جب صدیق اکبرؓ کی بات یہ ہے کہ تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی زبان کا کیا حال ہوگا؟

کچھ لوگ کہا کرتے ہیں کہ مکہ میں نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر اور مدینہ میں 50 ہزار نماز کے برابر تو مکہ میں قیام زیادہ رکھو تو ایسے لوگوں سے پوچھیں کہ کیا ہر چیز بس ثواب کے لیے کی جاتی ہے؟ نادانوں مدینے میں رضائے محمد خاتم النبیین ﷺ ہے، عطائے محمد خاتم النبیین ﷺ ہے، شفاعت محمد خاتم النبیین ﷺ ہے، مدینہ کا مقابلہ کسی اور جگہ سے ہو ہی نہیں سکتا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نور ہیں، علم غیب رکھتے ہیں، حاظر و ناظر ہیں، تصرف رکھتے ہیں یعنی آپ خاتم النبیین ﷺ سب کچھ ہیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے سامنے اشعار پڑھے ترجمہ:"آپ خاتم النبیین ﷺ بے عیب ہیں، ہر عیب سے پاک ہیں"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اشعار سن کر داد دی اور ان کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نور ہیں، قرآن نور ہے، اللہ تعالیٰ نور ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نور ہیں، سراج منیر ایک ایسا نور جو دوسروں کو بھی نور عطا فرمائے، چاند خود روشن نہیں ہے، سورج کی روشنی اس پر پڑتی ہے تو ہمیں چاند روشن نظر آتا ہے۔لیکن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ایسا نور ہیں کہ خود بھی روشن اور دوسروں کو بھی منور کر دیتے ہیں۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو ذوالنورین فرمایا۔فرمایا دو نور والے۔ایسا کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی سے نسبت ہو کر حضرت عثمان غنیؓ دو نور والے بن گئے۔اب ایسا کوئی فرقہ نہیں جو حضرت عثمان غنیؓ کو ذوالنورین نہ مانتا ہو۔اب اگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو نور نہ مانا جائے؟ تو حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین کیسے ہوئے؟ اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے خود ان کو ذوالنورین فرمایا ہے۔اسکے بعد اگر ہم غور کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا۔لیکن آگ نے ان پر ذرا بھی اثر نہیں کیا۔اللہ نے فرمایا: ترجمہ''اے آگ ٹھنڈی ہو جا''۔(سورہ الانبیاء، آیت نمبر 69) کیونکہ ان کی پیشانی میں نبی کا نور تھا۔حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا ان کی پیشانی میں بھی نبی کا نور تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نور بھی تھے اور بشر بھی تھے۔کبھی آپ خاتم النبیین ﷺ پر بشریت حاوی ہوتی تھی اور کبھی نورانیت حاوی ہوتی تھی۔آپ خاتم النبیین ﷺ کا شرح صدر چار مرتبہ ہوا، نہ خون نکلا، نہ تکلیف ہوئی، اس وقت نورانیت کا غلبہ تھا۔

حضرت عمرؓ کو فاروق اعظمؓ کس نے بنایا، ورنہ وہ تو قتل کرنے جارہے تھے۔یثرب کو مدینہ کس نے بنایا؟ ورنہ پہلے تو وہ بیماریوں کا گھر تھا۔پھر خاک بھی شفا بن گئی۔حضرت حلیمہؓ کی ڈاچی کو رفتار اور توانائی کس نے دی؟ خود حضرت حلیمہؓ کو توانائی کس کی برکت سے ملی؟ دودھ کس کی برکت سے اترا؟ جانور کس کی برکت سے توانا ہو گئے؟ صرف حلیمہ سعدیہؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو گود میں لیا اور تمام برکات اسی لمحہ میں آگئیں، آپ خاتم النبیین ﷺ جارہے ہیں، حلیمہ سعدیہ کی ڈاچی خوب تیز تیز چل رہی ہے۔تندرست اور جوان ہو گئی، جس وادی سے گزرتے ہیں، وہ وادیاں سرسبز اور شاداب ہوتی جاتی ہیں۔حلیمہ سعدیہؓ بھی پہلے تو حیران ہوئیں لیکن پھر سمجھ گئیں کہ یہ سارا کمال اس بچے کا ہے۔گھر پہنچیں تو بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے، دودھ نکالا تو تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔آس پاس والوں کے برتن لے کر انہیں بھی برتن دودھ سے بھر کر دیئے۔

"اللہ یعطی و انا قاسم" ترجمہ: ''اللہ مجھے دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں'' (بخاری و مسلم)

تو دولت اللہ کی ہے، ملکیت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ہے۔عظمتیں نبی خاتم النبیین ﷺ کی، رتبے نبی خاتم النبیین ﷺ کے، تو جس کو جو کچھ ملے گا، نبی خاتم النبیین ﷺ سے ملے گا۔جو مانگے گا سو پائے گا۔اللہ تعالیٰ نے سارے خزانے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو عطا کر دیئے ہیں۔اور جب اللہ ایک مرتبہ دے دیتا ہے تو واپس نہیں لیتا اس لیے جس کو جو کچھ بھی ملتا ہے در حبیب خاتم النبیین ﷺ سے ہی ملتا ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا"یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے"؟۔اس نے کہا"یارسول اللہ ﷺ قیامت کے لیے میرے پاس اعمال کا کوئی ذخیرہ نہیں ہے"۔(نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ یعنی فرائض کی ادائیگی تو وہ لوگ کرتے ہی تھے) فرمایا" پھر تو قیامت کا منتظر کیوں ہے"؟ عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرتا ہوں''۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تو میرے ساتھ جنت میں ایسے ہوگا آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی دو انگلیاں دکھاتے ہوئے فرمایا"(یعنی برابر، ساتھ ساتھ) اب دیکھئے

اس صحابی نے اعمال کا انکار کر دیا ہے کہ کوئی عمل نہیں لیکن محبت کا اعتراف کیا ہے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" عمل کی کمی محبت کی زیادتی سے پوری ہوسکتی ہے۔لیکن عمل کی زیادتی محبت کی کمی کو پورا نہیں کرسکتی"۔محبت اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ہے۔محبت ادب، ذکر، عظمت اور تعظیم رسول خاتم النبیین ﷺ کا خیال رکھنا ہے۔(صحیح بخاری)

اسی طرح حضرت ربیعہؓ آئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا،" ربیعہؓ مانگ آج جو تو چاہتا ہے مانگ لے"، انہوں نے جواب دیا،" یارسول اللہ ﷺ میں اس دنیا میں آپ خاتم النبیین ﷺ کا غلام ہوں۔میں چاہتا ہوں کہ آخرت میں بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کا غلام رہوں"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جاؤ یہ تو ہوگیا۔" آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ نہیں پوچھا" تیرا کونسا ایسا عمل ہے کہ جس کی بنا پر تو جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے"۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" جس کو جس سے محبت ہوگی وہ قیامت میں اس کے ساتھ ہوگا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے محبت تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ۔حضرت ابوبکر صدیقؓ سے محبت ہے تو ان کے ساتھ، حضرت عمرؓ سے محبت ہے تو ان کے ساتھ، اور اگر ابوجہل سے محبت ہے تو حشر بھی ابوجہل کے ساتھ ہی ہوگا۔(مشکوۃ شریف)

ایک ضعیف بوڑھا یہودی مرنے کے قریب پہنچا تو کہنے لگا'' میری چار پائی اٹھا کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس لے چلو، میری چار پائی اٹھا کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس لے چلو'۔جب آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس اس کی چار پائی لائی گئی تو اس نے عرض کیا" یارسول اللہ ﷺ مجھے کلمہ پڑھا دیں میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اسے کلمہ پڑھا دیا، وہ مسلمان ہوگیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ فوت ہوگیا۔اب مسلمان ہونے کے بعد کوئی عمل بھی نہیں کیا۔بس اللہ کی واحدانیت کو تسلیم کیا۔نبی پاک خاتم النبیین ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا، عقیدہ درست ہوا، اعمال کچھ نہیں، بس جنت کا حقدار ہوگیا، جنت میں جائے گا۔تو عقیدہ درست رکھیں، عقیدہ سے جنت ملے گی۔

منافق کا عقیدہ درست نہیں۔منافق کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے لیے درست ہے، لیکن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے متعلق درست نہیں۔زبان سے تو وہ کہتا ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔لیکن وہ حضور پاک کی ذات اقدس خاتم النبیین ﷺ کو بہت زیادہ اہمیت دینے کا قائل نہیں۔منافق کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ:'' آپ (خاتم النبیین ﷺ) ان کے لے معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔اگر آپ خاتم النبیین ﷺ ان کے لیے 70 بار بھی معافی مانگیں گے تب بھی اللہ منافقین کو نہ بخشے گا''۔(سورہ توبہ، آیت نمبر 80)

محبت میں سچا وہ ہوتا ہے جس کو اپنے محبوب میں بس خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔اسے اپنے محبوب کے عیب نظر نہیں آتے۔اور جو محبوب میں نقائص اور عیب ڈھونڈے وہ محبت میں سچا نہیں ہوتا۔مومن کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ میں عیب نظر نہیں آتے۔محبت کا معیار یہ ہے کہ نبی خاتم النبیین ﷺ کو بے عیب مانے۔اللہ تعالیٰ خود بے عیب ہے اس نے اپنے تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو بے عیب بنایا ہے۔

یثرب کے معنی بیماری کا گھر جو بھی وہاں جاتا تھا بیمار ہو جاتا تھا لیکن جب آپ خاتم النبیین ﷺ کے مبارک قدم یثرب میں گئے تو دارالشفا بن گیا، مدینہ منورہ بن گیا اور آج اس کی یہ عظمت ہے کہ ساری کائنات میں مدینہ پاک کی مٹی سے بڑھ کر کچھ نہیں اس کی برکت سے آنکھیں بھی ٹھیک ہوتی ہیں۔ایمان بھی ٹھیک ہوتا ہے۔مدینہ کی مٹی میں شفاء، مدینے کی ہوا میں شفا ہے۔جو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی شان، آپ خاتم النبیین ﷺ کی عظمت بیان کرتے ہیں وہ خود بھی عظیم ہو جاتے ہیں۔غالب کا کلام، حضرت عطار کا کلام، سعدی کا کلام حضرت علامہؒ اقبال کا نوے سالہ پرانا کلام آج بھی نیا ہی ہے۔فرماتے ہیں

گر ہو عشق تو کفر بھی مسلمانی
نہ ہو عشق تو بندہ مومن کافر و زندیق

وہ تو اسلام ایمان اور کفر میں فرق عشق مصطفی خاتم النبیین ﷺ کو گردانتے ہیں۔اگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے عشق ہے تو مومن بھی ہے۔مسلمان بھی ہے اور اگر عشقِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ دل میں نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

یہ دعا یہ تمنا جیسی ستر سال پہلے تھی، ویسی اب بھی ہے، اور ایسی ہی قیامت تک انشاءاللہ رہے گی۔علامہ اقبال ذات محمد خاتم النبیین ﷺ کو بہت بڑی چیز کہتے ہیں وہ ایسی

ہستی ہے کہ اس کے اسم گرامی نام محمد خاتم النبیین ﷺ سے ہی ہر سو اجالا ہوسکتا ہے، نور آ سکتا ہے، ظلمت مٹ سکتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ تو مہربانی فرما اور ہر پست کو بلندی عطا فرما دے اور اندھیرے دور کر دے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے نور سے سب کچھ روشن کر دے۔

سورہ النساء، آیت نمبر 174 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَان "مِّنْ رَّبِّکُمْ" "اے لوگو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آ گئی ہے"۔

یہاں واضح دلیل سے مراد نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اس دلیل کا صدق اس دلیل کی سچائی، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے معجزات ہیں۔ اس خالق کائنات کی پہچان آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں، تمام جمادیات، نباتات، جن و بشر اور فرشتے ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کو جانتی اور پہچانتی ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہے۔ اسی طرح ہر چیز نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو جانتی اور پہچانتی ہے اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی تعریف اور توصیف بیان کرتی ہے۔ کہ آپ خاتم النبیین ﷺ رحمت اللعالمین ﷺ ہیں۔ تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے بڑی عجیب و غریب رکھی ہیں:۔

1۔ ایک تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا جمال ہے۔ کہ جو دیکھ لیتا ہے پاک ہو جاتا ہے۔ خواہ پہاڑ جتنے گناہ ہوں۔

2۔ دوسرا وہ دل ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت رکھ دیں۔ وہ گناہ گار ہو کر بھی پاک ہی رہتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے بہتے دریا میں کوئی پیشاب ڈال دے تو اُس کا پانی پاک ہی رہے گا۔

3۔ تیسرے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی دعا اور توجہ۔ جسے یہ میسر آ جائیں وہ بے سہارا ہوتے ہوئے بھی با سہارا ہوتا ہے۔ بے چارگی کے پردے میں بہت بڑی طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ یہ تینوں باتیں آج کل نایاب ہیں۔

اب ایک مسئلہ اور یہ کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام چیزیں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نور کے پرتو (عکس) سے بنی ہیں۔ فرشتے ان سے بنے، عرش فرش ان سے، جنت ان سے، حوریں ان سے، غلامان ان سے، نیک اعمال ان سے، ایمان ان سے، تقویٰ ان سے، طہارت ان سے، حضرت صدیق اکبرؓ ان سے، حضرت عمر فاروقؓ ان سے، حضرت عثمان غنیؓ ان سے تمام صحابہ ان سے، تمام عظمتیں ان سے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر اس نور کے پرتو (عکس) سے سب کچھ بنایا۔ تو پھر یہ شیطان کس سے بنا؟ منافق کہاں سے بنے؟ بدعقیدہ، کفار، مشرکین، بت پرست، یہودی، عیسائی کہاں سے آئے؟ ابو جہل اور ابولہب کہاں سے آئے؟ اگر تمام عظمتیں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے ہیں تو پھر برے اور بدعقیدہ لوگ کہاں سے آئے؟

ایک مثال سے سمجھئے۔ ایک درخت ہے، اس کی ایک جڑ ہے، اس کے پتے شاخیں، پھول اور پھل بھی ہیں، اگر جڑ تازہ بھی ہو، زندہ بھی ہو تب بھی درخت سے کوئی شاخ ٹوٹ سکتی ہے، کوئی پتہ ٹوٹ سکتا ہے، کوئی شاخ سوکھ سکتی ہے۔ اس کو الگ کر کے جلایا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شاخ یا پتہ جڑ سے اپنا تعلق ختم کر لے۔ وہ سوکھ جاتا ہے اور جو شاخ یا پتا جڑ سے اپنا تعلق قائم رکھتا ہے وہ ہرا بھرا رہتا ہے، وہ سوکھتا نہیں ہے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اصل کائنات ہیں، آپ خاتم النبیین ﷺ جڑ ہیں اور باقی تمام کائنات شاخیں، پتے اور پھول، پھل وغیرہ ہیں، اور جو کوئی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے اپنا تعلق ختم کر لیتا ہے وہ شیطان بن جاتا ہے، وہ فرعون، ابوجہل، ابولہب بن جاتا ہے اور جو کوئی جڑ سے اپنا تعلق قائم رکھتا ہے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ بنتا ہے، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ بنتا ہے، مخالفین، منافقین، بدعقیدہ بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے ہی بنے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا انکار ان کے معجزات کا انکار ان کے تصرفات کا انکار ان کا جڑ سے تعلق ختم کر دیتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی عظمت کو مانیں گے تو بیڑا پار ہو جائے گا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اصل کائنات ہیں، وجہ تخلیق کائنات ہیں، جو اصل سے وابستہ رہتا ہے، وہ قائم رہتا ہے، جو اصل سے اپنا تعلق ختم کر لیتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے، اعمال اپنی جگہ درست ہیں، ضرور کریں، لیکن اعمال کی بنیاد ایمان ہے، اور ایمان کی بنیاد عقیدہ ہے، عقیدہ ٹھیک ہو گا تو ایمان قائم رہے گا۔ اپنے ایمان کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر دل میں محبت رسول خاتم النبیین ﷺ اور عظمت رسول خاتم النبیین ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

****

سلطنتِ مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ

دنیاوی بادشاہ اپنے درباروں کے آداب اور ان میں حاضر رہنے کے قوانین خود بناتے ہیں، اِس طرح کھڑے ہونا ہے، اِس طرح بات کرنی ہے، اِس طرح سلامی دینی ہے وغیرہ۔ پھر جو آداب بجالاتا ہے تو انعام پاتا ہے اور جو اِس کے خلاف کرتا ہے وہ بادشاہ کی طرف سے سزا پاتا ہے۔ لیکن یہ سارے قاعدے صرف اِنسانوں پر ہی جاری ہوتے ہیں، جن، فرشتے اور حیوانات وغیرہ کا اِن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پھر یہ سارے آداب اُس وقت تک ہوتے ہیں جب تک بادشاہ اپنی کُرسی پر ہوتا ہے یا جب تک بادشاہ زندہ رہے۔ جہاں کُرسی گئی یا جہاں آنکھ بند ہو گئی سارے آداب بھی فنا۔ لیکن اسی آسمان کے نیچے ایک ایسا دربار بھی ہے جس کے آداب اور جِس میں حاضر ہونے کے قاعدے خُود رَب تعالیٰ نے بنائے اور خلقت کو بتایا کہ جب اِس دربار میں آؤ تو ایسے اور ایسے آداب کا خیال رکھنا اور فرمایا کہ اگر اس کے خلاف کیا تو سخت سزا دی جائے گی۔ پھر دیکھیے کہ اَب آپ خاتم النبیین ﷺ کا شاہی دربار ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں رہا۔ اُس بادشاہ نے ہماری آنکھوں کے سامنے سے پردہ فرمالیا۔ مگر اُس کے آداب اَب تک وہی ہیں۔ اُس دربار کے قوانین فقط انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ وسعتِ سلطنت کا یہ حال ہے کہ فرشتے بغیر اجازت وہاں حاضر نہ ہو سکیں اور جنّات جھجکتے ہوئے حاضر ہوں، جانور سجدہ کریں، بے جان کنکر اور درخت کلمے پڑھیں اور اِشاروں پر گھومیں، چاند اور سورج اشاروں پر چلیں۔ کیونکہ یہ دربار شہنشاہ عالم حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کا دربار ہے۔

اِس دربار کے آداب دیکھیے۔

(1) ایک صحابی جن کا نام حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بِن شماس رضی اللہ عنہ تھا وہ اونچا سُنتے تھے۔ جب دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے تو بات کرنے میں آواز اُونچی ہو جاتی۔ بھلا رَب کو یہ کب محبوب تھا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے سامنے زور سے بولا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 2)

ترجمہ: "اے ایمان والو نبی کریم ﷺ کی آواز پر اپنی آواز اُونچی نہ کرو اور اُن کے حضور بات چِلا کر نہ کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو، کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بِن شماس اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد بارگاہِ نبوت میں حاضر نہ ہوتے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک روز دریافت کیا کہ " کچھ روز سے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بِن شماس نہیں آرہے"، لوگوں نے گھر جا کر بارگاہِ نبوت خاتم النبیین ﷺ سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا، "مَیں تو جہنمی ہو گیا ہوں" کیونکہ میری آواز اُونچی ہے۔ لوگوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "وہ جنتی ہے" کیونکہ جو ہو گیا سو ہو گیا، یعنی اَب تک جو ہو گیا وہ معاف ہے۔ اِس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم اِس قدر آہستہ بات کرتے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کئی کئی بار پوچھتے کہ " کیا کہہ رہے ہو"؟ پھر ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 3)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جو رسول (خاتم النبیین ﷺ) کے آگے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہ وہ ہیں جن کا دِل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، اِن کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے"۔

سبحان اللہ یہ وہ دربار ہے جہاں کسی کو سر اونچا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔

(2) قبیلہ تمیم کے کچھ لوگ دوپہر کے وقت بارگاہِ رسالت میں پہنچے، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اِس وقت دولت کدہ میں آرام فرما رہے تھے، اُن لوگوں نے حجرہ مبارک کے باہر سے پکارنا شروع کر دیا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 4)

ترجمہ: "اے حبیب ((خاتم النبیین ﷺ)) وہ جو تمہیں حجرے کے باہر سے پُکارتے ہیں اُن میں سے اکثر بے عقل ہیں" ۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات، آیت نمبر 5 میں آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: "اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) اِن کے پاس خود تشریف لاتے تو یہ اُن کے لیے بہتر تھا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

(3) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، ولیمہ کی عام دعوت فرمائی۔ عام مسلمان جماعتوں کی صورت میں کھاتے، پیتے اور چلے جاتے، آخر میں تین صاحب کھانے سے فارغ ہو کر واپس بیٹھ گئے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے دُشواری محسوس کی لیکن شانِ کریمی کی وجہ سے جانے کو بھی نہ کہا۔ رَب تعالیٰ کو بھلا یہ کب پسند تھا کہ کوئی زیادہ بیٹھ کر میرے محبوب خاتم النبیین ﷺ کے ملال کا سبب بنے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اے ایمان والو! نبی ((خاتم النبیین ﷺ)) کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک کہ کھانا کھانے کے لیے بُلائے نہ جاؤ، نہ اِس طرح کرو کہ (وہاں بیٹھ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرو، ہاں جب بلائے جاؤ تو ضرور حاضر ہو جاؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ، بیٹھ کر باتوں سے دل نہ بہلاؤ"۔ (سورۃ الاحزاب آیت 53)

پھر اس کی وجہ بھی قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (سورۃ الاحزاب، آیت 53)

ترجمہ: "تمہارے اِس فعل سے میرے نبی کو ایذا ہوئی تھی لیکن وہ غیرت والے محبوب ((خاتم النبیین ﷺ)) تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ فرمانے میں شرم نہیں فرماتا"۔

(4) صحابہ کرامؓ کا یہ طریقہ تھا کہ اگر آپ خاتم النبیین ﷺ کے کچھ الفاظ اُن کو سمجھ نہ آتے تو عرض کرتے کہ "راعنا یا رسول اللہ" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہمارا لحاظ فرمائیے یعنی اِس لفظ کو دوبارہ فرما دیجئے تاکہ ہم سمجھ لیں۔ لفظ "راعنا" یہودیوں کی زبان میں گستاخی کا لفظ تھا، اُنہوں نے یہی لفظ دوسرے معنی کی نیت سے بولنا شروع کر دیا اور دل میں خوش ہوئے کہ ہم کو دربارِ رسالت میں گُستاخی کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو بھیدوں اور رازوں کو جاننے والے ہیں، وہ یہ کیسے پسند کرتے کہ اُس کے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے حضور میں کوئی گستاخی کرے۔

چنانچہ آیت کریمہ نازل ہوئی: (سورۃ البقرہ، آیت 104)

ترجمہ: "اے ایمان والو! راعنا نہ کہنا (بلکہ اِس کی جگہ) یوں عرض کر لیا کرو "اُنظرنا" یعنی اے رسول (خاتم النبیین ﷺ) ہم پر نظر کریں یا نظر رکھیں (یعنی اس بات کو دوبارہ سمجھائیں) اور کافروں کو دردناک عذاب ہے"۔

(5) ایک زمانے میں ایسا اتفاق ہوا کہ مالدار مسلمان آپ خاتم النبیین ﷺ سے اتنے سوال کرتے تھے کہ فقر و مساکین کو سوال کرنے کا موقع ہی نہ آتا تھا اور پھر منافقین اور مشرکین تو کٹ حجتی کے لیے سوال کرتے (بال کی کھال نکالنا اور وقت ضائع کرنا)۔ اِس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: (سورۃ المجادلۃ، آیت 12)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) سے کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو"۔

سبحان اللہ! رَب سے عرض کرنا ہے تو وضو کرو نماز پڑھو کافی ہے اور اگر محبوب خاتم النبیین ﷺ سے بات کرنی ہے تو پہلے صدقہ کرو۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ سے دو فائدے ہوئے، ایک یہ کہ مالدار مسلمان صدقہ کرتے تو غریب مساکین مسلمانوں کو فائدہ ہوتا، دوسرا یہ کہ منافقین نے سوال کرنا ہی چھوڑ دیئے اور غریب مساکین کو سوال کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ (یہ آیت بعد میں منسوخ ہو گئی تھی)۔

حضرت علیؓ نے اس موقع پر ایک دینار خیرات کیے یعنی ایک دینار صدقہ کیا اور کچھ مسائل معلوم کیے۔۔

i- یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ وفا کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "توحید"۔

ii- فساد کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "کفر و شرک"۔

iii- حق کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "قرآن اور ہدایت"۔

iv- پوچھا حیلہ کیا ہے؟ فرمایا "ترک حیلہ"۔

v- پوچھا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مجھ پر کیا لازم ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت"۔

vi- پوچھا ہم اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا کریں؟ فرمایا "صدق اور یقین کے ساتھ"۔

vii- پوچھا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "عافیت"۔

viii- عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں اپنی نجات کے لیے کیا کروں؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "حلال کھا اور سچ بول"۔

ix- عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ راحت کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "راحت اللہ کا دیدار ہے"۔

6- بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ، اسود ابن عبد یغوث، اسود بن مطلب، حارث بن ابطل، اوس بن وائل وغیرہ قریش نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تذہیک کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ خاتم

النبیین ﷺ نے ان کے مذاق اڑانے کا تذکرہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا۔ تو حضرت جبرائیلؑ نے ولید کو سامنے کر کے اس کی شہ رگ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" آپؑ نے یہ کیا کیا؟" حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا" میں نے تدارک کر دیا"۔ پھر اسود بن مطلب کو سامنے کیا اور اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" آپؑ نے یہ کیا کیا"؟ انہوں نے جواب دیا" میں نے تدارک کر دیا"۔ پھر اسود بن یغوث کو سامنے رکھا اور اس کی سر کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا" یہ کیا کیا"؟ حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا" میں نے تدارک کر دیا"۔ بعد ازاں حارث کو اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا۔ آپ نے فرمایا" یہ کیا کیا"؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا" میں نے تدارک کر دیا"۔ پھر عاص کو سامنے کیا اور اس کے پیر کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا" یہ کیا کیا"؟ فرمایا" میں نے تدارک کر دیا"۔

اس بات کو کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ولید اتفاقاً ایک شخص کا تیر گردن پر لگنے سے مر گیا۔ اسود ایک درخت سے اترا اور کہا" ہائے کانٹا گھس گیا"۔ کہتے کہتے اپنی آنکھ کی بینائی کھو بیٹھا۔ اسود بن یغوث دماغ کے اندر پھوڑا نکلنے سے مر گیا۔ حارث پیٹ میں پانی پڑنے سے مر گیا۔ اور عاص کا انجام یہ ہوا کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا۔ راہ میں اترا۔ شبرقہ کا کانٹا پیر کے تلوے میں گھس گیا اور نکل نہ سکا وہ اس کی سمیت ہی بیمار ہو کر مر گیا۔

اس حدیث کی حضرت ابن عباسؓ سے بکثرت اسناد بیان ہوئی ہیں جن کو انہوں نے تفسیر مسند میں ذکر کیا ہے۔

7- ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے کسی ضرورت سے آواز دی۔ وہ چونکہ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے نہ آئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے دوبارہ آواز دی لیکن وہ پھر بھی نہ آئے۔ جب نماز ختم کر لی تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ" میں نے بلایا تھا تم آئے نہیں"۔ انہوں نے عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا"۔ پھر یہ آیت سورہ الانفال، آیت نمبر 24 نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ: ترجمہ:" اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ"۔

اس کے بعد صحابہ کرامؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے بلانے پر نماز چھوڑ کر حاضر ہو جاتے اور واپس آکر نماز وہاں سے ہی شروع کرتے جہاں وہ چھوڑ کر جایا کرتے تھے اور کوئی سجدہ سہو بھی کرنا ضروری نہ تھا۔

8- ایک مقبولین بارگاہ کا حال سنیے۔ حضرت سفینہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ ایک مرتبہ کفار کے ہاتھوں چڑھ گئے۔ انہوں نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت سفینہ کو اطلاع ملی کہ لشکر اسلام اس علاقے میں آیا ہوا ہے۔ رات کو موقع پا کر جیل سے فرار ہو گئے۔ دوڑے جا رہے تھے کہ راستے میں جنگل آیا۔ جنگل میں داخل ہو گئے اور راستہ بھول گئے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سامنے سے ایک شیر غراتا ہوا آتے دیکھا۔ انہوں نے زور سے کہا" اے شیر! میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا غلام ہوں۔ راستہ بھول گیا" - اور یہ سنتے ہی شیر مڑا اور دم ہلاتا ہوا آگے آگے چل دیا اور راستہ دکھلا کر بلکہ لشکر تک پہنچا کر واپس ہوا۔ (مشکواۃ، باب الکرامات)

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔

بے ادبوں پر غضبِ الٰہی کے واقعات:

(1) ولید بن مغیرہ کافر تھا، اُس نے ایک بار کہا آپ خاتم النبیین ﷺ تو (خدانخواستہ) (دیوانے، پاگل) مجنوں ہیں۔ اِس کی اِس گستاخی سے آپ خاتم النبیین ﷺ کو بہت صدمہ پہنچا۔ پھر کیا تھا غضبِ الٰہی کا دریا جوش میں آیا۔ سورۃ قلم میں پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی خوبیاں بیان کر کے آپ خاتم النبیین ﷺ کو خوش کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ قلم، آیت نمبر 2،3،4 میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ:" اے محبوب ((خاتم النبیین ﷺ)) تم اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں۔ تمہارے لیے تو بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تم بڑے ہی اخلاق والے ہو"۔

اب ولید بن مغیرہ کی گستاخی پر توجہ غضب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے دس عیب بیان فرمائے:-(سورۃ قلم، آیت نمبر 13-10)

ترجمہ: " اے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) ایسے آدمی کی بات نہ سُنو جو جھوٹی قسمیں کھانے والا، ذلیل خوار، طعنہ باز، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے

والا، سخت گناہگار، سخت دِل ہو، اِس پر طرہ یہ کہ حرام کا بچہ ہے "۔

جب ولید نے یہ بات سُنی تو اپنی ماں کے پاس پہنچ کر کہنے لگا۔ محمد رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے جو میرے دس عیب بیان کئے ہیں اُن میں سے 9 کو تو مَیں جانتا ہوں کہ مجھ میں واقعی وہ عیب ہیں مگر یہ تُو بتا کہ مَیں حرامی ہوں یا حلالی؟ سچ بولنا ورنہ تیری گردن ماردوں گا۔ کیونکہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی بات ہے جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ اِس پر اُس کی ماں نے کہا کہ واقعی تُو حرامی ہے۔ تیرا باپ بہت مالدار اور نامرد تھا، مجھے اندیشہ تھا کہ میری کوئی اولاد نہ ہوئی تو میرا مال غیر لے جائیں گے تو مَیں نے ایک چرواہے سے زنا کیا تو تُو اُس کا نطفہ ہے۔

(1) اِس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی توہین کرنے والے کی اصل ہی خطا ہوتی ہے۔ ایسے بدگویوں کو چاہیے کہ اپنے نطفہ کی تحقیق کریں۔ آگے سورۃ قلم، آیت نمبر 16 میں فرمایا:

ترجمہ: "ہم اِس کی سور کی سی تھوتھنی داغ دیں گے"۔

یعنی اُس کا چہرہ بگاڑ دیں گے، آخرت میں تو جو ہوگا وہ ہوگا، دنیا میں ہی ولید کی شکل بگڑ گئی تھی۔

(2) ایک بار ابولہب گستاخ نے بارگاہِ نبوت (خاتم النبیین ﷺ) سے کہا کہ تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے۔ غضب الٰہی جوش میں آیا اور فوراً ہی سورۃ لہب نازل ہوئی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا :

ترجمہ: "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ تباہ ہو ہی گیا، اُس کو اپنا مال اور کمائی کچھ کام نہ آئی، عنقریب وہ اور اُس کی بیوی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے جو لکڑیوں کا بوجھ اُٹھاتی ہے اور اُس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسہ ہے "۔

اُس کی بیوی کانٹے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی راہ میں ڈالا کرتی تھی۔ ایک دن کانٹوں کا بوجھ لا رہی تھی کہ تھک کر آرام کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ ایک فرشتے نے اُس کے پیچھے سے اُس کا بوجھ کھینچا، وہ گرا اور اُس کی رسی سے ابولہب کی بیوی اُمّ جمیل کے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مرگئی۔

اب نہ ولید رہا نہ ابولہب مگر ان پر رات دن مشرق اور مغرب میں لعنت پڑ رہی ہے۔ نمازی نماز میں، تلاوت کرنے والا تلاوت میں، اِن القاب سے اُن کی تواضع کر رہے ہیں۔

(3) بخاری جلد اوّل المناقب میں ہے کہ ایک شخص کاتبِ وحی تھا، لکھنے کی خدمت اُس کے سپرد تھی، اُس پر کچھ ایسی پھٹکار پڑی کہ وہ مُرتد ہو گیا اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر عیب لگانے لگا۔ جب وہ مر گیا اور اُس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اپنے اندر سے اُسے نکال کر پھینک دیا، اُس کے دوست سمجھے کہ شاید اصحابِ رسول (خاتم النبیین ﷺ) نے اُسے نکال دیا ہے، اُنہوں نے اُسے اور زیادہ گڑھا کھود کر دفن کیا۔ مگر زمین نے پھر بھی قبول نہ کیا، غرض کئی بار دفن کیا گیا اور ہر بار نعش باہر نکال دی جاتی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ بارگاہِ رسول خاتم النبیین ﷺ کا نکالا ہوا ہے اِسے کوئی قبول نہیں کرسکتا۔

(4) مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت کلثومؓ، ابولہب کے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ کیونکہ اُس وقت تک مشرکین سے نکاح حرام نہ تھا۔ جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ محمد خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دو ورنہ مَیں تم کو اپنی میراث سے محروم کردوں گا۔ چنانچہ عُتیبہ نے تو بارگاہِ نبوت (خاتم النبیین ﷺ) میں حاضر ہو کر معذرت کر کے طلاق دی اور عُتبہ نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے بہت گستاخی کی اور پھر طلاق دی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اے اللہ اپنے کسی کُتے کو مقرر کر کہ عُتبہ کو سزا دے"۔ عُتبہ یہ سُن کر کانپ گیا اور آ کر یہ بات ابولہب کو بتائی۔ وہ بولا اَب میرے بیٹے عُتبہ کی خیر نہیں، محمد خاتم النبیین ﷺ کی بددعا اِس کے پیچھے لگ گئی ہے ہر طرح اِس کی نگرانی رکھنے لگا۔ یہی عُتبہ ایک بار تجارتی قافلے کا سردار بن کر شام کے لیے روانہ ہوا۔ ایک جگہ رات کو قافلے والے سو رہے تھے کہ جھاڑی سے ایک شیر نکلا اور ہر ایک کا منہ سونگھتا پھرا۔ سب کو سونگھ کر چھوڑ دیا مگر عتبہ کا منہ سونگھ کر اُس کو پھاڑ ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جانور بھی گستاخ کے منہ کی بدبو کو پالیتے ہیں۔

اَب ایک مقبولین بارگاہ کا حال سُنیں۔ حضرت سفینہؓ جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ایک بار کفار کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ کچھ دِنوں بعد اُنہیں اطلاع ملی کہ لشکرِ اسلام اس علاقے میں آیا ہوا ہے۔ رات کو موقع پا کر جیل خانہ سے بھاگ نکلے۔ دوڑے جا رہے تھے کہ اچانک جھاڑی سے ایک شیر نکلا۔ آپؓ نے اُس سے کہا، اے شیر! حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا غلام ہوں اور راہ بھول گیا ہوں۔ یہ سُنتے ہی شیر دُم ہلاتا ہوا آگے آگے ہولیا اور راستہ دِکھا کر بلکہ لشکر تک پہنچا کر واپس ہوا۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

یہ کچھ واقعات اہلِ ایمان کی عبرت کے لیے کافی ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ عظمتِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیت گایا کریں۔ اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیں اور واعظین علماء کو چاہیے کہ مسلمانوں کو یہ باتیں سکھائیں۔

حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت میں ہی اسلام کی عزت ہے کیونکہ مکان کی عزت مکین کے دم قدم سے ہوتی ہے اور کام کی وقعت کام والے سے ظاہر ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر ایک جلسہ میں ہندو، عیسائی، یہودی اور مسلمان جمع ہیں۔ ہندو آئمہ کہہ رہے ہیں کہ میرا امام چندر وہ قوت والا ہے جس نے سیتا سے شادی کرنے کے لیے ایک بھاری کمان کو دو ٹکڑے کر دیا۔ عیسائی آئمہ کہہ رہے ہیں کہ میرے مذہب کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ شان تھی کہ اُنہوں نے مُردوں کو زندہ کر کے اپنا کلمہ پڑھوالیا۔ یہودی آئمہ کہہ رہے ہیں کہ میرے بانی مذہب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ شان تھی کہ اُنہوں نے پتھر میں عصا مار کر پانی کے چشمے نکال دیئے۔ مگر (خدانخواستہ) ہم اُٹھ کر وہ کہیں جو عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل یا مولوی خلیل نے لکھا ہے کہ ”میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بندہ مجبور تھے اُنہیں تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔ وہ تو ذرّہ ناچیز سے بھی کم تھے اُن کا علم تو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم تھا“۔

تو بتائیے کہ اِسلام کی تعظیم ہوگی یا توہین؟ سُننے والے تو یہی کہیں گے کہ ایسے کمزور نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِسلام کو دُور سے سلام، جس کے پیشوا کی مجبوری اور بے کسی کا یہ عالم ہے۔ ہاں اُس موقعہ پر ہم جیسا کوئی فقیر نیاز مند موجود ہو تو تڑپ کر کہے گا، اے ہندو! اگر رام چندر نے اپنی بھاری کمان کو توڑ ڈالا ہے تو ذرا میرے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خُدادادقُدرت کو دیکھو کہ اُنہوں نے اپنی انگلی کے اِشارے سے چاند کو توڑ کر دو کمان کر دیا تھا۔ اے عیسائی! اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بے جان مُردوں میں جان ڈالی تو میرے محبوب حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خُداداد قوت دیکھ کہ جنہوں نے سوکھی لکڑیوں، جنگل کے درختوں اور کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوالیا۔ اے یہود! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے پانی نکالا تھا تو میرے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو دیکھ جنہوں نے اُنگلیوں سے پانی کے چشمے نکال دیئے۔

غرض اِسلام کی شان دکھانے کے لیے بانی اِسلام حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان دِکھانا ضروری ہے۔ مگر افسوس اِس زمانے کے بعض مسلم نما لوگوں کو شیطان نے یہ بات بتادی ہے کہ انبیاء کی عزت بیان کرنے سے خُدا کی توہین ہوتی ہے۔ اِن عقل مندوں نے ایسی توحید کو اسلامی توحید سمجھا کہ توحید خُدا کے لیے توہین مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضروری ہے۔ حالانکہ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَب کی قوت کا مظہر ہیں۔

شاگردوں کی قابلیت سے اُستاد کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اور کسی چیز کے جمال سے بتانے والے کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت دِل میں ہوگی تو بے اختیار یہی منہ سے نکلے گا سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قُدرت پر قربان کہ جس نے ایسے کمال والے کو پیدا کیا۔

ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مالک دو جہان ہونے کا نہ تو یہ مطلب ہے کہ رَب تعالیٰ کسی چیز کا مالک نہیں رہا اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَب تعالیٰ کی طرح کے مالک ہیں۔ اِس سے تو یہ لگے گا کہ دو عالم کے دو مستقل مالک ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت حقیقی قدیم ازلی اور ابدی ہے۔ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت عطائی اور حادث ہے۔ جیسے دُنیا کے بادشاہ اپنی سلطنت کے مالک، ہم لوگ اپنے گھر بار کے مالک۔ حضرت سلیمان علیہ السلام روئے زمین کے مالک ہوئے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ رَب تعالیٰ اِن چیزوں کا مالک نہ رہا بلکہ وہ حقیقی مالک ہے، ہم مجازی مالک ہیں۔ اُس کی ملکیت ذاتی ہے اور ہماری ملکیت عطائی ہے۔ اِس طرح حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔ (رسائل نعیمیہ)

دنیا جلوہ گاہ جمال مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور آخرت جلوہ گاہ اختیار مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ دنیا میں بقدر ظرف جمال مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اور آخرت میں اختیار محبوب کی نقاب کشائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو اختیارات عطا فرمائے ہیں۔ اُن کا انکار اللہ تعالیٰ کی تقسیم سے انکار ہے۔ یہ بغاوت ہے اور باغی انعام کی توقع چھوڑ دے۔ اور سزا کے لیئے تیار ہو جائے۔ اور اگر سزا کی ہمت نہیں تو توبہ کرے اور رحم کی درخواست پیش کرے۔

****

صاحبِ تصرف وصاحبِ اختیار خاتم النبیین ﷺ

حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم اور خلیفہ اکبر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو مالک ومختار بنایا۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰہُ یُعْطِی وَ اَنَا قَاسِمٌ" " اللہ مجھے دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں" ۔(صحیح بخاری)

ہمارے لئے صحابہ کرامؓ معیارحق ہیں۔صحابہ کرامؓ کو جب بھی کوئی دینی یا دنیاوی مسئلہ پیش آتا تھا وہ حضور کریم خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ ہی سے حل کرواتے تھے۔ان کے نزدیک قول رسول خاتم النبیین ﷺ وحی الہٰی کے مترادف (برابر) تھا۔وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے تصرف ااور اختیارات پر ایسا یقین رکھتے تھے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی۔

قرآن پاک سورہ لانبیاء، آیت نمبر 197: وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ '' اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔''

قرآن پاک، سورہ فاتحہ، آیت نمبر 1: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا''۔

علماء نے اٹھارہ ہزار عالم بتائے ہیں۔صحیح تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ہر جاندار کا ایک الگ جہان ہے-ہر جاندار کی الگ دنیا ہے۔جانداروں میں جانوروں کو لیں۔شیروں کی الگ دنیا ہے، ہرن کی الگ دنیا ہے، ہاتھی اپنی دنیا میں مگن ،اسی طرح ہر جاندار سمندروں میں اپنی اپنی الگ دنیا رکھتا ہے۔بڑی مچھلیاں، چھوٹی مچھلیاں، مگرمچھ ،مینڈک غرض یہ کہ نہ ہم جانداروں کو گن سکتے ہیں اور نہ ہی یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ سب کہاں کہاں رہتے ہیں؟ ہاں یہ معلوم ہے کہ کوئی جاندار بھوکا نہیں رہ سکتا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ترجمہ:''میں تمام جہانوں کو پالنے والا ہوں ''۔(سورہ فاتحہ، آیت نمبر 1)

توروزی مہیا کرنے کا کام اور جانداروں کو پالنے کا کام اس کے پاس ہے اب ایک بات اس پالنے والے نے ہی اپنے محبوب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے لئے بھی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ '' ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ''(سورہ الانبیاء، آیت نمبر 107)

اب اللہ تعالیٰ خود پالنے والے انسانوں اور جانوروں کو اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ رحمت تمام جہانوں کے لئے۔تو سوچنے اور غور کرنے والی بات یہ ہے کہ کیا کوئی عالم رحمت کے بغیر قائم رہ سکتا ہے؟ یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے وسعت اختیار کو ایک زبردست لفظ ''رحمت'' استعمال کر کے ہمارے جیسے ناقص عقل لوگوں کے لئے سمندر کو کوزے میں رکھ دیا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کو تمام عالمین کے لئے---کیا جنات؟ کیا انسان؟ کیا فرشتے؟ کیا حیوانات؟ کیا جمادیات؟ کیا معدنیات؟ سب جہانوں کے ذرے ذرے کے لئے باذن اللہ! رحم کرنے والا، یعنی حاجت روائی کرنے والا ،مشکل کشائی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔کیونکہ رحمت کے معنی راحم بھی ہیں (حواشی جلالین) اگر آپ خاتم النبیین ﷺ کسی کی حاجت روائی یا مشکل کشائی نہ کر سکیں تو پھر رحمت کیسی؟ پھر رحمت کا کیا مطلب ہے؟ یہ تو یوں ہوا کوئی شخص پلاسٹک کا شیر بنا کر چوراہے پر رکھ دے اور بورڈ لگا دے ''خبردار بہت بہادر شیر ہے سب کچھ کر سکتا ہے''۔

توکیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اعظم اور اپنے خلیفہ اکبر کو بغیر کچھ اختیارات دیئے ہی ''رحمت للعالمین '' بنا دیا۔یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے خدانخواستہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کو پلاسٹک کا بنا کر ''رحمت للعالمین'' لکھ دیا ہے کہ نہ وہ کسی کے کام آسکتے ہیں اور نہ کسی کی مشکل حل کر سکتے ہیں۔(لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم)

صحابہ کرامؓ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے در اقدس پر حاضری دیتے اور اپنی حاجتیں اور مشکلیں حل کرواتے۔

غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ جب کبھی صحابہ کرامؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں کسی حاجت روائی کے لئے آتے تو رسول کریم خاتم النبیین ﷺ نے کبھی ان سے یہ نہیں کہا "میرے پاس کیوں آتے ہو؟ مشکل کشاہ اور حاجت روا تو اللہ ہے۔مسجد میں جاؤ سر سجدے میں رکھو اور اپنی حاجت طلب کرو۔میں کیا کر سکتا ہوں"؟ نہیں بلکہ سب کی مشکلیں حل کیں-قرآن پاک سورہ الانبیاء، آیت نمبر 174 میں فرمان الہٰی ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا

ترجمہ:''اے لوگوں بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا"۔

یہاں دلیل سے مراد نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس ہے اس دلیل کا صدق اس دلیل کی سچائی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے معجزات ہیں، آپ خاتم النبیین ﷺ کے تصرفات اور اختیارات ہیں۔

ذیل میں چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

حدیث نمبر 1: سیدنا حرام بن حراش اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں: "جب ہجرت کے دن سید دو عالم رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سیدنا صدیق اکبرؓ اور عامر بن فہیرہ اور عبداللہ لیثیؓ کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ تو ایک خیمہ دیکھا۔ دیکھا کہ ایک بڑھیا وہاں بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا "مائی صاحبہ کیا آپ کے پاس گوشت اور کھجوریں ہیں"؟ یہ بڑھیا اُم معبد تھیں۔ انہوں نے عرض کیا "ہمارے ہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے"۔ اچانک نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی نظر مبارک ایک چھوٹی اور کمزور بکری پر پڑی جو ایک طرف بیٹھی تھی۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا: "مائی صاحبہ کیا یہ بکری دودھ دیتی ہے"؟ اس نے عرض کیا "نہیں"۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا "کیا اجازت ہے ہم اس بکری کا دودھ دوھ لیں"؟ اس نے کہا "میرے ماں باپ آپ خاتم النبیین ﷺ پر قربان۔ اگر یہ دودھ دے تو آپ خاتم النبیین ﷺ دوھ لیں"۔ یہ سن کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر اس بکری کے پستانوں پر دست مبارک پھیرا تو دودھ اتر آیا۔ فرمایا "ایک بڑا برتن لاؤ۔ جس میں سے پورا قبیلہ سیر ہو کر دودھ پی لے"۔ دودھ دوہا تو وہ گاگر کناروں تک بھر گئی۔ اس دودھ میں سے آپ خاتم النبیین ﷺ نے اُم معبد کو پلایا۔ پھر ساتھیوں کو پلایا۔ پھر خود نوش فرمایا۔ پھر دوبارہ دودھ دوہا وہ برتن پھر بھر گیا۔ اس کے بعد سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ شریف)

ایسا کیوں نہ ہو جبکہ: "اللہ دینے والا ہے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ تقسیم کرنے والے ہیں"۔

حدیث نمبر 2: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا بھر کے خزانے عطا کر دیئے ہیں''۔ (صحیح بخاری)

حدیث نمبر 3: سیدنا جابرؓ کے والد ماجد جنگ میں شہید ہو گئے اور ان کے سر پر بہت سارے لوگوں کا قرضہ تھا۔ حضرت جابرؓ کا کھجوروں کا ایک باغ تھا جب کھجوریں پک گئیں۔ اور اتار دی گئیں۔ تو حضرت جابرؓ نے دیکھا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا" قرضہ بہت زیادہ تھا میں بہت غمگین تھا پریشانی میں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں؟ قرضہ والوں سے کہا ساری کھجوریں لے لو اور قرضہ معاف کر دو۔ مگر وہ نہ مانے۔ اس پریشانی کے عالم میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ عرض کرنے پر فرمایا ''اے جابرؓ تو جا کر اپنی کھجوروں کی تین ڈھیریاں بنادے۔ اعلیٰ الگ، درمیانی الگ، اور ردی الگ۔ پھر مجھے بتانا" جب میں تین ڈھیریاں بنا کر حاضر ہوا تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ میرے ساتھ ہو لئے۔ اور جا کر جو اعلیٰ قسم کی ڈھیری تھی اس پر جلوہ فرما ہو گئے۔ اور فرمایا ''اے جابر جن جن کا قرضہ ہے سب کو بلاؤ'' وہ سب آ گئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اپنا اپنا قرضہ لیتے جاؤ'' سب نے اپنا اپنا قرضہ وصول کر لیا تو سیدنا جابرؓ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے ساری ڈھیریوں کو سلامت رکھا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ جس ڈھیری پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی تھی"۔ (صحیح بخاری جلد دوئم، مشکوٰۃ شریف)

حدیث نمبر 4: حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ میرے سوتیلے والد گھر آئے اور میری والدہ سے پوچھا" کچھ کھانے کو ہے کیونکہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو بھوک لگی ہوئی ہے"۔ میری والدہ اُم سلیم نے کہا" کچھ جو کی روٹیاں ہیں"۔ میری والدہ نے وہ روٹیاں نکالیں اور ڈوپٹے میں لپیٹ کر میری بغل میں دبا کر باقی حصہ دوپٹے کا میری گردن کے گرد لپیٹ دیا (تاکہ روٹیاں راستے میں گر نہ جائیں۔ کیونکہ اس وقت میں بچہ تھا) اور مجھے فرمایا" مسجد میں لے جاؤ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دو"۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ کافی صحابہ موجود ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ''تجھے ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے؟'' میں نے کہا ''جی ہاں''۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''تجھے کھانا دے کر بھیجا ہے"؟ میں نے عرض کیا ''جی ہاں'' حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا" چلو ابوطلحہ کے گھر چلتے ہیں"۔ یہ سن کر میں جلدی جلدی گھر آیا اور حضرت ابوطلحہؓ سے تمام ماجرہ عرض کر دیا۔ وہ گھبرا گئے۔ اور جلدی سے میری والدہ سے کہا" کیا بنے گا"؟ میری والدہ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "اللہ ورسولہ اعلم"۔ یعنی وہ جانتے ہیں (وہی انتظام کریں گے) یہ سن کر ابوطلحہ خوش ہو گئے۔ اور آنے والوں کا استقبال کیا اور جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے گھر میں قدم رکھا تو فرمایا ''اے ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آئیں"۔ تو میری والدہ نے وہی جو کی روٹیاں حاضر کر دیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ان کو بھور دو"۔ پھر گھی کا ڈبہ نچوڑا اور وہ ملیدہ بن گیا۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے کچھ پڑھا اور فرمایا" ابوطلحہ دس آدمیوں کو بلاؤ تاکہ وہ آ کر کھائیں"۔ وہ کھا چکے تو فرمایا" دس اور کو بلاؤ"۔ یوں کرتے کرتے ستر اسی آدمیوں نے کھانا سیر ہو کر کھایا (میں جھک کر دیکھتا تھا کہ کھانا کدھر سے آتا ہے) آخر میں نبی پاک خاتم النبیین ﷺ نے خود تناول فرمایا۔ پھر گھر والوں نے کھایا اور کھانا تبرک

کے طور پر چھوڑ کر چلے گئے۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ شریف، دارمی)

حدیث نمبر 5: سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان فرمایا کہ "تبوک کی جنگ بڑی کھٹن تھی۔ یہاں تک کہ توشہ دان راستے میں ہی خالی ہو گئے۔ بھوک کی شدت تھی۔ صحابہ کرامؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اجازت لے کر اونٹ ذبح کر کے کھاتے ہیں۔ اجازت مل گئی۔ تو صحابہ کریمؓ چھریاں نکال کر تیز کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کی نظر پڑھ گئی۔ پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو"؟ ساتھیوں نے کہا" کوئی چیز کھانے کو نہیں بچی ہے اب کیا کریں؟ اونٹ ذبح کر کے کھا لیتے ہیں"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا" ٹھہر جاؤ"۔ پھر حضرت عمرؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پاس آئے اور کہا" آپ خاتم النبیین ﷺ حکم فرمائیں جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے وہ لے آئیں۔ اور آپ خاتم النبیین ﷺ دعا فرما دیں۔ اونٹ ذبح کرنے کی نوبت نہیں آئے گی"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" چلو پھر یونہی سہی"۔ حضرت عمرؓ نے اعلان کروا دیا" کسی کے پاس کھانے کی کوئی بھی چیز ہے تو لے آؤ"۔ دیکھا تو کوئی مٹھی بھر کھجوریں لا رہا ہے کوئی روٹی کا ٹکڑا پکڑے لے آ رہا ہے۔ پھر تمام چیزیں دستر خواں پر جمع ہو گئیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے دعا فرمائی پھر حکم دیا" پہلے بار باری توشہ دان بھر لو سب توشہ دان بھر لئے گئے"۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اب کھاؤ"۔ پورے لشکر نے سیر ہو کر کھالیا۔ اور کھانا پھر بھی بچ گیا۔(ترمذی، مشکوٰۃ، مستدرک شریف)

حدیث نمبر 6: جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا وہاں موجود کنوئیں میں تھوڑا سا پانی تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ سیدنا جابرؓ نے فرمایا" پانی کا صرف ایک پیالہ تھا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اس سے وضو فرمایا تو لشکر والے عرض گزار ہوئے" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پانی صرف اتنا ہی ہے ہم لوگ کہاں سے وضو کریں۔ اور پانی کہاں سے پئیں گے۔؟ یہ سن کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پیالے میں رکھ دیا۔ تو پانی نے جوش مارنا شروع کر دیا اور انگلیوں مبارک کے درمیاں یوں پانی نکل رہا تھا جیسے چشمے بہہ رہے ہوں۔ حتیٰ کہ سب نے پانی پیا، وضو کیا، اونٹوں نے پانی پیا۔ پانی ختم نہیں ہوا۔ یہ سن کر کسی نے حضرت جابرؓ سے پوچھا" تم کتنے لوگ تھے"؟ حضرت جابرؓ نے جواب دیا ''اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو پانی ختم نہ ہوتا لیکن ہم صرف پندرہ سو لوگ تھے''۔(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف)

حدیث نمبر 7: سیدنا عمران بن حصینؓ نے فرمایا کہ "ہم لوگ سفر میں تھے اور ساتھ ہی رسول کریم خاتم النبیین ﷺ بھی تھے۔ راستے میں ساتھیوں نے پیاس کی شکایت کی تو آپ خاتم النبیین ﷺ ٹھہر گئے۔ پھر حضرت علیؓ اور ایک دوسرے صحابی سے فرمایا" تم جاؤ اور فلاں جگہ تمہیں ایک عورت ملے گی جو کہ اونٹ پر دو مشکیزے لے کر پانی رکھے جا رہی ہو گی۔ اس عورت کو اونٹ سمیت یہاں لے آؤ"۔ وہ دونوں صحابی وہاں پہنچے تو دیکھا کہ واقعی ایک عورت اونٹ پر دو مشکیزے لے کر جا رہی ہے۔ ان دونوں صحابیؓ نے اس عورت کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کہا اس نے کہا" کون رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ؟ وہ جو باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے"؟ فرمایا ''ہاں جس کو تو ایسے کہہ رہی ہے وہ اللہ کے سچے رسول ہیں"۔(حاصل کلام) دونوں اس عورت کو اس کے اونٹ اور مشکیزوں سمیت حضور کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''دونوں مشکیزے اتارلو' اور یہ پانی ایک برتن میں ڈال دیا گیا۔ پھر فرمایا" اب ان مشکیزوں کے منہ کھول دو اور سب لوگ باری باری پانی پیو"۔ سب نے پانی پیا اور اپنے برتن بھی بھر لئے۔ وہ عورت حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ مشکیزے اسی طرح بھرے ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ پہلے سے زیادہ پُر نظر آ رہے تھے۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے حکم دیا" اس عورت کے لئے کچھ کھانے کی چیزیں اکٹھی کرو"۔ کپڑا بچھا دیا گیا۔ اس میں سب لوگ اشیاء خوردنی ڈالتے گئے۔ وہ کپڑا بھر گیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے سب کچھ عورت کو دے کر فرمایا ''بی بی ہم نے تیرے پانی میں سے کچھ نہیں لیا بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانی عطا کیا ہے''۔ وہ عورت جب روانہ ہو کر اہل خانہ کے پاس پہنچی تو سارا ماجرہ کہہ سنایا تو وہ سارے کے سارے لوگ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کر کے صحابی بن گئے"۔(صحیح بخاری، مشکوٰۃ شریف)

حدیث نمبر 8: سیدنا انسؓ راوی ہیں کہ "جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کیا تو میری والدہ ام سلیمؓ نے کھجور، پنیر اور گھی سے حلوہ تیار کیا اور اس کو ایک برتن میں ڈال کر مجھے فرمایا" بیٹا انسؓ یہ لے جاؤ اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں پیش کرو اور کہنا کہ یہ میری والدہ نے حاضر کیا ہے کہ یہ حقیر سا ہدیہ قبول فرمائیں"۔ جب میں لے کر حاضر ہوا اور عرض پیش کی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اسے رکھ دو اور فلاں فلاں صحابی کو دعوت دو اور جو بھی راستے میں ملے اسے بھی دعوت دے دینا''، میں گیا جن جن کے نام لئے تھے انہیں دعوت دی اور جو بھی صحابی راستے میں ملتا گیا میں دعوت دیتا گیا۔ جب واپس آیا تو دیکھا کہ سارا گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ راوی سے پوچھا گیا" کل کتنے لوگ تھے"؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا" تین سو کے نزدیک تھے"۔ پھر نبی کریم خاتم

النبیین ﷺ نے کچھ پڑھا پھر لوگ دس دس کر کے بلائے گئے۔اور حلوہ کھلائے گئے۔سب نے پیٹ بھر کر کھایا بعد ازاں فرمایا ''اے انس ؓ! اٹھا اپنا حلوہ لے جا" اور جب میں نے اٹھایا تو میں نہیں جان سکا کہ پہلے زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے"۔(مشکوٰۃ شریف)

حدیث نمبر 9: حضرت سیدنا ابو ہریرہ ؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا" یارسول اللہ ﷺ میں جو کچھ سنتا ہوں ہو بھول جاتا ہوں"۔یہ سن کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے ابو ہریرہ ؓ اپنی اوپر والی چادر پھیلاؤ"۔انہوں نے چادر پھیلا دی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس چادر میں دونوں ہاتھوں سے کچھ ڈالا (وہی کچھ ڈالا جو ہمیں نظر نہیں آتا) اور پھر فرمایا" اس کو اٹھاؤ اور سینے کے ساتھ لگاؤ"۔میں نے ایسا ہی کیا۔اس کے بعد سے اب تک کوئی بات نہیں بھولتی بلکہ پچھلی تمام بھولی ہوئی باتیں یاد ہو گئیں۔(صحیح بخاری، حجۃ اللہ علی العالمین)

حدیث نمبر 10: سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور ساتھیوں نے پگڑی کے ساتھ باندھ دی اور ان کو اٹھا کر دربار رسالت میں حاضر ہو گئے۔حضور کریم خاتم النبیین ﷺ نے اس ٹانگ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو اسی وقت ٹھیک ہو گئی۔یعنی دست مبارک پھیرا تو وہ ٹھیک ہو گئی۔جیسے اس ٹانگ کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔(صحیح بخاری، مشکوٰۃ شریف، حجۃ اللہ علی العالمین)

حدیث نمبر 11: سیدنا حضرت قتادہ ؓ احد کی جنگ میں کفار کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ان کی نظر پڑی کہ پیچھے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کھڑے ہیں۔پہلے کفار کے ساتھ لڑ رہے تھے۔اب سوچا کہ کوئی تیر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی طرف نہ آ جائے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے سامنے ڈھال بن گئے۔ایک ناگہانی تیر آیا۔اور حضرت قتادہ ؓ کی آنکھ میں آ کر لگا۔جس سے حضرت قتادہ ؓ کی آنکھ لٹک گئی۔جنگ کے بعد صحابہ کرام ؓ نے سوچا لٹکی ہوئی آنکھ کو کاٹ کر الگ کر دیتے ہیں۔لیکن حضرت قتادہ ؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا" یارسول اللہ ﷺ میرے ساتھی آنکھ الگ کرنے کا کہہ رہے تھے۔کیونکہ یہ ایک پٹھے سے لٹک رہی ہے۔یارسول اللہ ﷺ مجھے اپنی بیوی سے محبت ہے میں کانا نہیں کہلوانا چاہتا"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے قتادہ اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے"۔حضرت قتادہ ؓ نے فرمایا ''یارسول اللہ ﷺ جنت بہت بڑی جزا اور عطا ہے آپ خاتم النبیین ﷺ مجھے میری آنکھ واپس کر دیں اور جنت کے لئے بھی دعا فرما دیں"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اے قتادہ ؓ میرے قریب آؤ"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے آنکھ پکڑ کر اسی جگہ پر رکھ کر عرض کیا" یا اللہ قتادہ اپنے چہرے کے ساتھ تیرے نبی کا چہرا بچا تا رہا ہے لہذا اس کی آنکھ ٹھیک کر دے۔'' آپ خاتم النبیین ﷺ نے جب اپنا ہاتھ مبارک آنکھ پر سے اٹھایا تو آنکھ بالکل ٹھیک تھی۔جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو"۔(سیرت حلبیہ، الخصائص الکبریٰ، مجمع الزوائد)

حدیث نمبر 12: حضرت عکاشہ ؓ فرماتے ہیں کہ" دوران جنگ میری تلوار ٹوٹ گئی۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے مجھے ایک لکڑی پکڑا دی۔میں نے دیکھا کہ وہ تلوار بن گئی ہے پھر میں اس سے مشرکوں کو قتل کرتا رہا"۔(الخصائص الکبری، البدایہ والنھایہ، حجۃ اللہ علی العالمین)

حدیث نمبر 13: یوں ہی حضرت سیدنا عبداللہ بن جحش ؓ کی تلوار جنگ احد میں ٹوٹ گئی۔وہ فرماتے ہیں" میں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے مجھے کھجور کی ایک ٹہنی پکڑا دی میں نے دیکھا کہ وہ تلوار بنی ہوئی ہے۔میں نے اسی سے جنگ کی"۔(الخصائص الکبری، البدایہ والنھایہ، حجۃ اللہ علی العالمین)

مندرجہ بالا واقعات کو پڑھ کر غور کریں کہ وہ بکری جس نے ابھی دودھ دیا ہی نہیں اس کے پستانوں میں اتنا دودھ کہاں سے آ گیا؟ پیالے میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی انگلیوں کے رکھ دینے سے پانی کے چشمے کیسے جاری ہو گئے؟ سیدنا قتادہ ؓ کی لٹکی ہوئی آنکھ آپ خاتم النبیین ﷺ کے دست مبارک کے چھونے سے کیسے ٹھیک ہو گئی؟ دو افراد کا کھانا اسی افراد کے لئے کیسے کفایت کر گیا؟ سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ کی ٹانگ کیسے جڑ گئی؟

میانوالی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک سنی صحیح العقیدہ اور دوسرا دوسرے عقیدے کا دونوں کے درمیان عقائد پر چپقلش چلتی رہتی تھی۔ایک وقت آیا دونوں کے درمیان مناظرہ کئی دنوں تک چلتا رہا۔ایک دن جب مناظرے کے لئے دونوں علماء اپنی اپنی سٹیج پر آئے تو سنی عالم دین کھڑے ہوئے اور کہا" لوگو دیکھو ہار جیت تو نہ معلوم کس کے حصے میں ہے لیکن میری قسمت دیکھو کہ میں دن بھر مناظرہ کرتا ہوں اور رات بھر کتابوں کی ورق گردانی کرتا ہوں کہ کہیں سے مجھے یہ حوالہ مل جائے کہ میرے آقا حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو فلاں چیز کا بھی علم تھا اور فلاں چیز کا اختیار تھا۔میں تمام رات نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے کمالات تلاش کرتا ہوں اور یقینا میرا مد مقابل بھی رات کو سوتا نہیں گا۔وہ بھی کتابوں کی ورق گردانی کرتا ہو گا اور وہ پوری رات اللہ کے نبی خاتم النبیین ﷺ کے عیب تلاش کرتا ہو گا کہ نبی کریم خاتم

النبیین ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا۔اب آپ لوگ غور کر کے بتائیں کہ قسمت کس کی اچھی ہے میری یا میرے مدمقابل کی"؟ یہ بات جب دوسرے مناظرے نے سنی تو ان کے کان کھڑے ہو گئے۔اور قسمت جاگ اٹھی کہ میرے جیسا بدبخت اور بدقسمت کون ہوسکتا ہے؟ واقعی میں تو عیب ہی تلاش کرتا رہا۔لیکن اب میں توبہ کرتا ہوں۔پھر اس نے سب کے سامنے اپنے تائب ہونے کا اعلان کیا اور مناظرہ بھی ختم ہو گیا۔

اس لئے یہ جملہ کہ اللہ ہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے یہ حق ہے، یہ سچ ہے، یہ لاریب ہے۔مگر یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر، ازلی طور پر مختیارکل ہے۔داتا ہے نوازنے والا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ، تمام انبیاء کرام علیہ السلام اور تمام اولیاء کرام رحمۃ اللہ عطائی طور پر اللہ کے بنانے سے مختار ہوئے۔

یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں بنا سکتا۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

سورہ آل عمران، آیت نمبر 26 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:''اے اللہ! بادشاہت کے مالک تو جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے۔اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے۔بے شک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے''۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی، کسی کو صحابی، کسی کو تابعی، کسی کو قطب، کسی کو غوث، کسی کو داتا، کسی کو سلطان العارفین بنایا۔اے اللہ تیرے ہی دست کرم میں خیر ہے۔چونکہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔اللہ نے جس کو اپنے کرم سے عطا کر دیا یہ اس کی عطاء ہے اور اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حدیث قدسی:

''میرا بندہ نوافل کی زیادتی سے میرے قریب آجاتا ہے۔اور جب وہ میرا مقرب بن جاتا ہے تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ میری قدرت سے دیکھتا ہے۔اس کا کان بن جاتا ہوں کہ وہ میری قدرت سے سنتا ہے۔اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ وہ میری قدرت سے پکڑتا ہے۔میں اس کا پاؤں بن جاتا کہ وہ میری قدرت سے چلتا ہے۔اگر وہ میرا مقرب بندہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں"۔(مشکوۃ المصابیح، جلد 2، حدیث نمبر 2266)

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں" جب اللہ تعالیٰ کی قدرت بندے کے کان میں آتی ہے۔تو وہ قریب سے بھی سن لیتا ہے۔اور دور سے بھی سن سکتا ہے اور جب اللہ کی قدرت بندے کے ہاتھ میں آتی ہے تو وہ نرمیوں اور سختیوں نیز دور اور نزدیک سے بھی تصرف کرسکتا ہے"۔

حاصل کلام یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو قرآن پاک میں سند دے کر رحم کنندہ (مشکل کشاء) بنا کر بھیجا ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی بے شمار لوگوں کی حاجت روائی کی اور اب بھی آپ خاتم النبیین ﷺ امت کا غم رکھتے ہیں۔ان کو سنتے اور ان کو دیکھتے ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ یہ بھی جانتے ہیں کہ کونسا حجاب کس امتی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

''بے شک اللہ دینے والا ہے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ تقسیم کرنے والے ہیں''۔(صحیح بخاری)

****

میلادِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ

میلادِ مصطفی کا مقصد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرنے کی تعلیم دینا اور مسلمانوں کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی عملی زندگی کا نمونہ پیش کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ کیا ہماری زندگی اتباعِ رسول خاتم النبیین ﷺ کا نمونہ پیش کرتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں ربیع الاول کا مہینہ ہمارے لیے ہمارے محاسبے کا مہینہ ہے۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایک مسلمان دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا۔اس کی پیدائش کا مقصد تو یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اس راستے پر رواں دواں کر دے جو اس کے ایمان واعتقاد میں راہ راست ہے۔یعنی "صراطِ مستقیم"۔

ہم اپنی اس مسلمانی پر فخر کرتے ہیں جس میں ہمارا کوئی کردار نہیں۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے محبت کا صرف زبانی دعوی نہیں بلکہ ہمارا ہر طرزِ عمل اور ہماری زندگی مکمل طور پر آپ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی کا نمونہ پیش کرتی ہو۔جیسے صحابہ کرامؓ کی زندگی آپ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی کا منہ بولتا ثبوت تھی۔محبت، تعظیم اور ادب رسول خاتم النبیین ﷺ میں صحابہ کرامؓ اولین راہی ہیں۔صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے آشنا ہو گئے تھے کہ روشنی حاصل کرنا بڑی بات نہیں ہے اس کی حفاظت کرنا اور اس سے صحیح کام لینا بڑی بات ہے۔وہ جان گئے تھے کہ اطاعت کا مطلب حکم کا قبول کرنا اور اس کو ماننا ہے اور اتباع کا مطلب نقشِ قدم پر چلنا اور یہ کہ انسان اپنی سیرت وکردار اور عمل سے پہچانا جاتا ہے حسب ونسب سے نہیں۔

ایک علم نور ہے اور ایک علم اندھیرا ہے۔جو علم انسان کو اس کی منزل نہ دکھا سکے وہ اندھیرا ہے (دنیا کا علم)۔ہمیں علم کی پہچان درکار بلکہ علم کے ذریعے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی پہچان درکار ہے۔جس کو جتنا علم دیا جاتا ہے اتنا ہی وہ اس علم کے لیے جواب دہ ہوگا۔ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اسلام سے روشناس کروا دیا ہے۔اسلام عمل ہے یہ بتانے والا کام نہیں، کرنے والا کام ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں قرآن اور حدیث کا علم عطا فرمایا ہے۔ہمیں اپنی زبان کو ہر وقت اللہ تعالی کے ذکر میں تروتازہ رکھنے کی ضرورت ہے اور یہی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

ہمارا عمل ہی گناہ اور ثواب مرتب کرتا ہے۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات، آپ خاتم النبیین ﷺ کی صحبت، آپ خاتم النبیین ﷺ کا اتباع، آپ خاتم النبیین ﷺ کی نگاہ نے صحابہ کرامؓ کے قلب کی تاریکیوں کو سلب کر دیا تھا۔قرآنی لغت میں قلب ہمارے جسم کا ایک لوتھڑا نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے احساسات، جذبات، محرکات، تمناؤں، آرزوں، یادوں اور توجہات کا مرکز ہے۔قرآن پاک میں ہمیں جو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ ہم درحقیقت اپنے دل کے معاملات کے لیے جواب دہ ہیں۔سورہ الشعراء، آیت نمبر 88،89 میں فرمان الہی ہے:

ترجمہ: "جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، بجز اس کے کوئی شخص قلبِ سلیم (مطیع دل) لے کر حاضر ہو"۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل طاقت دل کی طاقت ہے۔جسم کی قوت ایک زوال پذیر چیز ہے۔طاقت جسم جو خوراک کی ضرورت ہے اور دل کی طاقت کی دوا ذکر الہی اور کثرت درود شریف ہے۔

اس کے بعد اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ہے جو تمام تر قرآنی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

یاد رکھیں! محبت دنیا اور چیز ہے، مصرف دنیا اور چیز۔بس دنیا کو بقدر ضرورت ہاتھ میں رکھنا ہے دنیا کو دل میں جگہ نہیں دینی۔دل تو بس رحمان کی آماجگاہ ہے۔ اللہ تعالی کے رہنے کی جگہ۔اللہ تعالی کی جگہ پر کوئی اور چیز نہ آئے۔اللہ تعالی شراکت سے بیزار ہے۔

اب عمل کا وقت ہے۔محاسبے کا وقت آنے والا ہے۔محاسبے سے ڈرتے رہنا اور محاسبے کا غم پالنا اچھی چیز ہے۔یہی قرآن پاک کی تعلیمات اور یہی حدیث پاک کی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور یہ سب کچھ بتانے کے لیے آپ خاتم النبیین ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔

ایک وقت تھا کہ مسلمان سے دنیا کی ہر طاقت خوفزدہ تھی۔یہ اس وقت تک جب اس کی متاع ایمان کی قدر وقیمت کا کوئی فدیہ نہیں۔کوئی خریدار نہیں بن سکتا تھا۔آج مسلمان ہر قوم سے ڈرتا اور دبتا ہے کیونکہ مسلمان کے دل ودماغ سے اس کی متاع ایمان کی قدر وقیمت نکل گئی ہے۔

میلادِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ منایا جائے اور اتباع مصطفی خاتم النبیین ﷺ کی پرواہ نہ کی جائے تو امتی ہونے کا حق ادا نہیں ہوتا۔آج کل نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کی صرف تقریریں کی جاتیں ہیں۔اسی لیے آج کے مسلمانوں کی وہ عزت جو قرونِ اولی کے مسلمان کی تھی نہیں رہی۔

لیکن یاد رہے کہ عزت کا جھونپڑا ذلت کے محل سے بہتر ہے اور شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔
ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ ہم مغرب کی زندگی سے اس قدر مرعوب کیوں ہو گئے ہیں؟ اگر باطل کی قوت کے خوف سے قلم لرزنے لگے اور دنیا کا دھوکہ، دولت کا لالچ تقدس کو پامال کرنے لگے تو اپنا قلم توڑ کر جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جانا چاہیے تاکہ ہمارا یہ عمل ضمیر کے خلاف لکھنے میں ملوث نہ ہو جائے اور دجال کو مسیحا اور مسیحا کو دجال لکھنے سے بچ جائے۔

حقیقت قرآن اور اسوہ رسول خاتم النبیین ﷺ کو کھول کھول کر لوگوں کو واضح کرنا ہماری اہم ترین ذمہ داری ہے۔ یہی ہمارے ضمیر کی آواز ہے کیونکہ ضمیر ہی ایک ایسی طاقت ہے جس کی نہ کوئی ظاہری صورت ہے نہ کوئی ظاہری آواز اور شاید یہ ایک اچھے مسلمان کے اندر جگانے کے لیے گھنٹی ہے یا پھر شاید یہ آسمانوں سے آنے والے ہاتف کی ایک صدا ہے جو ہمیں ہماری آلائشوں اور غفلتوں سے نجات دلوانے کے لیے آتی ہے لیکن ضمیر کی اس آواز کو سننا اور اس کو پہچاننا۔۔۔اس کے بعد اس کے کہنے پر عمل کرنا بھی بڑے نصیب کی بات ہوتی ہے۔

ہمارے لیے قرآن پاک کی تعلیم ہے، علم ہے---تو آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات عمل کا نمونہ۔ ہم اسلام کے کشتی میں سوار ہیں۔ کشتی کے مسافروں کو ساحل پر پہنچنے کے لیے صرف صرف ونحو کی ضرورت نہیں۔ انہیں تیرنا بھی آنا چاہیے۔ نعت کا مطلب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعریف اس انداز میں کرنا کہ سننے والوں کے دل میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی محبت پیدا ہو جائے۔
کیا آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت کا تقاضا صرف یہ ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی آمد کی صرف خوشی منائی جائے، گھروں کو سجایا جائے۔ محلوں اور بازاروں کو چراغاں کیا جائے یا محفل میلاد منعقد کیا جائے تو دوپٹے سروں پر آ جائیں، گانا گانے والے، نعتیں پڑھتے ہیں، پیشہ ور نعت خوان کی ٹوپیاں پیسے بٹورنے کے لیے میلاد پڑھنے کے لیے نکل پڑیں۔۔۔خوب دھواں دار تقریریں ہوں۔۔۔سیرت پاک بیان کی جائے اور جب یہ ماہ گزر جائے تو پھر نہ اتباع رسول، نہ سنتوں کی فکر، نہ پردے کی پرواہ، نہ نمازوں کا خیال، نہ قرآن خوانی۔۔
کیا یہی تعلیم ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے دی تھی؟ کیا یہی نمونہ صحابہ کرام ؓ کا تھا؟ کیا یہی وہ علم ہے جو کلام الٰہی ہمیں دیتا ہے؟ کیا وہ ہم ہی لوگ ہیں جن کی تعریف سابقہ کتب سماوی میں کی گئی تھی؟
یاد رکھیں! جو علم نگاہ سے محروم ہے وہ حجاب ہے۔ جو علم صحیح تعلق نہ پہچان سکے وہ علم حجاب ہے۔ جو علم اپنی انا کے خول سے باہر نہ نکلے وہ علم حجاب ہے۔ علم ہو اور نگاہ نہ ہو تو وہ علم جہالت سے برتر ہے۔ پھر وہ کون سا علم ہے؟ "احسن علم" احسن علم کیا ہے؟ احسن علم اصلاح باطن کے ساتھ حسن حیات کا حصول ہے۔ اس کے لیے سب سے زیادہ ضرورت ہمیں قرآن پاک کو سمجھ کر، مطلب جان کر، ترجمہ سے پڑھنے کی ہے۔
ہم نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ ہمیں بے جہت اور بے سمت تعلیم کہاں لے کر جائے گی؟ صرف مغربی تعلیم نتائج کیسے پیدا کرے گی؟
ہمیں کلام الٰہی بتاتا ہے کہ جس تعلیم کا نمونہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پیش کیا اس تعلیم کا منشا رضائے حق ہے۔۔۔رضائے حق کا حصول ہی صراط مستقیم ہے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو نظر انداز نہ کرنے پر ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا ضمیر ہمیں ضرور جھنجھوڑتا رہتا ہے اور باور کرواتا رہتا ہے کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے۔

زندہ دل اور خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو ضمیر کی آواز کو پہچان لیتے ہیں۔ ضمیر اگر مردہ ہو جائے تو پھر اندھیرا ہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔۔۔ ہماری فلاح ضمیر کے زندہ رہنے میں ہے۔ یہ اگر زندہ رہے تو اعمال کی اصلاح کرتا رہتا ہے اور اس طرح ہمیں حق اور سچ کا راستہ دکھاتا رہتا ہے۔ جو کامیابی دارین کا راز ہے۔ تمام چیزوں سے زیادہ ضروری آپ کی اتباع کی فکر کو پالنا ہے۔۔
آج ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حالت ذات پر رونے گڑگڑانے اور معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اس کے محبوب کا واسطہ دے کر اس کے محبوب کو سفارش کا ذریعہ بنا کر اس سے معافی کے خواستگار ہوں اور کہیں کہ اے باری تعالیٰ تو نے قران پاک میں فرمایا ہے: (سورہ النساء، آیت نمبر 64)
ترجمہ: "اگر یہ آپ کے امتی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں گناہ کر گزریں اور پھر آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں آ جائیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والا اور نہایت مہربان پائیں گے"۔

اے اللہ! ہم نے بھی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ باری تعالی ہم اس دنیا میں غرق ہو گئے ہیں، ہم نے اس دنیا کے محبت اور یہاں کے لذتوں میں آخرت کو بھلا دیا ہے۔ ہم تیرے محبوب کی تعلیمات کو فراموش کر چکے ہیں۔ اپنے نبی کے صدقے میں باری تعالی ہمیں معاف کر دے اور ہمیں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت عطا فرما۔ ہمیں آپ خاتم النبیین ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے والا بنا دے۔ ہمیں آپ خاتم النبیین ﷺ کی اچھی، پکی اور سچی محبت عطا فرما۔ ہمیں آخرت کے لیے توشہ تیار کرنے والا بنا دے۔ ہمیں کامل تقوی عطا فرمانا اور کامل ایمان پر موت دینا۔ اے اللہ ہمیں اپنے محبوب کا ادب اور آپ کی تعظیم اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرنے والا بنا دے۔ ہم سب تیری رحمتوں کے شکر گزار اور تیری رحمتوں کے طلبگار ہیں۔ اے مالک! ہمیں اپنی رضا عطا فرما دے۔ اے مالک! ہمیں بھی زندگی کا وہ طریقہ عطا فرما دے جو تو نے قرون اولیٰ کے لوگوں کو عطا فرمایا تھا۔

حدیث قدسی ہے جس کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: "میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کر سکتا جو مجھے زیادہ محبوب ہو ان چیزوں سے جو میں نے اس پر فرض کی یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ (یعنی جتنا کوئی فرائض کی اچھی طرح ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔۔ ایسا تقرب دوسری چیزوں سے نہیں ہوتا) اور بندہ نوافل کے ساتھ بھی مجھ سے تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں اور اگر وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

مندرجہ بالا حدیث سے ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز فرائض کی پابندی ہے۔ اب ہم خود غور کریں کہ کیا ہماری نمازیں، ہمارے روزے پورے ہیں؟ کیا ہم فرائض کی پابندی کرتے ہیں؟ اسی طرح باقی فرائض بھی ہیں۔ قرآن پاک، سورہ مومنون، پارہ 18 رکوع اول میں بھی ہمیں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ فلاح فرائض کی پابندی کے ساتھ مشروط ہے۔

سورہ محمد، آیت نمبر 36 میں فرمان الہی ہے: ترجمہ: "دنیا کی زندگی تو بس ایک کھیل تماشہ ہے اصل چیز تو ایمان لا کر پرہیز گاری (تقوی) اختیار کرنا ہے"۔

انسان اس دنیا کی دوڑ دھوپ میں لگا رہتا ہے۔ محنت کرتا ہے۔ اچھے مستقبل کے لیے، شہرت کے لیے، ناموری کے لیے۔ لیکن 24 گھنٹوں کی زندگی میں صرف اور صرف ایک گھنٹہ پانچ وقت کی نماز کے لیے نہیں نکال پاتا۔ یوں آخرت کا عمل کل پر ٹلتا رہتا ہے اور پھر یہ کل کبھی نہیں آتی۔ ایمان لانے کے بعد ہمارے اعمال ہی تو ہیں جو ایمان کو قوی کرتے رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو میلاد مصطفی خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ آخرت کو یاد رکھتے ہیں۔ ان کا ہر عمل اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی رضا کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے پانچ وقت اللہ تعالی سے صراط مستقیم کے طالب رہتے ہیں۔

اس لیے کہ ہمارا ہر عمل دنیا کی کامیابی کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی کے ساتھ بھی منسلک ہے۔ اس لیے کامیابی کا حصول اتنا اہم نہیں ہے جتنا عمل کا انتخاب۔ ہر انسان اپنے دائرہ عمل میں رہن رکھ دیا گیا ہے۔ ہمیں اپنے عمل کے ذریعے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی پہچان درکار ہے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ذریعے مالک اور خالق کی تعلیمات اور احکامات سے باخبر ہونا ہے۔ اس لیے کہ محدود انسان کا لامحدود خواہشات کے لیے عمل کہیں نہ کہیں راستے میں ہی دم توڑ دیتا ہے اور اپنی حدود کو پہچانے بغیر عمل ہلاکت کا باعث ہے۔ اپنے مقصد حیات کو جانے بغیر عمل تباہی ہے، لا حاصل عمل ہے۔

ضرورت کا عمل اور چیز ہے اور عمل کی ضرورت اور چیز۔۔ آج ہمیں سب سے زیادہ ضرورت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی۔۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے کی ہے۔ یہی کسب ہے۔

اللہ تعالی ہمیں آپ خاتم النبیین ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کی اور اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

****

ایمان کا مرکز ومحور (ذاتِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی ہمارے ایمان کا مرکز ومحور ہے (یعنی اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ) آپ خاتم النبیین ﷺ کی نسبت اور تعلق ہی حقیقتاً ایمان ہے۔ یہ تعلق اگر مضبوط ہے تو ایمان کامل ہے اور اگر یہ تعلق کمزور ہے تو ایمان ناقص یا نامکمل ہے اور اگر یہ تعلق ٹوٹ گیا ہے تو ایمان ختم ہوگیا ہے یا ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اسی نسبت اور تعلق ایمان کو بیان کرتے ہوئے سورہ الاعراف، آیت نمبر 157 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "پس جو لوگ اس برگزیدہ رسول (خاتم النبیین ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے اور ان کے (دین) کی مدد کریں گے اور اس نور (قران) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں"۔

پس دین، ایمان، علم، عمل، دعوت، تبلیغ۔۔ الغرض پورے دین کا مرکز ومحور آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی ہے اور ہماری پوری اپنی زندگی انہی کے گرد گھومتی ہے۔

محور کی پہچان کے لیے قرآنی آیات:- اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ

ترجمہ: "(اے محمد خاتم النبیین ﷺ) آپ خاتم النبیین ﷺ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے"۔ (سورہ نحل، آیت نمبر 125)

یہاں ایک نقطہ سمجھایا جا رہا ہے اور وہ یہ کہنے کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں "اے محبوب لوگوں کو رب کی طرف بلاؤ اور رب کا راستہ دکھاؤ"۔ گویا یوں فرمایا کہ اے محبوب لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ۔ اس طرح کہ میری نسبت تیری نسبت اور میری بندگی انہیں تیری اتباع کے ذریعے سے ملے۔ میرے بنیں لیکن اس طرح کے پہلے تیرے بنیں یعنی جو مصطفی کا رب ہے وہی پوری کائنات کا رب ہے۔ لہذا یہ نقطہ ذہن نشین کر لیا جائے کہ باری تعالی کی معرفت اور اس تک رسائی رسالت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص نسبت مصطفی خاتم النبیین ﷺ کے بغیر براہ راست اللہ تعالی کی معرفت (پہچان) حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ محض گمان باطل ہے۔ نفس کا دھوکہ ہے اور شیطان کا فریب ہے۔ اللہ تعالی نے تبلیغ کے حوالے سے ارشاد فرمایا: ترجمہ: "(اے برگزیدہ رسول خاتم النبیین ﷺ) جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ (سارا لوگوں کو) پہنچا دو" (سورہ المائدہ، آیت نمبر 67)

اللہ تعالی تک رسائی کا واحد راستہ ذات مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے اور اس کی سیڑھی اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ہے۔ یعنی منزل رب ہے اور اس تک پہنچنے کا واحد راستہ اس کا محبوب ہے اور عملی نمونہ اس سارے راستے پر چلنے کا آپ خاتم النبیین ﷺ کی پیروی ہے۔

پھر فرمایا کہ کامیاب لوگ کون ہیں؟ کامیابی کن لوگوں کا مقدر ہے؟

ترجمہ: "پس جو لوگ (اس برگزیدہ رسول خاتم النبیین ﷺ) پر ایمان لائیں گے ان کی تعظیم کریں گے اور ان کے دین کی مدد اور نصرت کریں گے اور اس نور کی (قرآن پاک کی) پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اترا ہے۔ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔ (سورہ الاعراف، آیت نمبر 157)

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں ایمان کے چار بنیادی تقاضے ہیں: **1-** رسول پاک خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانا

2- رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی حد سے زیادہ بڑھ کر تعظیم کرنا

3- رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کرنا (یعنی آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرنا)

4- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی دین کی نصرت کرنا

1- پہلا عنصر۔۔۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانا:- آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ اپنا رشتہ محبت قائم کرنا ہی درحقیقت آپ خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانا ہے۔

حدیث: ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد، والدین اور تمام انسانوں سے بڑھ کر عزیز نہ ہو جاؤں"۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حلاوت ایمان کی سب سے پہلی شرط یہی رکھی تھی کہ "انسان کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

2- دوسرا عنصر---حد سے بڑھ کر ادب اور تعظیم رسول خاتم النبیین ﷺ:- قرآن پاک میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم کے لیے "تعزِّر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اس کے معنی حد سے بڑھ کر تعظیم کرنا۔

سورہ فتح، آیت نمبر 9 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ:"اللہ اور اس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو"۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تعظیم رسول خاتم النبیین ﷺ کے کئی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

(سورہ الحجرات، آیت نمبر 1) ترجمہ؛"اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے کسی معاملے میں سبقت نہ کیا کرو"-

(سورہ نور،، آیت نمبر 36) ترجمہ:"اے مسلمانو! تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی مثل نہ قرار دیا کرو"-

(سورہ الحجرات، آیت نمبر 2) ترجمہ:"اے ایمان والو اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے اس طرح زور سے نہ بولو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"-

3- تیسرا عنصر---نصرت دین رسول خاتم النبیین ﷺ:- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پیغمبرانہ مشن کی خدمت کو قرآنی اصطلاح میں نصرت رسول خاتم النبیین ﷺ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے-اس سلسلے میں ہر وہ کوشش جو کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لیے کی جائے جہاد ہے اور یہی نصرت دین ہے-

اللہ تعالیٰ نے اس دین حق کو تمام ادیان عالم پر غالب فرمایا ہے- چونکہ دین اسلام کو تمام ادیان پر فائق کرنا تھا اس لحاظ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کے مشن کے دو پہلو ہیں: 1-دین اسلام کی ظاہری شان وشوکت اور سیاسی تمکنت کے تحفظ کا پہلو 2-دین اسلام کے علمی، اخلاق اور روحانی اقتدار کی تحفظ کا پہلو

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد امت مسلمہ کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے خلافت اور نیابت دو طرح سے عطا کی گئی-

1- ظاہری خلافت:- اسلام کی مادی، سیاسی اور ظاہری شان وشوکت عظمت وتمکنت کے تحفظ اور فروغ کے جدو جہد ظاہری خلافت ہے-

2- باطنی خلافت:- اسلام کی عملی، علمی، مذہبی اور روحانی زندگی کی احیا وتجدید اور تحفظ کی جدو جہد باطنی خلافت ہے-

جہاد اور تبلیغ کیا ہے؟

اپنی جان، مال، ممکنہ وسائل اور ذرائع اور علم کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے مشن میں ہمہ تن مستعدرہنا ہی حقیقی تبلیغ اور جہاد ہے-

نصرت دین کیا ہے؟

1- غلبہ دین حق کی بحالی 2-اسلام کی عظمت وسربلندی 3-سامراجی منافقانہ اور یزیدی قوتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا اور ان کے خلاف جہاد کرنا یہی ایمان بالرسالت کا تیسرا عنصر ہے-یعنی نصرت دین ہے-

قران پاک سورہ توبہ، آیت نمبر 20 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ:"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرتے رہے وہ اللہ کی بارگاہ میں درجہ کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو مراد کو پہنچنے والے ہیں"-

4- چوتھا عنصر---کامل اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ:- اطاعت حکم کی کی جاتی ہے اور اتباع نقش قدم کی---اطاعت اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ایمان کا آخری اور تکمیلی تقاضا ہے-

سورہ انفال، آیت نمبر 20 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت کرو"-

سورہ آل عمران، آیت نمبر 132 ترجمہ:"اللہ اور اس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی فرمانبرداری کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"-

سورہ نور، آیت نمبر 54 ترجمہ:"اور اگر تم اس رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے"-

سورہ النساء، آیت نمبر 80 ترجمہ:"جس نے رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا"-

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنی مکمل فرمانبرداری اور اتباع کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے-

الغرض یہ چاروں عناصر لازم وملزوم ہیں اور ان کی بیک وقت موجودگی ہی میں ایمان کی عافیت اور ضمانت ہے اور ایمان کا مرکز ومحور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس ہے-اس تصور کو سورہ اخلاص میں بڑے اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے-ارشاد ہوتا ہے (سورہ اخلاص)

ترجمہ: "اے حبیب (خاتم النبیین ﷺ) فرما دیجئے وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے"-

اس سورہ کا پورا مضمون ہی توحید کے بیان پر مشتمل ہے- یہاں پہلی آیت کو لیتے ہیں- فرمایا "اے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) فرما دیجئے"---قل ھواللہ احد---"اللہ ایک ہے"-- یہاں دیکھیے کہ توحید تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا نام ہے- اس کا مضمون واقعتاً لفظ "قل" سے شروع ہوتا ہے یا "ھواللہ احد" سے-- یقیناً "ھواللہ احد" سے اس کا اغاز ہوتا- یہاں "قل" کا اضافہ کیوں کیا گیا؟---- خالق نے جب جانا کہ وہ جانا اور پہچانا جائے تو ایک باخبر پیدا فرمایا- اسے اپنا راز دیا--- اسے اپنی معرفت کی پہچان کروائی اور فرمایا کہ اب تو بے خبروں میں جا اور ان کو میری خبر دے-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب تک مخبر کا واسطہ درمیان میں نہ ہوگا، مضمون توحید میرے بے خبر بندوں تک پہنچ ہی نہیں سکتا"- اس لیے توحید کا مضمون بعد میں ہوگا اور "قل" کا مضمون جو عنوان رسالت ہے پہلے لایا جائے گا تا کہ بے خبروں کو پتہ چل سکے کہ مجھ تک رسائی کا واحد ذریعہ میرا یہ رسول ہے جس نے آکر تمہیں میری خبر دی ہے-

اب یہ کتنی بے عقلی، نادانی ظلم وزیادتی کی بات ہے کہ انسان رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے، آپ خاتم النبیین ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کا لاشریک ہونا جانے، سنے، سمجھے اور پھر اللہ کو ایک مانے اور بعد ازاں یہ کہتا پھرے کہ ہم تو فقط اللہ کو مانتے ہیں-- اسی سے مانگتے ہیں-- نبی کا وسیلہ کوئی وسیلہ نہیں-

ہمیں اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے خبر دینے والے کا دامن تھامنا ہوگا- ہمیں کس نے بتایا اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں- اللہ تعالیٰ واسطے کا محتاج نہیں یہ محتاجی ساری کی ساری ہماری ہے- وہ بے نیاز ہے ہم سے بات کرتے وقت اپنے محبوب کو درمیان میں واسطہ بناتا ہے تو ہم جو عاجز وگنہگار ہیں اس سے ہم کلام ہوتے وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے وسیلے سے کیوں کر بے نیاز ہو سکتے ہیں-

عبادت کا مرکز اور محور بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات ہی ہے- جب نماز کا وقت آیا کہ حکم ہوا "اقیموا الصلوۃ" قائم کرو نماز-

اب حکم سے نظام نہیں بنتا نظام بنتا ہے اتباع سے---تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا کہ "ہم کس طرح نماز قائم کریں" تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے جواب دیا "جس طرح مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھو"- (صحیح البخاری، کتاب الاذان 88:1)

یعنی جیسے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو کرتے دیکھو ویسے ہی کرو- جو آپ خاتم النبیین ﷺ پڑھتے ہیں تم بھی وہی پڑھتے جاؤ- زکوۃ، روزہ، حج کا بھی یہی طریقہ ہے یعنی تمام تر تفصیلات عبادات آپ خاتم النبیین ﷺ نے کر کے دکھائیں ہیں، انہوں نے تعلیم دی، انہوں نے سب کچھ بتایا اور سکھایا یعنی مکمل اطاعت اور مکمل اتباع

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ کا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی نسبت سے ہر شے کو پہچاننا:-

1- سیدنا عمر فاروقؓ حج پر آئے، طواف کیا اور حجرہ اسود کے سامنے آکر کھڑے ہو کر اس سے فرمانے لگے "بے شک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ ہی نقصان- اگر میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا"- یہ کلمات ادا کرنے کے بعد آپ نے حجرہ اسود کو بوسہ دیا-

2- حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور اتباع رسول پاک خاتم النبیین ﷺ: حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا "حضرت سفر کی نماز کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی کیسے پڑھوں"؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا "بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو ہماری طرف مبعوث فرمایا- جب کہ ہم کچھ نہیں جانتے تھے- ہم تو اس طرح کرتے ہیں جیسا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں"- (الشفاء، 555:2)

اس لئے تمام عبادات اپنی جگہ درست ہیں لیکن ایمان فی الحقیقت اس صورت میں مضبوط ہو سکتا ہے کہ جب ہمارا ہر عمل اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کی منہ بولتی تصویر ہو- اس صورت میں ہمارا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے عشق ومحبت والا تعلق قائم ہو جائے گا- پس اگر مرکز ومحور کے ساتھ تعلق مضبوط تر ہوگا تو پھر ایمان بھی مضبوط ہو جائے گا اور اعمال وعبادات بھی بامقصد اور بامراد ہو جائیں گی-

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار ومشرکین نے عروہ بن مسعود کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ جاؤ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ آنے والے صحابہ کا جائزہ لے کر آؤ کہ ان کے لشکر کی کیا پوزیشن ہے؟ عروہ بن مسعود اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے-

عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ان صحابہ کرام کی جائے قیام کی طرف گیا اور دیکھا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تشریف فرما ہیں اور تقریباً 1500 صحابہ کرام قطار در قطار حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے گرد اس طرح جھرمٹ بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں جس طرح شمع کے گرد پروانے ہوتے ہیں- میں نے دیکھا "جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے ہیں یہ اندیشہ ہونے لگتا ہے کہ یہ سب آپس میں لڑ پڑیں گے-

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے لعاب دہن اور ناک کی رطوبت صحابہ کرام اپنے ہاتھوں پر لیتے اور اپنے جسم پر مل لیتے - آپ خاتم النبیین ﷺ کے موئے مبارک کو کبھی بھی زمین پر نہ گرنے دیتے - اور جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کوئی حکم فرماتے ہیں تو تعمیل میں صحابہ کرام ذرا بھی دیر نہیں کرتے - ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے - جب آپ خاتم النبیین ﷺ گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام اپنی آوازوں کو پست کر لیتے گویا ان کی زبانیں ہی دب گئی ہی - اور صحابہ کرام آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف ادب اور تعظیم کے پیش نظر نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے" - یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد عروہ بن مسعود اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

ترجمہ: "خدا کی قسم مجھے بادشاہوں کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے --- میں نے قیصر و کسرہ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں --- خدا کی قسم میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جس طرح اصحاب محمد، محمد خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں" - (صحیح البخاری، جلد ۱، صفحہ 379)

تاریخ اسلام کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام دشمنوں کا طاقتوں بڑی یہود، نصاری اور فرنگیوں نے اس بات کو جان لیا تھا کہ صحابہ کرام کی طاقت اور قرآن پاک کے ناقابل شکست ہونے کی وجہ ان کی عبادت اور ریاضت نہ تھی بلکہ وہ ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر اس لیے بن گئے تھے کہ وہ اپنے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی اتباع، محبت، تعظیم، ادب و احترام میں حد سے گزر گئے تھے -

اس کے بعد دشمنان دین وملت نے محسوس کر لیا کہ اگر آج امت مسلمہ کو شکست سے دوچار کرنا ہے تو اس کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ ان کے سینوں سے عشق رسول خاتم النبیین ﷺ کو نکال دیا جائے اور اسے صرف نمازوں، روزوں اور حج وزکوۃ کے مسائل میں الجھا کر رکھا جائے - ان سب کی روح اور محور کو فراموش کروا دیا جائے - روح ہی نہیں رہے گی تو سب کچھ کھوکھلا ہو جائے گا - جب انسان پر موت وارد ہوتی ہے تو اس کے جسم سے آنکھ، کان، ناک وغیرہ الگ نہیں ہوتے بس روح نکل جاتی ہے - ایسے انسان کو مردہ کہتے ہیں - بالکل اسی طرح ہماری ساری عبادات اور اعمال قائم ہیں لیکن محبت، ادب، تعظیم اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کا عنصر نکل جائے تو ایمان مرجاتا ہے - آج بھی اعمال، عبادت بدستور ہو رہے ہیں - نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تبلیغ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ نہیں ہیں - محبت رسول خاتم النبیین ﷺ اور ادب رسول خاتم النبیین ﷺ نہیں ہیں - جب یہ سب کچھ محبت رسول خاتم النبیین ﷺ، تعظیم رسول خاتم النبیین ﷺ اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ سے خالی ہو تو یہ محض بے روح عبادت اور اعمال کے مردہ لاشیں ہیں جو ہم اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے پھرتے ہیں -

سورہ آل عمران، آیت نمبر 31 ترجمہ: "اے حبیب خاتم النبیین ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا" -

تو اللہ سے محبت کے لیے بھی اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ضروری ہے - حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا محب بننا بھی ان کی اتباع کے بغیر ممکن نہیں - اللہ تعالی کی محبت اور محبوبیت دونوں میں مرکز ومحور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات ہی ہے -

اگر امت مسلمہ پھر سے عظمت رفتہ کی طرف پلٹنا چاہتی ہے --- تو ہمیں پھر سے مرکز مصطفی خاتم النبیین ﷺ کی طرف پلٹنا ہوگا - حضور پاک کی ذات اقدس کے ساتھ اس امت کے تمام افراد اور نوجوانوں کا بالخصوص اتباع، محبت و تعظیم والا عشقی تعلق استوار کرنا ہوگا - محبت اور ادب، تعظیم و اتباع --- ہماری عملی زندگی آپ خاتم النبیین ﷺ کی بتائی ہوئی زندگی کے مطابق بنانے کی کوشش کرنی ہوگی - دل صرف اور صرف نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ہی سے عشق کرنے لگے گا تو بگڑی ہوئی تقدیر سنور جائے گی اور یہ قوم پہلے کی طرح ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر بن جائے گی اور پھر دنیا کی تمام باطل طاغوتی اور سامراجی طاقتیں مل کر بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گی - اسے زیر نہ کر سکیں گی لیکن یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہوگا جب قوم اپنے مرکز اور محور کی طرف پلٹ آئے گی -

یاد رکھیں! حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے محبت اور ادب اور تعظیم آپ خاتم النبیین ﷺ کا اتباع ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جس پر عمل کر کے ہم علاج کروا سکتے ہیں - یہ نسخہ ہر دور میں کامیاب رہا ہے --- صحابہ کرام اپنی محبت کا مرکز اور محور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس کو سمجھتے تھے - ان کا ہر عمل آپ خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم کی پیروی تھا - اس لیے آپ خاتم النبیین ﷺ کی حد درجہ تعظیم اور غایت درجہ تکریم کیا کرتے تھے - مرکز ومحور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ رابطہ اور تعلق گہرا استوار کرتے تھے - وہ جانتے تھے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس سے جس قدر مضبوط اور مستحکم تعلق ہوگا اس قدر ایمان بھی مضبوط اور مستحکم ہوگا - بس یہ وہ راز ہے جسے صحابہ کرام سمجھ گئے تھے اور ہم یہ سبق یاد نہ کر سکے --

اللہ پاک ہمیں معاف فرمائے اور آپ خاتم النبیین ﷺ سے سچی، پکی اور حد سے بڑھ کر محبت عطا فرمائے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے - (آمین)

عید میلا د النبی (خاتم النبیین ﷺ)

اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنا محبوب اپنے کلام کے ہمراہ ہمیں عطا کیا۔ جتنی بڑی نعمت ہوتی ہے اتنا بڑا شکر در کار ہوتا ہے۔ اسلام میں اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے اور خوشی کا اظہار کرنے کا بہترین طریقہ عید منانا ہے۔ رمضان المبارک کے روزوں کی تکمیل پر اظہار مسرت اور تشکر کے لیے عید الفطر اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحان میں کامیابی پر عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا فرمائی تھی: (سورہ المائدہ، آیت نمبر 114)

ترجمہ: "اے ہمارے رب، ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما تا کہ وہ دن یوم عید ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے ہو جائے"۔

اس لیے عیسائی آج بھی اتوار کو عبادت کرتے اور عید مناتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مسلمانوں کے ہاں عید میلا د النبی سے مراد فقط آپ خاتم النبیین ﷺ کے ذکر پاک کے لیے اجتماع کرنا، اس میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ، آپ خاتم النبیین ﷺ کے کمالات کا بیان، آپ خاتم النبیین ﷺ کی صورت میں اللہ تعالی کی عظیم نعمت کا تذکرہ کر کے اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا، لوگوں کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کی تلقین کرنا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا، نعت خوانی، قرآن خوانی، صدقہ وخیرات وغیرہ کرنا شامل ہے۔

امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ حقیقت عید میلا د النبی خاتم النبیین ﷺ کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "عید میلا د النبی خاتم النبیین ﷺ کا اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر تلاوت قرآن پاک کریں، ان احادیث کا تذکرہ کیا جائے جن میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی ولادت کا تذکرہ ہو، واقعات رضاعت کا تذکرہ، آپ خاتم النبیین ﷺ کی سیرت مبارکہ اور سنت مبارکہ کا تذکرہ کیا جائے۔ یہ اچھے اعمال ہیں کیونکہ ان میں رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کی قدر ومنزلت پر اظہار خوشی کر کے آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کی تلقین کی جاتی ہے"۔

محفل عید میلا د النبی خاتم النبیین ﷺ میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی آمد کی خوشی پر قرآن خوانی، درود وسلام اور نعت خوانی کی جاتی ہے۔ یہ تمام امور جائز ہیں اور ان سب پر اجر وثواب ہے۔ پہلی محفل میلا د خود باری تعالی نے منعقد فرمائی۔

قران پاک سورہ آل عمران، آیت نمبر 81 میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ترجمہ: "اور یاد کرو وہ وقت جب اللہ تعالی نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے کر بھیجوں اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول آ جائے جو تم پر نازل شدہ چیز کی تصدیق کرے تو تمہیں ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کا معاون بننا ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا" کیا تم اقرار کرتے ہو"؟ سب انبیاء کرام علیہ السلام نے اقرار کیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا" گواہ رہنا" اور پھر فرمایا" میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"۔

عظمت مصطفی خاتم النبیین ﷺ ارواح کی صورت میں ظاہر کی گئی اور یہ وہ ان تین عہدوں (وعدوں) کا میثاقوں میں سے ہے جو اللہ تعالی نے ارواح سے لیا تھا۔ ہم تمام لوگ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے آپ خاتم النبیین ﷺ کے یوم پیدائش پر جشن کیوں نہ منائیں؟

کیونکہ قران وحدیث میں کہیں منع نہیں کیا گیا نہ ہی کسی صحابہ رضی اللہ تعالی عنہما سے منع ثابت ہے نہ تابعین تبع تابعین سے منع ثابت ہے۔

سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام کیا ہے؟

1-حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے جو فرمایا وہ اسلام ہے۔　　　2-حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے جو کیا وہ اسلام ہے۔

3-حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے جس سے منع کیا وہ اسلام ہے۔　　　4-حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے جس سے منع نہیں کیا وہ بھی اسلام ہے۔

قیامت تک کی تمام ناجائز چیزوں کو قرآن اور حدیث میں منع کر دیا گیا ہے۔ طریقہ اور اصول یہ ہے کہ ہر جائز چیز کو نہیں گنوایا جاتا۔ قرآن پاک میں ہر ناجائز چیز کو منع کر دیا گیا ہے۔ یہ ناجائز، یہ حرام، یہ حرام وغیرہ۔ پوری فہرست بتا دی گئی ہے۔ اگر جائز کام بتائے جاتے تو قران پاک 30 پاروں پر مشتمل نہ ہوتا بلکہ 50 ہزار پارے بھی کم ہو جاتے تو پھر کون حفظ کر پاتا؟ لہذا اللہ تعالی کے پیارے نبی خاتم النبیین ﷺ نے ہر ناجائز چیز سے منع فرما دیا۔ دین مکمل ہو گیا۔

یہ دین کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی چیز کے جواز کے لیے کوئی ضعیف حدیث بھی کافی ہوتی ہے لیکن کسی چیز کے حرام یا بدعت ہونے کے لیے قران پاک یا حدیث مبارکہ کی نص قطعی چاہیے اور حدیث متواتر چاہیے۔ اس کے بغیر ہم کسی چیز کو حرام نہیں کہہ سکتے۔ تو جائز کی دلیل نہیں ہوتی دلیل تو ناجائز کی ہوتی ہے۔ عید میلا د النبی خاتم النبیین ﷺ کو کیا قران نے منع کیا ہے؟ کیا حدیث نے منع کیا ہے؟ ---نہیں!

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے خود پانچ نبیوں کا میلا د یوم پیدائش کا تذکرہ بیان فرمایا ہے۔

1-حضرت آدم علیہ السلام کے میلادنامہ قرآن پاک کے پانچ رکوع پر متفرق ہیں۔قرآن پاک میں پہلا واقعہ ہی میلادنامہ آدم علیہ السلام ہے۔فرشتوں کو جمع فرمایا اور کہا:

ترجمہ:"توجب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں توتم سب اس کے لیے سجدے میں گرجانا"۔(سورہ الحجر،آیت نمبر 29)

ترجمہ:"چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کیا"۔(سورہ الحجر،آیت نمبر 30)

ترجمہ:" مگر ابلیس کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت کرنے سے انکار کردیا"۔(سورہ الحجر،آیت نمبر 31)

پس جس نے میلاد منایا اللہ تعالی نے اسے نورانی قرار دیا اور جس نے انکار کیا اللہ نے اسے شیطانی قرار دیا۔

2- اسی طرح سورہ قصص میں حضرت موسی علیہ السلام کے میلادنامے کو اللہ تعالی نے ابتدائی 28 آیات میں بیان فرمایا۔

3- حضرت یحیی علیہ السلام کا میلاد: ترجمہ:"اور یحیی پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن (پیدائش کے دن)"۔(سورہ مریم،آیت نمبر 15)

4- حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں: ترجمہ:"اور مجھ پر سلام ہو میری پیدائش کے دن، میرے وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا"۔(سورہ مریم،آیت نمبر 33)

5- حضرت مریم علیہ السلام کے میلاد کو سورہ آل عمران میں اللہ تعالی نے بیان فرمایا۔

یہ پورا ماہ تو خوشی،جشن منانے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ پر درود بھیجنے کا مہینہ ہے۔

میلادِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ کا قرآنی ثبوت:-

قرآن پاک سورۃ یونس،آیت نمبر 58 میں اللہ تعالی فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

ترجمہ:- ''اے حبیب خاتم النبیین ﷺ آپ فرمادیجیے کہ اللہ کا وہ فضل جو ان پر ہوا اور اللہ کی وہ رحمت جو انہیں عطا کی گئی۔اس کے سبب وہ خوشیاں منائیں یہ اس سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں''۔

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ ''اللہ تعالی کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر خوشیاں مناؤ''۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے یہاں کیا مراد ہے؟ قرآن پاک سے پوچھ لیتے ہیں:(سورہ الانبیاء،آیت نمبر 107)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ترجمہ:- ''اور ہم نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''۔

سورۃ البقرہ،آیت نمبر 64 میں ارشاد رب العزت ہے۔ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

ترجمہ:- ''پھر اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرور خسارہ میں رہتے''۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں"اس آیت میں فضل اور رحمت سے مراد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی ہے۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"اگر میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی صورت میں تم پر اپنا فضل اور رحمت نہ کرتا تو تم تباہ و برباد ہو جاتے"۔

سورۃ الانبیاء،آیت نمبر 107 میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ خود حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ "معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی سب سے بڑی رحمت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔لہٰذا اب مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ:اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ جو سب سے بڑی رحمت یعنی رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ان کی ذات گرامی،ان کی آمد اور ان کے میلاد پر (پیدائش پر) خوب خوشیاں مناؤ اور اس پر خوب مسرت کا اظہار کرو۔

مندرجہ بالا آیت میں ''فضل اور رحمت''دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔لیکن ان کے لئے ضمیر اس کے بعد''ذٰلِكَ'' کی واحد لائی گئی ہے حالانکہ دو چیزوں کے لئے عربی میں ضمیر تثنیہ کی (جمع کی) آتی ہے۔لیکن یہاں واحد ضمیر لا کر ارشاد کر دیا"میرا فضل اور میری رحمت سے یہاں دو الگ الگ چیزیں مراد نہیں ہیں۔بلکہ ایک یعنی ذات مصطفی خاتم النبیین ﷺ مراد ہے۔جو میرا اعظیم فضل بھی ہے اور میری سب سے بڑی رحمت بھی ہے"۔

لہٰذا اسی ایک ذات کی آمد پر خوشی منانے کا اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خوش ہونے اور اس کا شکر ادا کرنے کے کئی طریقے ہیں نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر،تلاوت قرآن کر کے،صدقہ و خیرات کر کے،ذکر کر کے وغیرہ۔الغرض مختلف طریقوں سے عبادات کر کے اس کا شکر ادا کیا جاتا ہے لیکن یہاں مندرجہ بالا آیت میں کسی خاص چیز کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔---رب العزت کی ذات پر قربان کہ یہاں''فَلْيَفْرَحُوْا'' کا عام لفظ لا کر بتا دیا کہ تم خوشی اور فرحت کے مواقع پر جس انداز سے

اپنے ملک اور تہذیب وتمدن کے مطابق خوشیاں مناتے ہو میرے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی آمد پر بھی اسی طرح اور اسی انداز سے خوب فرحت اور مسرت کا اظہار کر کے میری اس عظیم نعمت پر میرا شکر یہ ادا کرو۔----اس لئے اب کوئی میلا د شریف کے موقعہ پر روزہ رکھتا ہے، کوئی نوافل ادا کرتا ہے، کوئی مختلف قسم کے کھانوں کی دیگیں پکا تا ہے، کوئی اپنے گھر کو سجا تا ہے، کوئی قمقمے لگا تا ہے، کوئی لائٹنگ کرتا ہے، کوئی چراغاں کرتا ہے۔ الغرض حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا اُمتی جس انداز سے بھی خوشیاں منا تا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر کے اس کا شکر ادا کر رہا ہوتا ہے۔ اب اس آیت مبارکہ کے آخیر میں فرمایا ''هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ '' کہ یہ تمھارا خوشیاں منانا اس سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ دو قسم کی چیزیں جمع کی جاتی ہیں (1) ایک دنیا کے حوالے سے مال و دولت (2) دوسرے آخرت کے حوالے سے اعمال صالحہ۔ یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور صدقات وخیرات وغیرہ۔ لہٰذا اس آیت کے اب یہ معنی ہوئے کہ خواہ تم بنگلے کوٹھیاں، جائیدادیں، کاریں، بینک بیلنس الغرض یہ مالی دولت جمع کرلو۔ یا پھر خوب اچھی طرح نمازیں، روزے، عمرے، اور صدقات وخیرات کر کے اخروی دولت جمع کرلو۔ لیکن یاد رکھنا۔ میرے محبوب کے میلاد کی خوشیاں منانا ان سب سے بہتر ہے۔

دراصل اس آیت میں ان لوگوں کو جواب دے دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میلاد شریف کے موقع پر چراغاں، سجاوٹ اور جلسے جلوسوں پر روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی بجائے کسی یتیم یا بیوہ پر خرچ کر دیا جائے تو اچھا رہتا ہے- گویا ان کو جواب دے دیا کہ اپنے بچوں کی ولادت ان کی خوشیاں، شادی بیاہ وغیرہ اپنے ملک کی آزادی یا کسی بھی سربراہ مملکت کے آنے پر خوب خوشیاں مناتے ہو، بے دریغ پیسہ خرچ کرتے ہو اس وقت تمھیں یہ بات یاد نہیں آتی کہ یہ پیسہ کسی یتیم اور بیوہ پر خرچ کر دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور ساری کائنات کے محسن کی آمد پر خوشیاں منانا اللہ تعالیٰ کو تمام نیک اعمال سے زیادہ پیارا ہے اور یہ اظہار محبت مومنین کے لئے تمام اعمال خیر سے بدرجہ اولیٰ افضل و بہتر ہے۔ اس لئے کہ یہ اعمال، یہ نماز، روزہ، زکوۃ سب کچھ اللہ کے محبوب کا صدقہ ہی تو ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔

الغرض رب نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشیاں منانے کا حکم دے کر قیامت تک کے لئے میلاد منانے کو اپنی سنت اور اپنے خاص قرب کا ذریعہ بنا دیا۔ لہٰذا آج جو میلاد کی خوشیاں مناتا ہے۔ وہ سنت الٰہیہ اور سنت انبیاءؑ اور سنت مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ اور سنت اولیاءؒ پر عمل کرنے والا ہوتا ہے۔

سورہ الاحزاب، آیت نمبر 56 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو" درود کا مطلب کیا ہے؟ pray for prophet تو معاذ اللہ کیا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں یا ہماری دعائیں ان کا کچھ سنوار سکتی ہیں؟ یہ ایک کوڈ ہے جس کو ہمیں سمجھنا ہے۔۔۔۔غور سے سمجھیں۔۔۔۔جب ہم درود پڑھتے ہیں تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ ان پر اپنی رحمت میں اضافہ فرما اور برکت میں اضافہ فرما۔ یہ ہمارے لیے ضروری ہے۔ ہم نے نمازیں ادا کیں۔ اس میں درود شریف، ذکر کیا۔۔۔تو ہم نے درود شریف پڑھ لیا۔ کسی جنازے کی نماز بھی ادا کر لی تو درود شریف پڑھ لیا۔ یہ درود پاک پڑھنا اتنا زیادہ ضروری کیوں ہے؟ ہمیں اس کے پڑھنے پر اتنا Bound کیوں کیا گیا؟ کیوں اتنی پابندی لگا دی گئی؟ اس لئے کہ: درود شریف دعا ہے۔ اسلام یہ ہے کہ جو تمہیں دعا دے اس کے بدلے میں اس کو ویسی ہی دعا دو یا اس سے بڑھ کر اس کو دعا دو۔

اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اہتمام فرمایا ہوا ہے کہ جو شخص بھی درود پڑھتا ہے اور درود بھیجتا ہے تو وہ اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کو اس کے والدین کے ناموں کے ساتھ پہنچا دیا جاتا ہے۔ تو جب ہمارا نام لے کر دعا پہنچائی جاتی ہے تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ بھی ہمارے لیے دعا فرماتے ہیں اور وہ دعا ہماری دعا سے بہتر ہوتی ہے اور جس کے دعا گو رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہو جائیں ان کی بخشش ہو جاتی ہے-

اس لیے یاد رکھیں کہ امت مسلمہ کی بخشش کو confirm کرنے کے لیے پروردگار عالم نے درود کا سلسلہ جاری فرمایا۔ تو ہماری بخشش کا یہ اللہ تعالیٰ نے بندوبست کر دیا کہ چاہے ہم نے زندگی میں ایک بار ہی درود پڑھا ہو تو ہمیں ایک بار تو آپ خاتم النبیین ﷺ سے دعا مل گئی۔ اس لیے درود شریف کی اہمیت کو سمجھانے کے لیے یہ point سامنے رکھا گیا کہ ہمیں اندازہ ہو کہ ہمارے لیے اس درود پاک میں کتنا بڑا code ہے اور کتنی بڑی مہربانی اللہ تعالیٰ کی چھپی ہوئی ہے یعنی نبی پر درود بھیجنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ یہ ہمارے کام آنے والی چیز ہے۔ یہ دعا ہمیں بخشش کا پروانہ دے کر لوٹائی جائے گی لیکن اس کے ساتھ اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ بھی ضروری چیز ہے۔------یاد رکھیں! اطاعت اور اتباع ایمان کا بنیادی اور تکمیلی تقاضا ہے۔ ایمان تو ہم لا چکے ہیں اتباع کی ضرورت ہے۔ اطاعت میں تمام احکامات قرآنی آجائیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اتباع میں پیروی رسول خاتم النبیین ﷺ یا سادہ الفاظ میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ سنتوں کو زندہ کرنا ہے۔ سب سے پہلی چیز درود پاک کی کثرت کرنی ہے۔ درود پاک کے کثرت سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر درود پاک میں دوام عشق رسول خاتم

النبیین ﷺ تک پہنچا دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے ترجمہ: "اے ایمان والواللہ اوراس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت کرو"۔(سورہ انفال آیت نمبر 20)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنی مکمل اطاعت اور اتباع کوایمان کی شرط قرار دیا ہے۔

حدیث: آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی تمام خواہشات کو میری تعلیم کے تابع نہ کردے"۔(مشکوۃ المصابیح، جلد 1، حدیث نمبر 167)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا اتباع ہی حقیقی ایمان ہے۔ یہ اتباع نبی اور امتی کے درمیان ایک تعلق کی بنیاد ڈالتا ہے۔ یہ تعلق اگر مضبوط ہے تو ایمان کامل ہے اور اگر یہ تعلق کمزور ہے تو ایمان ناقص یا نامکمل ہے یعنی ایمان کمزور ہوتا جارہا ہے۔ فکر نہ کی گئی تو یہ تعلق ٹوٹ جائے گا۔

اس لیے عیدمیلادالنبی خاتم النبیین ﷺ بڑی دھوم دھام سے منائیں۔ جشن منائیں، چراغاں کریں، قران خوانی، محفل، نعت خوانی کریں، روزہ رکھیں، جلوس نکالیں لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ فرائض واجبات، سنت کا خیال رکھیں۔ فرائض کی کمی وکوتاہی کو معاف نہیں کیا جائے گا کیونکہ بنیادی چیز اللہ اور اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت ہے۔ اس میں تمام احکامات آجائیں گے۔ یعنی بخشش کا ذریعہ اعمال ہوں گے جو کہ ایمان کو قوی کریں گے۔

اعمال کرتے وقت عمل کا انتخاب بے حد ضروری ہے- اس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے فرائض --- پھر واجبات --- پھر سنت موکدہ --- اور پھر سنت غیر موکدہ (یعنی مستحب)۔ اللہ تعالی سے قرب حاصل کرنے کے لیے فرائض کی پابندی سب سے زیادہ ضروری ہے۔ یہ قرض ہے جو ضروری اتارنا ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! عمل کرنا اتنا اہم نہیں جتنا عمل کا انتخاب کرنا اہم ہے کیونکہ زندگی مختصر ہے بہت تیزی سے ہم موت کی طرف جارہے ہیں۔

ایک یہودی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا" اے امیر المؤمنین تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو یوم عید بنالیتے"۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا" وہ کون سی آیت ہے"؟ اس نے جواب دیا:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا

ترجمہ: " آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا"۔(سورہ المائدہ، آیت نمبر 3)

حضرت عمرؓ نے جواب دیا" ہم اس دن اس مقام کو خوب جانتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت آپ خاتم النبیین ﷺ عرفات کے میدان میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے (یعنی عرفہ اور جمعہ کا دن ہمارے لیے عید کے دن ہیں) اور یہ آیت ہماری دوعیدوں کے دن ہی نازل ہوئی ہے"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 45)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک دن یہ آیت پڑھی۔ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا

ان کے پاس اس وقت یہودی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے یہ آیت سن کر کہا" اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کو یعنی اس دن کو عید کا دن قرار دیتے ہیں"۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا" یہ آیت دوعیدوں کے دن یعنی حجۃ الوداع کے موقع پر جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی"۔(مشکوٰۃ، جلد اول حدیث نمبر 1340)

حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: " بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن ہے۔ اس کا درجہ اللہ تعالی کے نزدیک عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی زیادہ ہے"۔ اس کی پانچ خصوصیات ہیں:

1- اللہ تعالی نے اس دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ 2- اس دن اُن کی روح کو زمین پر اتارا گیا۔

3- اسی دن اللہ تعالی نے ان کو وفات دی۔ 4- اور اسی دن قیامت آئے گی۔

5- اور اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ بندہ اس میں جو بھی اللہ سے مانگے اللہ اس کو دے دے جب تک کہ حرام چیز کا سوال نہ کرے-

جمعہ کے دن مقرر فرشتے، آسمان اور زمین، ہوائیں، پہاڑ اور سمندر (قیامت کے آنے سے) ڈرتے رہتے ہیں۔(ابن ماجہ، حدیث نمبر 1084)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوں وہ تو عید کا دن اور جس دن فخر بنی آدم پیدا ہوں۔۔۔۔۔ تو اس دن کو عید کا دن نہ مانا جائے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟؟؟ یہ عید بھی ہے اور یقینی طور پر جشن بھی-

اللہ تعالی ہمیں عیدمیلادالنبی (خاتم النبیین ﷺ) منانے کی توفیق عطا فرمائے- (آمین)

رحمت رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی بارش

سورہ النساء، آیت نمبر 59 میں فرمان الٰہی ہے: یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی" - یعنی اللہ کا حکم مانو اور نبی کا اتباع کرو۔ اطاعت حکم کی کی جاتی ہے۔ اور اتباع نقش قدم کا۔

اطاعت اور اتباع رسول -- ایمان کا آخیری اور تکمیلی تقاضہ ہے۔ صاف بتایا گیا ہے کہ ایمان والوں کے لیے کیا ضروری ہے---- اللہ کا حکم مانو اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلو--- ارشاد باری تعالی ہے:

1) سورہ انفال، آیت نمبر 20 ترجمہ؛" اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"۔

2) سورہ آل عمران آیت نمبر 132 ترجمہ:" اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔

3) سورہ نور آیت نمبر 54 ترجمہ:"اگر تم اس رسول پاک خاتم النبیین ﷺ) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے"۔

4) سورہ النساء آیت نمبر 80 ترجمہ:"جس نے رسول خاتم النبیین ﷺ کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا"۔

5) سورہ آل عمران آیت نمبر 31 ترجمہ:"(اے حبیب خاتم النبیین ﷺ) آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمھیں اپنا محبوب بنالے گا" ------ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنی مکمل فرمانبرداری، اطاعت اور اتباع کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ترجمہ:" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ اپنی تمام خواہشات کو میری تعلیم کے تابع نہ کر دے" ۔------ اللہ تعالی نے قرآن پاک علمی صورت میں نازل فرمایا اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو عمل کا نمونہ بنا کر بھیجا۔ ہر حکم قرآن پاک میں آیا اور عمل آپ خاتم النبیین ﷺ نے کر کے دکھایا۔ اللہ تعالی حکیم ہیں۔ اللہ سے بڑھ کر حکمت کس کے پاس ہوگی؟

بات یہ ہے کہ: بے زباں کو جب وہ زباں دیتا ہے

پھر پڑھنے کو ہاتھوں میں قرآن دیتا ہے

ہم لوگ مسلمان ہیں اور اللہ تعالی کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں مسلمانوں کے گھر میں پیدا فرمایا۔ اگر ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے محبت ہوتی تو ہم ضرور قرآن پاک کو ترجمے سے سمجھ کر پڑھتے۔ ہم نے اقرار کیا لا الہ الا اللہ۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ اب اس اقرار کے بعد سب سے زیادہ چیز جو ہمارے لیے ضروری تھی وہ یہ کہ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس ہستی کو میں نے اپنا معبود ہونے کا اقرار کیا ہے وہ ہم سے چاہتا کیا ہے؟ اور یہ صرف اور صرف کلام الٰہی بتاتا ہے کہ رب کیا چاہتا ہے۔ ہم نے کلام الٰہی کو صرف اور صرف زبانی پڑھنے پر ہی اکتفا کر لیا۔ بے شک زبان سے پڑھنے کا بھی ایک ثواب ہے لیکن قرآن پاک ہمارے پاس زندگی گزارنے کا ایک آئین ہے کہ ایک مسلمان کو زندگی کیسے گزارنی چاہیے۔ اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ہر آیت کا مطلب اور مراد ربانی سمجھا دیا کہ اس آیت سے رب کا یہ مطلب ہے۔

انسان من چاہی زندگی گزارتا رہتا ہے لیکن سب انسان ایک جیسے نہیں۔ اللہ کے فرمانبردار بندے رب چاہی زندگی گزارتے رہتے ہیں۔

یاد رکھیں! انسان انفرادی طور پر الگ الگ چاہے جتنے بھی گناہ کریں وہ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب نافرمانیاں اجتماعی شکل اختیار کر لیں تو اللہ تعالی زمین کو ہلا ڈالنے کا حکم فرماتا ہے۔ اور پھر چند ہی منٹ میں سو سو منزلہ عمارات زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ زلزلہ ہو یا سیلاب، اندھی ہو یا سمندر کا زور یہ چند ہی منٹ میں ہزاروں آدمی کیوں زمین بوس ہو جاتے ہیں؟

سورہ شوری، آیت نمبر 31 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ:"اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اور اللہ تو بہت سی خطاؤں کو درگزر کرتا ہے"۔

سورہ النور آیت نمبر 31 ترجمہ:"اور تم مل کر اللہ تعالی کی طرف پلٹو اے مومنو تا کہ تم فلاح پاؤ"۔

غور طلب بات یہ ہے کہ انفرادی برائیوں پر پکڑ نہیں اللہ جانے اور وہ بندہ جانے--- لیکن برائیاں اگر اجتماعی شکل اختیار کر لیں تو تباہی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل تقریباً 80 فیصد لوگ گناہ کو گناہ ہی خیال نہیں کرتے۔ گویا گناہ کا تصور ہی مٹتا جا رہا ہے۔ آخر گناہ ہے کیا؟

گناہ کیا ہے؟ گناہ سے مراد ہر وہ فعل ہے جو نیکی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والا ہو۔ انسان جب نیکی کی راہ سے بھٹک جائے گا تو سوائے خواہش نفس کے پورا کرنے

کے اور کوئی دھن باقی نہیں رہے گی اور پھر تباہ ہو جائے گا۔

گناہ کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ گناہ یہ ہیں کہ تیرا رب تجھے وہ کام کرتا نہ دیکھے جس سے اس نے تجھے منع فرمایا ہے۔ ویسے تو گناہ گونگے ہوتے ہیں لیکن جب بھی انہیں موقع ملتا ہے یہ مکافات عمل کی خدائی لاٹھی ایک دم اس انسان کے سر پر آن پڑتی ہے۔ یہ وہ خدائی لاٹھی ہے جو بے آواز ہوتی ہے لیکن چند لمحوں میں ہی انسان کے ہوش ٹھکانے لگا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو سخت دل پسند نہیں۔ اللہ کسی پر ظلم وزیادتی کو معاف نہیں کرتا کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تعالیٰ کی نگاہ ہر چیز کو دیکھتی ہے۔ گناہ کا تعلق چاہے دل سے ہو یا اعضاء سے۔ کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ ان کی معافی بندوں سے ہی مانگنی ہے لیکن ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرنے ہیں۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ شریعت کیا ہے تو گناہ کا تصور بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ اور اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنا شریعت ہے اور شریعت کے خلاف چلنا گناہ ہے---- یعنی ہم مسلمان ہیں-----۔ ہر وہ بات جس کو قرآن پاک میں نہ کرنے کا حکم ہوا اور ہر وہ بات جس کو شریعت نے ناپسند فرمایا اور جس کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے صراحت سے نفی فرمادی وہ گناہ ہے۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ گناہ حقوق اللہ سے متعلق بھی ہوتے ہیں اور حقوق العباد سے متعلق بھی۔ روز محشر حقوق العباد کی پوچھ ہوگی جیسا کہ میں نے بارہا بتادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفار ہے۔ اپنے گناہ یعنی جس نے حقوق اللہ میں کوتاہی کی بشرطیکہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا وہ "غفار" معاف فرمادے گا۔

اب حقوق العباد میں بڑی بڑی نافرمانیوں پر تو بہت بات ہوتی رہتی ہے۔ ماں باپ، رشتہ داروں، پڑوسیوں، مساکین، محتاجوں کے حقوق وغیرہ۔ آج کچھ ایسے گناہوں کی طرف توجہ دلائی جائے گی یعنی آج وہ گناہ بتائے جائیں گے جن کو انسان خصوصاً آج کل کے مسلمان گناہ ہی نہیں سمجھتے اور جب کسی گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جاتا تو اس پر توجہ کرنے کی طرف توجہ بھی نہیں جاتی اور شیطان کا داؤ خوب کامیاب رہتا ہے۔ ظلم، زیادتی، بے حسی، بے مروتی خود پسندی، طنز، طعنہ زنی، سود خوری، چور بازاری، ملاوٹ کون کون سی بیماریاں ہیں جو آج ہم مسلمانوں میں نہیں۔

سودا ہے ضمیروں کا ہر سمت تجارت ہے
چپ ہیں تو قیامت ہے، بولیں تو بغاوت ہے

1) جو چیز آج کل بہت عام ہے کسی کے خاندان نے ایک گھر یا گھر کا کچھ حصہ کرائے پر لیا۔ کچھ عرصے تک کرایہ باقاعدگی سے ادا کیا پھر کچھ عذر کر دیا دو چار ماہ کے بعد مالک کے بے حد تقاضے پر چپکے چپکے کہیں دور دوسرا گھر یا کوئی کمرہ کرائے پر لیا۔ رات کی تاریکی میں سامان منتقل کیا۔ اور یہ جا وہ جا---- سمجھے ہم بہت کامیاب ہیں--- یہ گناہ ہے۔ خاندان کے جس جس بچے نے یہ حرکت دیکھی اس کے دل میں سے یہ بات نکل گئی کہ ایسا کرنا گناہ ہے ہم نے اپنی نادانی سے اپنی اولاد کو ایک گناہ کی ترغیب کر دی۔ اب اس خاندان کے حصے میں بے سکونی، بیماری اور بلائیں آ گئیں۔

2) اولاد میں سے کسی نے کہا کہ "میں نے ایک پلاٹ لینا ہے۔ ماں مجھے اپنا زیور دے دو۔ جب میں پلاٹ فروخت کروں گا یا اگر اس پر گھر بنالوں گا تو میں یہ زیور آپ کو بنوا دوں گا"۔ ماں کو تو قدرت نے ویسے ہی رحم دل بنایا ہے فوراً ہی اولاد کے کہنے پر یقین کر لیا۔ اور زیور اس کو دے دیا۔ ایک دن ماں کو معلوم ہوا کہ اس کے بیٹے نے تو وہ پلاٹ کب کا بیچ دیا۔ یاد رکھیں! کہ اس زیور میں ماں کے تمام بچوں کا حق تھا۔ نالائق بیٹے نے ماں کا حق مارا اپنے تمام بہن بھائیوں کا حق مارا اور جن سے رقم ادھار لی تھی۔ ان کو بھی واپس نہ کی۔ روز محشر جو عذاب ہوگا۔ وہ تو الگ ہوگا لیکن مکافات عمل کی خاموش لاٹھی اس کے سر پر دنیا میں برستی رہے گی۔

3) اسی طرح ایک شخص نے اپنے کاروبار کے لیے ماں باپ کا ذاتی مکان بیچا اور اپنے کاروبار میں لگا دیا۔ بے شک اس کا ارادہ نفع میں سے دوبارہ ماں باپ کے لیے مکان دینے کا ہو۔ لیکن نفع نہ ہوا نقصان ہو گیا اور مکان بھی ختم۔ ماں باپ کرائے کے مکان میں آ گئے لوگ اس بیٹے پر ترس کھانے لگے اور ان ماں باپ پر بھی۔ اس معاملے میں نہ تو ماں باپ ترس کھانے کے قابل ہیں اور نہ ہی وہ نالائق لڑکا۔ مکافات عمل شروع ہو جائے گا کیونکہ اس مکان پر تو تمام اولاد کا حق تھا۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے سامنے ایک شخص نے بڑے فخر سے بتایا کہ "اس نے اپنا ایک غلام اپنے ایک بیٹے کو دے دیا ہے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا" تمہارے کتنے بیٹے ہیں"؟ کہا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ! تین بیٹے ہیں"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ہر ایک کو ایک، ایک غلام دیا ہے"؟ کہا "نہیں-- بس ایک کو دیا ہے"۔ فرمایا" کیوں"؟ اس پر ان صحابی نے اپنے بڑے بیٹے سے بھی وہ غلام واپس لے لیا۔

قرآنی تعلیمات کے مطابق ماں باپ کی زندگی میں، ان کی جائیداد اور ان کے مال میں سے کسی کا زیرو فیصد بھی حق نہیں ہوتا۔ یہ تمام مال وجائیداد کی تقسیم قرآن پاک میں

درج ہے۔ اگر اولاد میں سے کوئی مجبوراً جائیداد یا اس کا حصہ یا کوئی رقم لیتا ہے تو وہ اس کو اپنا حق سمجھ کر نہیں قرض سمجھ کر دے سکتا ہے کیونکہ اس جائیداد، مال یا زیور میں باقی بھائی بہنوں کا حق بھی ہے۔ اور اگر اس نے یہ حق نہ دیا تو پھر یہ خاموش لاٹھی اس کے سر پر لٹکتی رہے گی اور جب موقع ملے گا سر پر پڑے گی اور ہوش حواس گم کر دے گی۔

4) اسی طرح کسی سے ادھار لے کر واپس نہ کرنا۔ 5) کسی کے جائیداد پر زبردستی قبضہ کر لینا اور اسے اپنا حق سمجھنا۔

6) کسی کی چیز کو بغیر اس کی اجازت کے استعمال کرنا۔ 7) بھائی بہن کی یا کسی کے بھی مال کو اپنا مال ہی سمجھنا۔ جب کہ وہ دینے پر راضی بھی نہیں۔

8) کسی کو بے وقوف سمجھ کر اس کا مال اڑانا یا استعمال کرنا۔ غرض شریعت کے خلاف کوئی بھی چھوٹا یا بڑا کام کرنا۔

ہمیں ہر معاملے میں قرآن پاک اور حدیث مبارکہ سے رہنمائی لینی چاہیے۔ شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہیے ہم مسلمان ہیں مسلمان کا مطلب ہے " فرمانبردار" یعنی اللہ کو ماننے والا۔ ہمیں صرف اللہ کو ماننے والا ہی نہیں بننا۔ بلکہ اللہ کی ماننے والا بھی بننا ہے اور یہ صرف اور صرف نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی پیروی کی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔

قرآن پاک سورہ الانبیاء آیت نمبر 107 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ:" اور ہم نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

یہ ایک ایسی رحمت ہے جس نے سارے عرب کو زندہ کر دیا پھر ان زندہ ہونے والوں نے ساری دنیا کو زندہ کر دیا۔ پھر خود رحمت کی کیا شان ہوگی؟ یہ رحمت نہیں بلکہ رحمت کی بارش تھی۔ اس لیے بندگی کا حق اس وقت ہی ادا ہوگا جب اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کیا جائے اور دعا اللہ سے کی جائے۔

حدیث مبارکہ: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" میں مومنین کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اگر کوئی مر گیا اور اس نے قرضہ چھوڑا تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور اگر اس نے مال ترکہ میں چھوڑا تو وہ وارثوں کا ہے"۔ (بخاری)

اللہ اکبر! وہ ایسے کریم ہیں کہ کچھ دینا ہو تو وہ دیں گے اور کچھ لینا ہو تو وہ ورثہ لیں گے۔ وہ تو بے نیاز ہیں اور بے نیاز کے محبوب ہیں۔ وہ رحمت والے ساری مخلوق پر رحمت کی بارش برساتے ہیں۔ ظلم و زیادتی کرنے والوں اور شریعت کے خلاف کوئی بھی کام کرنے والوں کے سر پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لاٹھی لٹکتی رہتی ہے اور جب بھی موقع ہوگا یہ لاٹھی اس کے سر پر پڑے گی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس لاٹھی کی آواز کو ہم سن سکیں یہ بے آواز لاٹھی ہے۔ جس طرح ظلم و زیادتی بے آواز ہوگی یہ لاٹھی بھی بے آواز پڑے گی۔ انسان اپنی زندگی میں پرسکون نہیں رہے گا کسی کام میں برکت نہیں ہوگی۔ اولاد کی طرف سے سکون نہیں رہے گا --- کاروبار میں ترقی نہیں ہوگی --- بیماریاں، پریشانیاں، بے برکتی ایسے انسان کو ہمیشہ تنگ کرتی رہیں گی یہی تو خاموش لاٹھی ہے۔

قرآن پاک اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ سکون، اطمینان، طمانیت اور برکت صرف اور صرف قرآنی احکامات پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ہم جیسے لوگ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے احکامات کو سمجھانے اور پھیلانے کے لیے صرف ایک چینل ہیں۔

ہمیں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ فرض عبادت کے بعد سب سے بڑی اور سب سے خوبصورت عبادت کسی پر زیادتی نہ کرنا، کسی کے کمزوری اور خاموشی سے فائدہ نہ اٹھانا، دوسروں کے درد کو محسوس کرنا۔ اس درد کو دور کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اس درد کے مداوے کے لیے دعا کرنا ہے۔ زندگی میں ہمیشہ وہ لوگ پرسکون رہتے ہیں جو پوری نہ ہونے والی خواہشات سے زیادہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہیں۔

دنیا کا سب سے خوبصورت انسان وہی ہے جس سے بات کرنا آسان ہو۔ جس سے مدد طلب کرنا آسان ہو، جو لوگوں کے دکھ درد میں شامل رہے، اگر ہم میں سے کوئی بھی ایسا ہے تو یقین جانیے کہ اللہ نے اس کو خاص بنایا ہے۔ یہی تو اپنا پن ہے کہ سب کے لیے اچھا سوچیں، اچھا کریں اور اپنی باتوں کو پانی کے قطروں سے زیادہ شفاف رکھیں کیونکہ جس طرح قطروں سے دریا بنتا ہے اسی طرح باتوں سے کردار بنتا ہے۔ اور اچھے کردار کے لیے ہماری نیت اور عمل ہونا ضروری ہے۔ جیسے ہی کوئی لغزش، کوئی کوتاہی، کوئی گناہ ہو جائے فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔ وہ جو دیکھ کر بھی نفرت نہیں کرتا، وہ جو خطاؤں پر بھی پکڑ نہیں کرتا، وہ جو نافرمانیوں پر بھی دعائیں رد نہیں کرتا، وہ جو ہمارے لیے تنہائی میں بھی کافی ہو جاتا ہے۔ وہ جو ہماری سسکیوں کا بھی ساتھی ہے، وہ جس کی محبت کے سامنے ہر محبت ناقص ہے۔ وہ جسے منانے کے لیے ندامت کا ایک آنسو کافی ہے، وہی تو محبت ہے --- وہی تو مالک ہے۔ وہ ایسی ہی محبت کرنے کے لیے ہمیں ترغیب دیتا ہے۔ مظلوموں سے محبت، یتیموں، بیواؤں سے محبت، ماں باپ رشتہ داروں سے محبت۔ مظلوم، بیوہ، یتیم۔ مظلوم لوگوں پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ صرف نگاہ نہیں بلکہ بصیرت کی نگاہ۔ یہ لپٹ کر مانگنے والے نہیں ہوتے۔ یہ چہرے مہرے سے پہچانے جاتے ہیں۔ تحمل، عاجزی، انکساری کو اپنائیں اس لیے کہ تکبر انسان کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے۔

چاہے وہ طاقت کا ہو، دولت کا ہو، درجے کا ہو، رتبے کا ہو، حسن کا ہو، علم کا ہو، حسب ونسب کا ہو، حتیٰ کہ تقویٰ کا ہی کیوں نہ ہو۔ دلوں کو میل سے صاف رکھیں۔ اور دل میں سکون نہ ہو تو اللہ کو اپنے پاس موجود پائیں، توبہ کریں۔ اللہ کو بتایا کریں---- اپنے دل کی کیفیت اسے بتایا کریں ہم کیا محسوس کر رہے ہیں۔ کتنی تکلیف میں ہیں۔ یقین کریں وہ بہت ہی پیار سے سنے گا۔ اس کے سامنے رولینے سے ہی ہمارے دل میں سکون اترتا ہے بے شک وہ تو دلوں کا ہم راز ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تمام تر تعلیمات ہمارے لیے نمونہ ہیں--- آئینہ ہیں۔ یاد رکھیں! جب دلوں میں میل، طبیعت میں ضد اور الفاظ میں مقابلہ آجائے تو یہ تینوں جیت جاتے ہیں--- تعلقات اور رشتے ہار جاتے ہیں۔ قرآن پاک تو ہمارے لیے علم کا خزانہ ہے علم ہمیں طاقت دیتا ہے اور کردار ہمیں احترام دیتا ہے۔ بدلہ نہ لے کر ہم انسان کے سوئے ہوئے احساس کو جگا دیتے ہیں الفاظ چابیوں کی مانند ہوتے ہیں ان کا درست استعمال کر کے ہم لوگوں کے منہ بند اور احساس جگا سکتے ہیں۔

دوسروں کے سکون کے لیے صرف کیا ہوا ایک لمحہ اپنے لیے بسر کی ہوئی عمر خضر سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ظالم، مغرور، گھمنڈی پسند نہیں۔ طنز بھی نہ کریں-- برے ناموں سے نہ پکاریں۔ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہر شخص کامل اور خوبصورت ہے۔ بس خامی اور کمی ہمارے اخلاق اور رویوں میں ہے۔ خلوص اور اچھائی، اپنی نیت اور فطرت میں پیدا کریں۔ رب کو راضی رکھیں جب رب راضی ہونے لگتا ہے تو بندے کو اپنے عیبوں کا پتہ چلنا شروع ہو جاتا ہے اور یہی اس کی رحمت کی نشانی ہے۔

زندگی کا ہر لمحہ جو سجدہ کرنا سکھا دے--- ہر وہ درد جو اللہ کے آگے رونا سکھا دے--- ہر وہ آزمائش جو اللہ کے قریب اور دنیا سے دور کر دے۔ یقین جانیں کہ ہمارے اوپر اللہ کی عطا ہے، فضل ہے، نعمت ہے۔ اور یہ سب کچھ خدمت خلق کے صلے میں ملتا ہے۔ انسان محبت اور اچھے اخلاق سے لوگوں کے دل جیت لیتا ہے۔ دوسروں کا احساس کرنے سے دوسروں کی خبر رکھنے سے انسان اپنا وقار بڑھاتا رہتا ہے۔ دیوار سے لگے شیشے اور دل سے جڑے رشتے ہمیشہ غفلت ہی سے ٹوٹتے ہیں۔ اخلاق وہ چیز ہے جس کی قیمت نہیں دینی پڑتی مگر اس سے ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی رہائش کے لیے جنت بنائی تھی۔ جنت کا مطلب ہے ایسی جگہ جہاں غم، خوف، ڈر، فساد اور مشقت نہ ہو بے سکونی، بدصورتی، گندگی، غلاظت اور کثافت نہ ہو۔ جب غم اور خوف ختم ہو جائیں تو خوشی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ دنیا لاکھوں پریشانیوں، دکھوں اور مصیبتوں کی دنیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہر شخص اپنی آگ میں جل رہا ہے۔ منافقت نے ہر کسی کا چہرہ مسخ کر دیا ہے۔ مسکراہٹ--- ابلیسیت میں بدل گئی ہے اور اخلاص--- فریب میں تبدیل ہو گیا ہے۔

انسان میں مروت اور ظرف نام کی کوئی قدر ہی باقی نہیں رہی۔ اصل میں یہ دنیا کانٹوں بھرا راستہ بھی ہے کوئی کانٹوں بھری زندگی کو گلے لگا لیتا ہے اور کوئی خوشیوں بھری زندگی کو۔ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر آدمی اگر چاہے تو پرسکون اور پرمسرت زندگی کو اپنا سکتا ہے۔ ہمارے نبی خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ سکون کیا ہے؟ اطمینان قلب کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

اس کا فارمولا یہ ہے کہ جو چیز حاصل ہے اس کو شکر کے ساتھ استعمال کیا جائے اور جو چیز حاصل نہیں ہے اس کے حصول کے لیے تدابیر کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کیا جائے اور شکر کیا جائے اور نعمتوں کے فقدان پر صبر کیا جائے، یعنی راضی بہ رضا رہے۔ لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ اس لیے موجودہ زمانے میں جب انسان نعمتوں کا کفران کرتے ہیں اور صبر سے خود کو آراستہ نہیں کرتے، تو ان کے دلوں میں دنیا کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے۔ یہ دنیا عارضی اور فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ عارضی اور فنا ہو جانے والی دنیا کو مقصد زندگی قرار دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان سکون کی گہوارے میں ابدی زندگی تلاش کرے اور دنیا کے تمام وسائل اور ساز و سامان کو راستے کا گرد و غبار سمجھے۔

یہ مال و زر، یہ دولت اور یہ دنیا، سب کچھ انسان کے لیے بنائے گئے ہیں۔ جب کہ انسان خود کو یہ باور کروانے میں مصروف ہے کہ مجھے دنیا کے لیے بنایا گیا ہے۔ نوع انسانی--- دین اور اخلاقی قدروں سے اتنی دور ہو گئی ہے کہ اس کے شعور پر حیوانیت کا غلبہ نظر آنے لگا ہے۔ اور یہ سب کچھ تعلیمات نبوی خاتم النبیین ﷺ پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ تمام احکامات قرآن پاک میں آئے ہیں اور ان پر عمل ہمیں ہمارے نبی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے کر کے دکھایا ہے۔ اگر ہم احکامات قرآنی پر عمل کریں اور قرآن کو سمجھیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ عبادت صرف جائے نماز پر نہیں ہوتی۔ اسلامی تعلیمات اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ نے واضح کر دیا ہے کہ میٹھی زبان، اچھے الفاظ، نرم رویہ اور عفو درگزر بھی عبادت ہے۔

کسی کی خدمت میں پیش کیے جانے والے تحفوں میں سب سے بہترین تحفہ احترام ہے۔ مصرف دنیا سے منع نہیں فرمایا گیا محبت دنیا سے منع کیا گیا ہے۔ تین باتیں اختیار کر

کے آدمی ہمیشہ پرسکون رہ سکتا ہے۔

1) پہلی بات: پہلی بات یہ ہے کہ جو تمہارے پاس ہے اس کا شکر ادا کرو اور جو تمہارے پاس نہیں ہے اس کا شکوہ نہ کرو۔

2) دوسری بات: دوسری بات یہ ہے کہ جدوجہد کرو اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں کسی کی کوشش رائیگاں نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو جو بھی تھکن، بیماری، فکر، غم، تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے یہاں تک کہ اگر ایک کانٹا بھی چبھے تو اللہ تعالی اس کے ذریعے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔

3) تیسری بات: تیسری بات یہ ہے کہ کسی سے توقع قائم نہ کرو۔ ہمیشہ مالک وخالق، اللہ تعالی کی ذات پر صدق دل سے یقین کرو۔

اگر ہم حکم اللہ اور اطاعت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعور بنالیں گے تو کبھی بھی نقصان میں نہ رہیں گے۔ ہم غور کریں تو موجودہ زمانے میں علم اپنے عروج پر ہے لیکن علم میں اتنا اضافہ ہونے کے باوجود انسان بے سکون اور پریشان کیوں ہے؟ آج کا انسان، ڈپریشن میں کیوں مبتلا رہتا ہے؟ اس کا سیدھا اور آسان جواب یہ ہے کہ انسان نے عارضی دنیا کی عارضی آرائش اور آرام یعنی فانی دنیا کے فانی اسباب ووسائل کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے۔

یاد رکھیں! سکون صرف ذکر الہی میں ہے۔ اور ذکر الہی قرآن ہے اور اللہ کو یاد رکھنا ہے۔ اور سکون چاہیے تو اللہ کو یاد رکھنا ہے اور قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑنا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش نظر رکھنا ہے---- جو آج اس دنیا میں آیا ہے، اسے کل اس دنیا سے جانا ہے۔ قرآن پاک کو پکڑنے کا مطلب اسے سمجھنا ہے اور پھر اس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالینا ہے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام اور حوا سے لے کر، اب تک ہر انسان کے مشاہدے میں ہے جو پیدا ہوتا ہے، وہ اپنی مرضی اور اپنی منشا کے بغیر اس دنیا سے چلا جاتا ہے---- ہم مسلمان ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ ہمارا خالق اللہ ہے- جس نے ہمیں پیدا کیا اور اس دنیا میں بھیجا- اس نے ہی اس دنیا میں رہنے کے تمام اسباب اور وسائل ہمیں مفت فراہم کیے۔ مثلاً ہوا، پانی، روشنی وغیرہ۔

قرآن پاک میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ دنیا عارضی طور پر آزمائش کے لیے بنائی گئی ہے یعنی اس نے ہمیں یہاں مستقل سکونت کے لیے نہیں بھیجا اس نے اس دنیا میں رہنے کے لیے ہمارے لیے قواعد وضوابط بنائے ہیں۔

قواعد وضوابط میں بہت ساری چیزیں آجاتی ہیں- ہماری پریشانیوں اور اضطراب کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے مقصد زندگی کو نہیں سمجھا کہ خالق حقیقی نے اس عارضی اور فنا ہونے والی زندگی میں ہمیں کیوں بھیجا ہے؟ جب کہ ہم نے اس دنیا کو ہی اپنے منزل سمجھ لیا ہے۔ زبان کی حد تک تو ہم سب کہہ دیتے ہیں کہ یہ دنیا عارضی ہے اور ہمیں ایک دن یہاں سے جانا ہی ہے--- ہم یہ بھول گئے ہیں کہ ہم مسافر ہیں۔ ہماری منزل یہ دنیا نہیں ہے۔ ہماری منزل آخرت کی دنیا اور اللہ تعالی کی ذات ہے۔ قرآن پاک سورہ آل عمران آیت 109 میں فرمان الہی ہے: ترجمہ: "اللہ تعالی کے لیے ہی ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالی ہی کی طرف تمام کام لوٹ کر جائیں گے"۔

اللہ تعالی نے اپنے قانون کے مطابق انسان کو تعمیر اور تخریب دونوں صلاحیتیں دی ہیں- اس لئے ابدی زندگی اور ابدی سکون کے حاصل کرنے کے لیے، اللہ تعالی نے صراط مستقیم کا پورا نقشہ قرآن پاک میں بتا دیا ہے اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی نمونے کے ذریعے واضح کر دیا ہے۔ ایک مسلمان اگر سعادت مند ہے تو "شر" سے بچتا ہے۔ اللہ تعالی شر اور فساد سے بچنے والوں پر ہمیشہ رحم کرتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کریں۔ اور بے جا دولت خرچ نہ کریں کہ دولت اڑانے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ شیطان اللہ تعالی کا باغی ہے۔ اللہ تعالی نے کچھ چیزیں واضح طور پر ہمیں بتائی ہیں کہ اگر ہم تہی دست ہیں اور کسی کو کچھ دے نہیں سکتے تو ہم مانگنے والوں کو نرمی سے ٹال دیں۔ وعدہ پورا کریں کہ وعدوں کی باز پرس ہوگی۔ ناپ تول پورا رکھیں۔ تجسس نہ کریں۔ ٹوہ نہ لگائیں۔ غیبت نہ کریں۔ چغلی نہ کریں۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلیں۔ عاجزی، تواضع، خوش خلقی، توکل اور قناعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں۔ اور یہ تمام باتیں ہمیں اتباع رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔

نیکی کا سفر شروع کریں اللہ تعالی سے توبہ کریں۔ نیکی کا سفر شروع کرنے کی خواہش بھی رب کی طرف سے منظوری کا اعلان ہوتا ہے۔ جن کو منظور نہیں کیا جاتا ان کو یہ شوق ہی نہیں ملتا۔ جب رب راضی ہونے لگتا ہے تو بندے کو اپنے عیبوں کا پتہ چلنا شروع ہو جاتا ہے اور یہی اس کی رحمت کی پہلی نشانی ہے۔ یہیں سے محبت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر اور پھر رحمت کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو اپنے حبیب حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کی بارش میں سے حصہ عطا فرمائے (آمین)

نعمتِ عظمیٰ خاتم النبیین ﷺ اور محبت رسول خاتم النبیین ﷺ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔جس نے عالم کون ومکاں کو پیدا کیا۔جس نے گناہ گاروں کو نجات کی راہ بتائی۔جس نے دوست و مجرم کو یکساں رزق دیا۔جس نے کبھی پکارنے والے کی پکار کو رد نہ کیا۔جس نے اُس سے مدد طلب کرنے والے کی ہمیشہ مدد کی۔جس نے مسافر کی اندھیری راہوں کے لیے اپنی محبت کی روشنی عطا فرمائی اور پھر عالم کون ومکاں پر سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ اپنے محبوب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو مخلوق کو عطا فرمادیا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اِس عطا کا شکر ادا کیا۔جتنی بڑی نعمت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا شکر درکار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک سورہ آل عمران، آیت نمبر 164 میں اِس نعمت اور احسان کا ذکر فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا　　　ترجمہ:"بے شک اللہ نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ اِن میں اپنا ایک رسول بھیج دیا"۔

دنیا کی سب سے بڑی نعمت دی اور اِس نعمت کی قدر کرنے کی وجہ سے یہ احسان جتلایا کہ میں نے تم پر یہ احسان کیا اب اِس نعمت کی قدر کرنی ہے۔اور جو پیغام آپ خاتم النبیین ﷺ لائے ہیں اُس پر پورا پورا عمل کرنا ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی کرنا ہے کہ تو نے ہمیں اِس نعمت عظمیٰ سے نوازا۔

اَب جب ثابت ہو گیا آپ خاتم النبیین ﷺ نعمت عظمیٰ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لیے سب سے بڑی عطا ہیں جو رب تعالیٰ کی طرف سے عنایت کی گئی تو دیکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نعمت کے لیے کیا فرمایا ہے:

(1)۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:(سورہ والضحیٰ آیت نمبر 11)　　وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ　　ترجمہ: "اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو"۔

(2)۔سورہ آل عمران، آیت نمبر 103 میں فرمان الٰہی ہے:　　وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ　　ترجمہ: "اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے"۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں۔لیکن کسی بھی قِسم کی نعمتیں دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے احسان نہیں جتایا۔باری تعالیٰ نے ہمیں کیا نہیں دیا؟ اچھی صحت، خوراک، ہوا، پانی، پھل، اولاد، مال۔ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرانہ ادا نہیں کر سکتے۔ایک نعمت ایسی بھی ہے کہ جس کا باری تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر فرمایا ہے کہ ''اِس نعمت کا خوب چرچا کرو''۔اور پھر اللہ تعالیٰ اُس نعمت کو یاد کرنے کے لیے بھی فرما رہے ہیں۔

(3)۔صحابی حضرت عمرو بن دینارؓ فرماتے ہیں کہ:"اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ہیں اور قرآن پاک میں جس نعمت کو یاد کرنے اور خوب چرچا کرنے کو کہا جارہا ہے اُسی نعمت عظمیٰ کی تشریف آوری کا مسلمانوں پر احسان خود خالق کائنات جتا رہا ہے "۔

سورۃ آل عمران، آیت نمبر 164 میں فرمان الٰہی ہے:　　ترجمہ:"بے شک اللہ نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ اُن میں اپنا ایک رسول بھیج دیا"۔

اب وہ جو عطا کا شکر ادا کرتا ہے وہ اہل نصیب میں سے ہے اور جو عطا سے منہ موڑتا ہے وہ اہل مہلت سے۔اللہ تعالیٰ منہ موڑنے والے کو بھی اُس وقت تک مہلت دیتا ہے جب تک اُس کا سانس حلق سے نکل نہیں جاتا۔سبحان اللہ ہے کوئی ایسی ذات جو مجرم کو اتنی لمبی مہلت دے۔اہل مہلت کو بُرا کہنا جائز نہیں۔جب تک مہلت کا وقت ختم نہ ہو جائے۔اہل مہلت کے بارے میں رائے زنی بھی جائز نہیں کیونکہ معاملہ ابھی بڑی عدالت کے روبرو زیر غور ہے۔جس جرم کی سزا بڑی ہوتی ہے اُس کا فیصلہ بڑے غور وغوض کے بعد سنایا جاتا ہے۔نماز حکم خداوندی ہے عصر کی نماز کا وقت ہے۔حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ حضرت علیؓ کے پہلو میں سر رکھ کر سو رہے ہیں۔نماز نِکل رہی ہے سورج غروب ہو رہا ہے۔لیکن حضرت علیؓ نے گوارہ نہ کیا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو جگایا جائے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے اٹھنے تک سورج غروب ہو چکا ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اٹھتے ہی پوچھا "علی نماز پڑھ لی"؟ فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں نے نماز آپ خاتم النبیین ﷺ کی خاطر قربان کردی"۔آپ خاتم النبیین ﷺ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے ہیں "اے اللہ! یہ علی تیری اطاعت اور تیرے رسول خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت میں مشغول تھا"سورج دوبارہ نکلا پہاڑوں پر دھوپ ظاہر ہوئی۔نماز ادا کی گئی۔(طبرانی 151:24 رقم 2390-ابن کثیر البدایہ والنھایہ(السیرۃ 583:6)

اَب دیکھیئے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیا ہے؟ یہ صرف بینا لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ہمیں حکم ہے کہ:(سورہ الحشر، آیت نمبر 7)

ترجمہ:"اللہ کا رسول خاتم النبیین ﷺ جس کام کے کرنے کا حکم دے اُسے کرو اور جس بات سے باز رکھے اُس سے باز آجاؤ"۔

ہمیں حکم ہے کہ:(سورہ انفال، آیت نمبر 24)　　ترجمہ:"جب اللہ اور اللہ کا رسول خاتم النبیین ﷺ بلائے فوراً چلے آؤ"۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ ایک صحابی کو آواز دی جو نماز میں مشغول تھے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے پھر آواز دی لیکن وہ نہ آئے آپ

خاتم النبیین ﷺ نے پھر آواز دی لیکن چونکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اِس لیے حاضر نہ ہو سکے۔ اور نماز کے ختم کرتے ہی فوراً حاضر ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے پوچھنے پر بتایا" میں نماز پڑھ رہا تھا"۔ کہا" تم پر واجب تھا کہ نماز چھوڑ دیتے اور میرے بلانے پر حاضر ہو جاتے"۔ اِس کے بعد آیت نازل ہوئی۔" جب اللہ اور اللہ کا رسول خاتم النبیین ﷺ بلائے فوراً چلے آؤ"۔ اِس کے بعد جب آپ خاتم النبیین ﷺ کسی صحابی کو بلاتے اور وہ حالت نماز میں ہوتا۔ تو نماز کو وہیں چھوڑ کر حاضر خدمت ہو جاتا۔ اور واپس آنے کے بعد نماز وہیں سے شروع کر دیتا جہاں چھوڑ کر گیا تھا اور کوئی سجدہ سہو بھی نہیں تھا۔ یہ کیا تھا؟ یہ تعلق کی بات تھی۔ جو آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔

اَب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا تعلق نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے کس نوعیت کا ہے؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے تعلق کے تین درجات ہیں۔

یہ ایک مسلمہ اور متفقہ حقیقت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ معنوی تعلق کو ایمان کہتے ہیں۔

اِس تعلق کے تین درجات ہیں۔ اِس اعتبار سے ایمان کے بھی تین درجات ہوئے۔ اِس لیے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ جس شخص کا تعلق جس درجے پر ہوگا۔ اُس کا ایمان بھی اُس نسبت سے بلند مرتبہ پر ہوگا۔

اول درجہ تعلق اعتقادی ہے۔　　　　دوسرا درجہ تعلق حُبی ہے۔　　　　تیسرا درجہ تعلق عشقی ہے۔

(1)۔ <u>تعلق اعتقادی:</u> جو زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق سے عبارت ہے اس کا ثمر اطاعت اور نصرت رسول خاتم النبیین ﷺ ہے۔ یعنی یہ تعلق کم از کم اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت اور ان کے لائے ہوئے دین کی نصرت ضروری ہے۔

(2)۔ <u>تعلق حبی:</u> حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے تعلق کا دوسرا درجہ تعلق حُبی ہے۔ جب تعلق اعتقادی کچھ کمال حاصل کر لیتا ہے۔ تو یہ اعتقاد محبت میں ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اِس کا ثمر اُسے اتباع سنت اور تعظیم رسول خاتم النبیین ﷺ کی صورت میں حاصل ہو جاتا ہے۔

(3)۔ <u>تعلق عشقی:</u> عقل میں دانا وہ ہے جو خوب لوٹے۔ عشق میں دانا وہ ہے جو خوب لٹے۔ عقل میں بہادر وہ ہے جو خوب پیٹے۔ عشق میں بہادر وہ ہے جو خوب پٹے۔ عقل شاطر ہے سہارا لے سہارا نہ دے۔ عشق غیور ہے سہارا دے سہارا نہ لے۔ عقل لاکھوں کے حساب سے مانگتی ہے۔ اور کوڑی دینے کو تیار نہیں۔ عشق سب کچھ لٹا کر بھی کچھ طلب نہیں کرتا۔ انسان عقل کی تخلیق نہیں، عشق کی تخلیق ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رازوں کے مالک ہیں۔ انہوں نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو محروم نہیں رکھا۔ جس کا جیسا ظرف دیکھا ویسا ہی عطا فرما دیا۔ گل کو شگفتگی عطا فرمائی، بلبل کو نالہ عطا فرمایا، چراغ کو روشنی عطا فرمائی، پروانے کو ایثار عطا فرمایا اور ادب رسول خاتم النبیین ﷺ کی منازل طے کرنے کے لیے انسانیت کو ایک اچھا رہبر، یا شیخ یا مرشد عطا فرمایا اور اِس کے بعد اللہ نے اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم فرما دیا: 1- اہلِ عقل　2- اہلِ عشق

اَب اہلِ عقل میں سے جو پسند آ گیا اُس کو علم دیا تو وہ اہلِ ظاہر کہلایا۔ اہلِ دل میں سے جو پسند آ گیا (جن کے دل پسند آ گئے) اُن کو محبت اور پھر بعد میں عشق عطا فرمایا، اہلِ علم یا اہلِ عقل پہلے کلام کے معنی کرتے ہیں پھر فکر کرتے ہیں اور پھر حکمت کو پہنچ جاتے ہیں۔ علم یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ کیا کہنا ہے اور حکمت یہ ہے کہ کب کہنا ہے۔

اہلِ دل یا اہلِ عشق کا عجیب راز ہے۔ جونہی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اپنے عشق سے نوازا۔ کائنات کے ہر ذرے میں اللہ کی ذات کے جلوے کا مشاہدہ کرنے لگے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جنہیں اپنا قرب عطا فرماتا ہے اُسے حُسن باطن عطا فرما دیتا ہے۔ حُسن باطن کے لیے:

(1)۔ حُسن عقیدہ　(2)۔ حُسن ادب　(3)۔ حُسن اتباع و اطاعت　(4)۔ حُسن محبت و عشق ضروری ہے۔

(i)۔ <u>حُسن عقیدہ:</u> اہل علم یا اہل ظاہر کا حُسن عقیدہ دلیل سے پیدا ہوتا ہے اور دلیل کا عقیدہ فانی ہے۔ اپنے ہی خیال کی ضرب و تقسیم سے پیدا ہوتا ہے اور اپنے ہی خیال کی ضرب و تقسیم سے ختم ہو جاتا ہے۔ اہل دل تو عشق کے پیکر ہوا کرتے ہیں۔ اور عشق صرف بانٹنا جانتا ہے۔

(ii)۔ <u>حُسن ادب:</u> عقل کے میدان میں حُسن ادب اس کو کہتے ہیں کہ بالمقابل ذات اور اپنی ذات کو پہچانیں اور دونوں کے درمیان حد فاصل کھینچیں۔

اہل عشق کا ادب یہ ہے کہ بالمقابل ذات کے احسانات اور اس کی عظمت کو اِس قدر پہچانیں کہ اپنی ذات کو بھول جائیں۔

اے عشق میری جان کی دولت قبول کر
میں ہجر بے حساب کی پہلی زکوۃ ہے

جب تک ادب رسالت طے نہ ہوگا۔حضوری رسالت حاصل نہیں ہوسکتی۔بے ادب کی حضوری ایسی ہے جیسے بے وضو کی نماز۔

(iii-iv) - حُسن اتباع واطاعت حُسن محبت وعشق: محبت کی منزل تب آتی ہے جب اپنی طلب ختم ہو جاتی ہے۔ورنہ تجارت ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی مسلمان حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے محبت کے پیش نظر اتباع میں پختگی، تعظیم میں دوام اور اطاعت میں استقامت کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے تعلقِ عشق عطافرما دیتا ہے۔

اِس تعلق عشق کا ثمر اِس بندے کو یہ ملتا ہے کہ وہ آگے چل کر فنافی الرسول خاتم النبیین ﷺ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔اور فنافی الرّسول خاتم النبیین ﷺ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔جن خوش نصیبوں کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے وہ فنافی الرسول خاتم النبیین ﷺ گردانے جاتے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مندرجہ بالا درجات تعلق میں سے ہر نچلے درجہ کا تعلق اوپر والے درجات میں خود بخود شامل ہو جاتا ہے۔مگر اوپر کے درجات اپنے سے کم تر نچلے درجات میں شامل نہیں ہوتے۔گویا تعلق اعتقادی، تعلق حبی اور عشقی میں خود بخود شامل نہیں تصور ہوتا۔لیکن تعلق حبی اور تعلق عشقی میں اعتقادی تعلق خود بخود شامل ہوتا ہے۔اِس طرح اگر کسی کو تعلق عشقی حاصل ہے تو بقیہ دونوں درجے اس کو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔

اِس مناظرے میں اگر صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے اور اُن کی ایمانی کیفیات کا اندازہ لگایا جائے تو اُن کے متعدد معاملات سے باآسانی یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اُن میں سے اکثر کا تعلق نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ عشقی تھا۔مثلاً

بخاری شریفؒ کی مشہور حدیث میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی اقامت میں نماز پڑھتے ہوئے مسجد نبوی میں سید اکبرؓ سمیت تمام صحابہؓ کا رخ قبلہ سے چہروں کو موڑ کر چہرہ رسول خاتم النبیین ﷺ کی طرف کر لینا۔صحابہ کرامؓ کا ہمہ وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی صحبت میں حاضر رہنا۔اپنے گھر بار، عزیز و اقارب اور تمام دنیاوی خواہشات کو چھوڑ کر بارگاہ رسالت خاتم النبیین ﷺ کو اختیار کرنا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ کی زیارت کر کے اپنی پیاس بجھانا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے قطروں کو آب حیات سمجھتے ہوئے اپنے چہروں پر مل لینا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے لعاب دہن کو شفا سمجھ کر اس پر دیوانہ وار جھپٹنا۔یہ سب کچھ تعلق عشقی ہی کی بنا پر ممکن ہے۔

اِس طرح صحابہ کرامؓ کے ایمان کو اعلیٰ ترین رتبہ اور کمال حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے تعلق عشقی کی بنا پر ملا۔اُن کے شب وروز اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اداؤں سے محبت ہی اُن کی افضل ترین عبادت تھی۔جو صحابیؓ جس قدر جمال مصطفی خاتم النبیین ﷺ پر فنا ہوا اور اُس سے مستفید ہوا اس قدر اُس کے ایمان کو کمال اور عظمت نصیب ہوئی۔بہر کیف صحابہ کرامؓ اور قُرونِ اولیٰ کے دیگر بزرگان دین ہوں یا صوفیا کرام اور عارفین حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے سب کا تعلق عشقی تھا۔اور اِس تعلق کے ثمر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان میں کمال اور اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی سے یہ تعلق آپ خاتم النبیین ﷺ کے جمال سے مستفید ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے۔یعنی جس شخص نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات کو جس قدر پہچانا۔اُس قدر اس کا تعلقِ عشق بڑھتا گیا۔

روح تک نیلام ہو جاتی ہے بازار عشق میں
اتنا آسان نہیں ہوتا کسی کو اپنا بنا لینا

معراج کا معاملہ تھا۔اہل باطن کے معراج کے نظریوں میں بڑا فرق ہے۔ ہر ایک نے اپنے عشق کے وجدان میں عقل دوڑائی ہے۔ہمارے نزدیک معراج کسی سودا بازی کا نام نہیں ہے۔بلانے والا مختار کل تھا۔جانے والا اشرافتوں کا مجموعہ۔بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا حسن کل دکھانا مقصود تھا۔

عالم ناسوت (اس دنیا میں) میں بھی تجلی ہوسکتی تھی۔لیکن عالم جل جاتا۔وہاں تو تجلی ہی تجلی تھی۔حُسن کل جو دکھانا تھا۔وہ تو واپسی پر تحفتہً کہہ دیا ''امت بخش دی''۔معراج کے نور کا صدقہ اہل اللہ میں تقسیم ہوا جہاں نور پہنچا۔اندھیرے بھاگ گئے۔اللہ تعالیٰ نے جس دل میں جتنی اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی محبت دیکھی اتنی ہی اس پر تجلی فرما دی لیکن بات یہ ہے کہ جس چراغ میں بتی ہی نہ ہو اُسے کون روشن کرسکتا ہے؟ جس دل میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت نہیں اُس میں تجلی کہاں سے آئے گی؟

ہمیں شکر کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا چاہیے کہ اے باری تعالیٰ ہم جیسے کروڑوں پھرتے ہیں۔یہ تو تیرا کرم ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی عظمت، ادب، محبت، اتباع سے نواز دیا اور پھر دین کی خدمت کرنے کے لیے سرفراز فرمایا۔ہم اِس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے محبت اسلام کی روح ہے:-اس سلسلے میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے-

ایک داڑھی والا آدمی مجھے دیکھ رہا تھا-میں اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھا اور میں نے اس سے پوچھا" کیا آپ مسلمان ہیں"؟اس نے مسکرا کر جواب دیا"نہیں میں جارڈن کا یہودی ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی کر رہا ہوں"-میں نے اس سے پوچھا"تم اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کر رہے ہو"؟وہ شرما گیا اور تھوڑی دیر سوچ کر بولا"میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں"-میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اس سے پوچھا"تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی"؟اس نے کہا "میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے اور اب میں پیپر لکھ رہا ہوں"-میں نے پوچھا"تمہاری ریسرچ کی فائنڈنگ کیا ہے"؟اس نے لمبا سانس لیا،دائیں بائیں دیکھا،گردن ہلائی اور آہستہ آواز میں بولا"میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی (خاتم النبیین ﷺ) سے محبت کرتے ہیں-یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں لیکن یہ نبی (خاتم النبیین ﷺ) کی ذات پر اٹھنے والی کوئی بھی انگلی برداشت نہیں کرتے"-یہ جواب میرے لیے حیران کن تھا-میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا-وہ بولا"میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے،جب بھی اٹھے اور یہ جب بھی لپکے اس کی وجہ نبی (خاتم النبیین ﷺ) کی ذات تھی-آپ خواہ ان کی مسجد پر قبضہ کر لیں،آپ ان کی حکومتیں ختم کر دیں،آپ ان کا پورا خاندان مار دیں یہ برداشت کر جائیں گے لیکن آپ جونہی ان کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کا نام غلط لہجے میں لیں گے تو یہ تڑپ اٹھیں گے اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے-وہ بولا میری فائنڈنگ یہ ہے کہ " جس دن مسلمانوں کے دل میں رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی محبت نہیں رہے گی اس دن اسلام ختم ہو جائے گا-چنانچہ اب اگر آپ اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مسلمانوں کے دل سے ان کے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی محبت کو نکالنا ہوگا"-اس کے ساتھ ہی اس نے کافی کا مگ نیچے رکھا، اپنا کپڑے کا تھیلا اٹھایا کندھے پر رکھا،سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا-لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں-میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا میں جان گیا کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے جس دن یہ روح ختم ہو جائے گی اس دن ہم میں اور غیر مسلموں میں کوئی فرق نہیں رہے گا -اور یہی بات حقیقت ہے----بقول علامہ اقبالؒ:

مغز قرآن ، روح ایمان ، جانِ دین
ہست حُبِ رحمت للعالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آلِ نبی خاتم النبیین ﷺ کون؟

رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ " آل محمد خاتم النبیین ﷺ سے کون افراد مراد ہیں " ؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا " متقی "۔ (الفردوس 1 ص 418/1691 ,روایت انس بن مالکؓ)

حضور کریم خاتم النبیین ﷺ نے امت کو جو درود پاک سکھایا اس میں یہ گوارا نہ کیا کہ تنہا اپنی ذات کو اس دعا کے لئے مخصوص فرمالیں بلکہ اپنے ساتھ اپنی ''آل'' کو بھی آپ خاتم النبیین ﷺ نے شامل کرلیا۔

''آل'' کا لفظ محض حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے خاندان والوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس میں وہ سب لوگ آجاتے ہیں۔ جو آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیروکار (Followers) ہوں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے طریقے پر چلیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کا ادب کریں، آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہر حکم کو مانیں اور آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی اتباع کریں۔

عربی لغت کی رو سے ''آل'' اور'' اہل ''میں فرق یہ ہے کہ:

کسی شخص کی ''آل'' وہ سب لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ جو اس کے ساتھی، مددگار اور اس کی اتباع کرنے والے ہوں خواہ وہ اس کے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔

اور کسی شخص کے'' اہل'' وہ سب لوگ سمجھے جاتے ہیں جو اس کے رشتہ دار ہوں خواہ وہ اسکے ساتھی اور اس کی اتباع کرنے والے ہوں یا نہ ہوں۔

قرآن مجید میں 14 مقامات پر'' آل فرعون'' کا لفظ استعمال ہوا ہے ان میں سے کسی جگہ بھی آل سے مراد محض فرعون کے خاندان والے نہیں ہیں بلکہ وہ سب لوگ شامل ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کے ساتھی تھے۔

''آل محمد خاتم النبیین ﷺ سے ہر وہ شخص خارج ہے جو حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے طریقے پر نہ ہو۔ خواہ وہ خاندان رسالت خاتم النبیین ﷺ ہی کا فرد ہو۔''

اور

''آل محمد خاتم النبیین ﷺ میں ہر وہ شخص شامل ہے جو حضور کریم خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلتا ہو خواہ وہ حضور کریم خاتم النبیین ﷺ سے دور کا بھی نسبی تعلق نہ رکھتا ہو''۔

البتہ خاندان رسالت خاتم النبیین ﷺ کے وہ افراد بدرجہ اولیٰ ''آل محمد ہیں جو آپ خاتم النبیین ﷺ سے نسبی تعلق بھی رکھتے ہوں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیروکار بھی ہوں۔

سید ہونا اور بات ہے اور سید جیسا عمل ہونا اور بات:

1- ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ نے حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ " آپؒ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لئے مجھے کچھ نصیحت کیجئے "۔لیکن آپؒ خاموش رہے۔ جب دوبارہ حضرت داؤد طائیؒ نے کہا کہ " اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ نے جو فضیلت آپؒ کو بخشی ہے اس لحاظ سے آپؒ کے لئے نصیحت کرنا ضروری ہے "۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ " مجھے تو یہی خوف لگا رہتا ہے کہ کل قیامت کے دن میرے جدِ اعلیٰ میرا ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میرا اتباع کیوں نہ کیا؟ کیونکہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں ہے بلکہ اعمال صالح اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ پر موقوف ہے "۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائیؒ کو بہت عبرت حاصل ہوئی اور اللہ عزوجل سے عرض کیا کہ " یا رب! جب اہل بیت کے خوف کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور میں کس چیز پر فخر کرسکتا ہوں "۔

2- ایک مرتبہ حضرت امام علی رضاؒ نے اپنے دسترخوان پر تمام مخلوقات کو بٹھایا جن میں سے کچھ مہمان بھی تھے اور کچھ حبشی غلام بھی۔ مہمانوں میں سے کسی نے کہا کہ " اگر آپؒ ان لوگوں کو الگ بٹھائیں تو کیا حرج ہے "؟ حضرت امام علی رضاؒ نے یہ سنا تو فرمایا " سب کا رب ایک ہے اور ماں باپ (یعنی حوا و آدم) بھی ایک ہیں۔ جزا اور سزا اعمال پر موقوف ہے تو پھر تفرقہ کیا ہے "؟ پھر فرمایا " بزرگی تقویٰ سے ہے۔ جو ہم سے زیادہ متقی ہے وہ ہم سے بہتر ہے "۔

3- حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا: روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی نافرمانی سے بہت عاجز تھے۔ انہوں نے پورے ساڑھے نو سو سال تک

لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا- قرآن پاک سورہ العنکبوت، آیت نمبر 14 میں ارشاد خداوندی ہے:
ترجمہ:"ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا- وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے"-
لیکن بہت ہی کم لوگ آپؑ کے ماننے اور آپؑ کی باتوں پر عمل کرنے والے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:(سورہ نوح، آیت نمبر 26)
ترجمہ:"اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ"-
اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی یہ دعا قبول کی- آپ علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا- جب کشتی بن کر تیار ہوگئی تو آسمان نے پانی برسایا، زمین نے پانی اگلا اور کشتی اس میں تیرنے لگی- حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا نافرمان تھا- وہ ان کے ساتھ شامل نہ ہوا- حضرت نوح علیہ السلام نے بہت کوشش کی کہ وہ بھی ان کے ساتھ آجائے لیکن وہ نہ آیا اور آخر ایک بہت بڑی لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ پانی میں ڈوب گیا-
بیٹے کا یہ عبرت ناک انجام دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا:(سورہ ہود، آیت نمبر 45)
ترجمہ: "اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے اہل میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا"- حق تعالیٰ نے کہا:(سورہ ہود، آیت نمبر 46)
ترجمہ:"فرمایا اے نوح! وہ تیرے اہل والوں میں سے نہیں بیشک اس کے کام بڑے برے ہیں، تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن"۔ یہ سننا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے اور کہنے لگے:(سورہ ہود، آیت نمبر 47)
ترجمہ:" اے رب میرے میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں،"۔ گویا حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا بھی ڈوب کر مر گیا-
اس کو اس طرح سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہمارے دانت میں کیڑا لگ جائے اور ہم اس دانت کو اُکھاڑ دیں (تو ہم اِس تکلیف سے نجات پا لیتے ہیں) بے شک ہمارا دانت ہمارے وجود کا حصہ ہے لیکن جب وہ تکلیف دیتا ہے تو ہم اُس سے بیزار ہو جاتے ہیں اور پھر خیال کرتے ہیں کہ اس کا نکال ڈالنا ہی بہتر ہے ورنہ باقی دانت بھی بے کار ہو جائیں گے۔
4- جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ اس درہ کو چھوڑ دینا تھا۔ جس کو نہ چھوڑنے کے لئے آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب مسلمانوں نے اپنی فتح کے آثار دیکھے تو درہ کو چھوڑ کر مال غنیمت لینے کے لئے پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔
خالد بن ولید اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس جنگ میں خالد بن ولید کفار کے لشکر کے سپہ سالار تھے۔ انہوں نے پیچھے سے حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بعد میں ایمان لے آئے۔ اور ان کے ایمان لانے کی آپ خاتم النبیین ﷺ کو بہت خوشی ہوئی تھی- انہوں نے ان کو لشکر اسلامی کا سپہ سالار بنایا۔ وہ جب بھی حضور کریم خاتم النبیین ﷺ کی صحبت میں آتے تو گرم جوشی سے سلام کرتے "اسلام علیکم یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ" آپ خاتم النبیین ﷺ اشارہ فرماتے اور انہیں اپنے پاس بٹھاتے۔
جس اسلامی لشکر میں حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالار تھے اس میں حضرت بلالؓ سپاہی تھے۔ ایک دن حضرت بلالؓ کی غلطی پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے انہیں بلایا اور کہا" او موٹے ہونٹوں والے کالی باندی کے بیٹے"۔۔۔۔ یہ انداز اور یہ بات حضرت بلالؓ کو اچھا نہ لگا۔ وہ بعد میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس آئے اور آتے ہی کہا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اگر میرے ہونٹ موٹے ہیں تو کیا یہ خود میں نے بنائے ہیں۔ یا میرے اللہ نے بنائے ہیں"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے سر کو تھپکا اور پاس بٹھایا۔ حضرت بلالؓ نے کہا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا میں کالی باندی کے ہاں پیدا ہوا ہوں تو کیا میں خود پیدا ہوا ہوں یا میرے اللہ نے پیدا کیا ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ کے پوچھنے پر کیا ہوا ہے۔؟ حضرت بلالؓ نے تمام بات بتادی۔ اسی کے ساتھ ہی حضرت خالد بن ولیدؓ بھی وہاں آگئے۔ اور آتے ہی اسی انداز میں سلام کیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے دیکھے بغیر جواب دیا۔ اور اپنے پاس نہ بٹھایا اور انہوں نے حضرت بلالؓ کو اپنے پاس بٹھایا ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ اٹھے اور حضرت بلالؓ کو بھی اٹھایا اور اپنے سینے سے تین بار لگایا اور کہا" بلال مجھ سے ہے اور میں بلال سے ہوں"۔ اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ بیٹھ گئے اور پھر محفل برخاست کردی اور باہر چلے گئے۔ اور حضرت بلالؓ بھی باہر جانے کے لئے اٹھے اور جانے لگے تو پیچھے سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے آواز دی" یا سیدنا

بلال" ۔حضرت بلالؓ نے پیچھے دیکھا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا" مجھے معاف کردو" ۔حضرت بلالؓ نے فوراً ہی کہا" میں نے معاف کردیا"۔لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے سر کو مارتے ہوئے کہا" یا سیدنا بلال اس سر میں برسوں کی سرداری کا خمار ہے۔اس چہرے پر اپنی خوبصورت ہونے کا گھمنڈ ہے میں یہ سر زمین پر رکھتا ہوں آپؓ اس پر اپنا پاؤں رکھیں"۔حضرت بلالؓ نے کہا" نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا"۔لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنا سر زمین پر رکھا اور کہتے رہے "یا سیدی یا سیدی یا سیدی" اور حضرت بلالؓ کی منت کرتے رہے۔مجبوراً حضرت بلالؓ کو اپنا پاؤں آپ کے سر پر رکھنا پڑا۔اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ اٹھے اور حضرت بلالؓ کو گلے سے لگا لیا اور پھر وہ دونوں گلے مل کر روتے رہے اور پھر ایک دوسرے سے علیک سلیک کے بعد رخصت ہو گئے۔

جسم کا تعلق نسل سے ہے اور نسل کا تعلق جسم سے ہے۔

اگر ہم حضور کریم خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کریں گے تو ہماری روح کا تعلق حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے ہو جائے گا۔

تو جسم اور روح دو مختلف چیزیں ہیں:-

روح اور جسم دونوں کو طاقت پہنچانے کی ضرورت ہے۔جسم کو اچھی غذا دینے کے ساتھ ساتھ روح کو بھی اچھی غذا دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے: ''اگر تمہارے جسم صحت مند اور دل بیمار ہو گئے تو تم اللہ کی نظر میں گندگی کے کیڑوں سے بھی زیادہ حقیر ہو جاؤ گے''۔

یہاں دل کی بیماری سے مراد ''اللہ عزوجل کو نہ چاہنا اور دل کی ساری رگوں میں دنیا کی محبت بھر جانا اور سب سے بڑی بات دل کا حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی محبت سے خالی ہونا، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ادب کا لحاظ نہ کرنا ہے اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کی پرواہ نہ کرنا ہے''۔

تو اللہ جل شانہ سے تعلق پیدا کریں۔قرآن سے، نماز سے، سجدوں کی کثرت سے، کثرت درود و سلام سے، اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ سے---

اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ سے تعلق مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ قائم ہو جائے گا اور پھر اس تعلق سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی سچی محبت، آپ خاتم النبیین ﷺ کے ادب سے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی پیروی سے۔

تو آل محمد خاتم النبیین ﷺ میں ہر وہ شخص شامل ہے جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلتا ہے (اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کرتا ہے) خواہ وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے دور کا بھی نسبی تعلق نہ رکھتا ہو۔جیسے حضرت بلالؓ اور حضرت سلیمان فارسیؓ وغیرہ۔اور آل محمد خاتم النبیین ﷺ سے ہر وہ شخص خارج ہے جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر نہ چلتا ہو خواہ وہ خاندان رسالت میں سے ہی ہو جیسے ابولہب اور ابوجہل وغیرہ۔

****

ارشادات نبوی خاتم النبیین ﷺ کا عملی نقشہ اور اجمالی ترغیب

قرآن پاک علمی شکل میں اور آپ خاتم النبیین ﷺ عملی شکل میں اس دنیا میں تشریف لائے۔قرآن پاک میں محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت و تعلیم کے مقاصد و نتائج بیان کرتے ہوئے مالک دوجہاں نے صراحتً ان چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(1) تلاوت　(2) تعلیم کتاب　(3) تعلیم حکمت　(4) تزکیۂ نفس

(1) سورۃ الجمعہ، آیت نمبر 2 جس میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے معبوث فرمایا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے، انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے''۔

(2) سورۃ البقرہ، آیت نمبر 151 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:''جیسا کہ ہم نے ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیات پڑھتا ہے تمہیں پاک کرتا ہے۔اور تمہیں کتاب اور دانائی سکھاتا ہے۔اور تمہیں سکھاتا ہے (وہ) جو تم نہیں جانتے تھے''۔

ویسے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی بعثت و رسالت و تعلیم ان تمام سعادتوں کا سرچشمہ تھی اور اسی سے پوری زندگی اور قرون اولیٰ کا اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔لیکن اگر اس کے طریق عمل کی تفصیل اور اس کے ذرائع وسائل کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس اسلامی معاشرے کے انقلاب کا ذریعہ اور اس نئے معاشرے اور نئی امت کی تشکیل کے عناصر و ارکان یہ تین چیزیں تھیں:

(1) قرآن پاک

(2) رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی، آپ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی سیرت و اخلاق واتباع

(3) آپ خاتم النبیین ﷺ کے ارشادات، مواعظ و نصائح اور تعلیم و تلقین

اگر غور کیا جائے تو مندرجہ بالا تینوں عناصر و ارکان کے بغیر ایک مکمل معاشرہ، ایک مکمل زندگی اور ایک ایسی ہیت اجتماعی جس میں عقائد، اعمال، اخلاق، جذبات، رجحانات، تعلقات سب ہی ہوں وجود میں نہیں آسکتی۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ، صحابہ کرامؓ اور ان کے صحیح جانشینوں کی زندگی میں ہمیں عقائد و اعمال کے ساتھ جو خالص اسلامی اخلاق اور ان سب کے ساتھ جو اعلیٰ ذوق اور گہرے دینی جذبات اور دینی کیفیات نظر آتی ہیں۔وہ تنہا تلاوت کتاب کا نتیجہ نہیں۔بلکہ اس کامل ترین، موثر ترین زندگی کا بھی اثر ہے جو شب و روز ان کے سامنے رہتی تھی۔اس سیرت و اخلاق کا نتیجہ ہے۔جو ان کی آنکھوں کے سامنے تھے۔اور ان مجالس اور صحبتوں کا فیض ہے اور ان ارشادات و نصائح و تلقین کا بھی جس سے وہ حیات طیبہ میں برابر مستفید ہوتے رہے۔سب سے بڑی بات اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ہے۔

صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید میں ''اقامت صلوٰۃ'' کا حکم پایا تھا اور ''اَلَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلٰوتِہِمۡ خَاشِعُوۡنَ'' (ترجمہ: جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں) (سورہ المؤمنون، آیت نمبر 2) کی تعریف بھی سنی تھی۔مگر انہوں نے اس کی صحیح کیفیت معلوم کی جب آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے رکوع اور سجود کی کیفیت دیکھی جس کو انہوں نے:　نَسۡمَعُ لَہٗ اَزِیۡزًا کَاَزِیۡزِ الۡمِرۡجَلِ

''ہم آپ خاتم النبیین ﷺ کے سینے کی آوازیں اس طرح سنتے تھے جیسے ہنڈیا میں اُبال آتا ہے''۔(سنن نسائی، مسند احمد)

کے لفظوں سے تعبیر کیا۔انہوں نے قرآن مجید سے سمجھا تھا کہ تلاوت قرآن اور نماز مومن کا ایک محبوب فعل ہے۔لیکن جب تک انہوں نے زبان نبوی خاتم النبیین ﷺ سے ''قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃ'' ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے'' (مسند احمد، طبرانی) اور بے قراری اور انتہائے شوق و اضطراب کے ساتھ ''اَرِحۡنِیۡ یَابَلَال'' ''بلال اذان دے کر مجھے آرام پہنچاؤ'' (صحیح بخاری، سنن ابی داؤد) نہیں سنا ان کو نماز کے ساتھ اس عشق اور شغف کا اندازہ نہیں ہوا۔اسی طرح جب تک انہوں نے خاصان امت کے سلسلے میں۔''وَقَلۡبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الۡمَسۡجِدِ حَتّٰی یَعُوۡدَ اِلَیۡہِ'' ''ان کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے یہاں تک کہ مسجد سے نکل کر دوبارہ مسجد میں نہیں آجاتے ان کو چین نہیں آتا'' (صحیح مسلم) کے الفاظ نہیں سنے ان کو مسجد اور قلب مومن کا باہمی تعلق معلوم نہ ہوسکا۔

انہوں نے قرآن مجید میں بار بار دعا کی ترغیب دیکھی تھی، دعا نہ کرنے والوں پر عتاب بھی سنا تھا۔ اور گریہ زاری کے مفہوم سے بھی وہ آشنا تھے۔ لیکن اس کی حقیقت انہوں نے اس وقت جانی جب انہوں نے میدان بدر میں آپ خاتم النبیین ﷺ کو یہ الفاظ کہتے سنا:

''اے اللہ میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو (تو سب کچھ کرسکتا ہے)''۔ (صحیح بخاری) حضرت ابو بکرؓ کافی دیر تک آپ خاتم النبیین ﷺ کا یہ گریہ سنتے رہے اور روتے رہے حتیٰ کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی حالت ان سے دیکھی نہ گئی اور بے اختیار ان کے منہ سے نکلا ''حَسْبُکَ یارسول اللہ'' ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کافی ہے''۔ اس سے ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ جس دعا میں آہ وزاری کا یہ جوہر زیادہ ہوگا وہ دعا اسی قدر قابل قبول ہوگی۔

صحابہ کرامؓ نے قرآن پاک میں دنیا کی بے حقیقی اور آخرت کی پائیداری کا ذکر پڑھا تھا کہ ''دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے''۔ (سورہ العنکبوت، آیت نمبر 64) مگر اسی کی حقیقت اور عملی تفسیر ان کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی ہی سے معلوم ہوئی اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے گھر کے نقشے کو دیکھ کر ہی وہ سمجھے کہ آخرت کو اصل زندگی سمجھنے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اور آخرت کو اصل زندگی سمجھنے والوں اور ''لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ'' پر ایمان رکھنے والوں کی خانگی زندگی اور معیشت کیا ہوتی ہے؟

اس عملی نقشہ اور اجمالی ترغیب کے ساتھ ساتھ جب ان کے سامنے ارشادات نبوی خاتم النبیین ﷺ میں جہنم کے شدائد ومصائب اور جنت کے انعامات و لذائذ کی تفصیل اور تصویر آتی تو انکے اندر خوف اور شوق کی ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی اور ان دونوں کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت کھنچا رہتا۔

اسی طرح وہ رحمت، تواضع، خلق جیسے اخلاق وتعلیمات کے مفہوم سے آشنا تھے، صاحبِ زبان بھی تھے اور قرآن پاک میں صاحبِ نظر بھی تھے۔ لیکن ان الفاظ کی وسعت، عملی زندگی میں ان کی تطبیق اور صحیح عمل اُن کو اسی وقت معلوم ہوا جب انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کا کمزوروں، عورتوں، بچوں، یتیموں، غریبوں، مریضوں، بوڑھوں اور اپنے عام رفقاء واصحاب، اہلِ خانہ اور خدام کے ساتھ برتاؤ دیکھا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی اس بارے میں ہدایات ووصیتیں اور ارشادات سنے۔ صحابہ کرام کو عامۃ المسلمین کے حقوق کے ادا کرنے کی اجمالی ہدایت قرآن پاک کے ذریعے مل چکی تھی۔ مگر اس کی بہت سی صورتیں مثلاً عبادت، تعزیت، وصیت وغیرہ ایسی تھیں جو شاید لاکھوں انسانوں کے ذہن میں خود نہ آتیں اور اگر آتیں تو ان کی اہمیت معلوم نہ ہوتی۔

اسی طرح والدین واہل حقوق کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم قرآن پاک میں پورے شدومد کے ساتھ موجود ہے۔ مگر کتنے معلمین اخلاق ہیں جن کا ذہن والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ادائے حقوق کے اس عالی شان مقام پر پہنچا جس کا اظہار حدیث نبوی خاتم النبیین ﷺ نے کیا کہ ''لڑکے کا باپ کے ساتھ حسنِ سلوک و وفاداری کا بہترین درجہ یہ ہے کہ اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں اور اہل محبت کے ساتھ حسنِ سلوک کرے''۔ (سنن ابی داؤد، مشکوۃ المصابیح)

اور کتنے ذہن ہیں جو وفاداری اور شرافت کے اس بلند مقام تک پہنچ سکتے جس کا اظہار اس روایت سے ہوتا ہے۔

''اکثر ایسا ہوتا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہاں بکری ذبح ہوتی تو آپ خاتم النبیین ﷺ اس کے پارچے الگ الگ کرواتے اور پھر وہ ٹکڑے اپنی مرحومہ بیوی خدیجہؓ سے میل محبت رکھنے والوں کے ہاں بھیجتے''۔ (بخاری ومسلم) آپ خاتم النبیین ﷺ کے اس عملی نقشے اور اجمالی ترغیب کو حدیث کے نام سے جمع کر دیا گیا ہے۔

حدیث کے شعبہ معاشرت واخلاق کی یہ دو تین مثالیں ہیں۔ جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ''حدیث'' زندگی کے مختلف شعبوں میں کیسے رہنمائی کرتی ہے؟ اور کیسے نیا علم عطا کرتی ہے؟ اور یہ کہ حدیثِ رسول خاتم النبیین ﷺ انسانیت کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔

نماز کے لئے قرآن پاک میں، وضو، طہارت، شعور وتعقل، خشوع وخضوع، سکوت، قنوت اور جماعت کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے عمل اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے ارشادات وہدایت نے اس میں وہ معقول اضافہ کیا ہے جس سے نماز تزکیہ نفس، تربیت اخلاق توجہ الی اللہ، تعلیم وتربیت اور نظم وحدت کا موثر ترین ذریعہ بن گئی مثلاً وضو کی نیت وفضیلت، مسجد کی طرف جانے اور اس کے راستے میں پڑنے والے قدموں کی فضیلت۔ مسجد میں داخل ہونے کا ادب بیٹھنے کا ادب۔ داخلے کے وقت دعا تحیۃ المسجد نماز کے انتظار کی فضیلت اور بیٹھنے کا ادب، اذان واقامت کے دہرانے کا ثواب، جماعت کا ثواب۔

امامت کی فضیلت ومنصب اور اس کے احکام، امام کی اتباع کی تاکید۔ صفوں کی ترتیب۔ صف برابر کرنے کی تاکید وثواب۔ صفوں میں کھڑے ہونے والے

آدمیوں کی ترتیب، مسجد میں تعلیم وتعلم کے حلقوں کی فضیلت، ذکر کے حلقوں کی فضیلت، مسجد سے نکلنے کا ادب اور اس کی دعا وغیرہ وغیرہ۔اب دیکھیے کہ ان فضائل، آداب و ہدایت کے علم وعمل سے نماز کتنی فضیلت والی اور تزکیہ واصلاح تعلیم وتربیت وتوجہ الی اللہ کا کیسا مؤثر ذریعہ بن جائے گی۔ پھر اگر اس کے ساتھ آپ خاتم النبیین ﷺ کے نمازوں کی کیفیت، نوافل کے ذوق، قرآن پاک کے پڑھنے میں رقت ومحویت کے واقعات (جو احادیث میں بیان کئے گئے ہیں) اضافہ کریں تو اس مجموعے سے امت کی نماز کس مقام تک پہنچ جائے گی؟ روزہ، زکوٰۃ اور حج کو بھی اسی طرح قیاس کیا جاسکتا ہے۔اور احادیث سے ان کے آداب وفضائل، معمولات نبوی خاتم النبیین ﷺ اور واقعات زندگی کو جمع کر کے غور کرنا چاہیے۔درحقیقت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور ارشادات وہدایات (جن کے مجموعے کا نام حدیث وسنت ہے) دین کے لئے وہ فضا اور ماحول مہیا کرتے ہیں جن میں دین کا پودا سرسبز اور بار آور ہوتا ہے۔

دین کسی خشک اخلاقی ضابطہ یا قانونی مجموعہ کا نام نہیں ہے یہ جذبات اور واقعات کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ان جذبات اور واقعات اور عملی مثالوں کا مستند مجموعہ وہ ہے جو خود نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ذات سے متعلق اور ان کی حالات زندگی سے ماخوذ ہو یعنی آپ خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم کی پیروی۔

یہود ونصاریٰ نیز ایشیاء کے دوسرے مذاہب اس لئے بہت جلد مفلوج ہو کر رہ گئے کیونکہ ان کے پاس اپنے پیغمبروں کی زندگی کے مستند واقعات اور ایمان آفرین کلام کا مجموعہ محفوظ نہیں تھا۔اور ان مذاہب کو وہ دینی ماحول اور وہ فضاء میسر نہیں تھی جس میں مذہب کے پیروکار دینی نشوونما اور ترقی حاصل کرتے اور مادیت والحاد کے حملوں سے محفوظ رہتے۔

جس روحانی ماحول میں اور جن دینی کیفیات کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے زندگی گزاری۔حدیث کے ذریعے اس پورے ماحول کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔بعد میں آنے والوں کے لئے یہ بات بالکل ممکن ہے کہ حدیث کے ذریعے اپنے ماحول سے اپنا رشتہ منقطع کر کے دفعتہً ایسے ماحول میں پہنچ جائے جہاں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ بنفسِ نفیس موجود ہیں کیونکہ ''حدیث نبوی خاتم النبیین ﷺ'' ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خانگی زندگی، آپ خاتم النبیین ﷺ کے گھر کا نقشہ۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے دن، رات کے معمولات اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے گھر والوں کے معاشرت اپنی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔

آپ خاتم النبیین ﷺ کے سجود کی کیفیت، آنکھوں سے آنسو آپ خاتم النبیین ﷺ کی دعا ومناجات کا زمزمہ کانوں سے سنا جاسکتا ہے۔پھر جو آنکھیں آپ خاتم النبیین ﷺ کی آنکھوں کو اشکبار اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاؤں مبارک کو متورم دیکھیں اور پوچھنے پر یہ آواز سنیں کہ ''اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا''۔''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''؟ (صحیح مسلم) وہ غفلت کا کس طرح شکار ہوسکتے ہیں؟ جن کی آنکھوں نے کاشانۂ نبوت میں دو، دو مہینے چولہا گرم ہوتے نہیں دیکھا۔جنہوں نے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا اور پشت مبارک پر چٹائی کے نشانات بنے ہوئے دیکھے۔جس نے سونے سے بیزاری کے ساتھ صدقے کا بچا ہوا سونا راہ خدا میں خرچ ہوتا ہوا دیکھا۔جس نے مرض وفات میں چراغ کا تیل پڑوسی کے گھر سے قرض آتا ہوا دیکھا۔اس پر دنیا کی حقیقت کیسے چھپ سکتی ہے؟ زُہد کا جذبہ اس کے اندر کیوں نہ اُبھرے گا؟ جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو اپنے گھر والوں کی خدمت اپنے بچوں کے ساتھ محبت، اپنے خادموں کے ساتھ رعایت، اپنے رفقا کے ساتھ عنایت اور اپنے دشمنوں کے ساتھ تحمل فرماتے ہوئے دیکھا۔وہ مکارم اخلاق اور انسانیت کاملہ کا درس اس در کو چھوڑ کر اور کہاں سے لینے کے لئے جائے گا؟ اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کا نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی زندگی میں دیکھا جاسکتا ہے۔کیونکہ اس ماحول میں صرف کاشانہ نبوت کا دروازہ ہی نہیں کھلا ہوا۔جس سے دیکھنے والوں کو یہ سب کچھ نظر آتا ہے۔بلکہ صحابہ کرامؓ کے گھروں کے دروازے بھی کھلے ہیں۔اور ان کے گھروں کی زندگی اور معاشرت ان کے دلوں کی تپش، ان کی راتوں کا گداز، ان کی بازاروں کی مصروفیت اور مسجدوں کے لئے فراغت، ان کی بشری لغزشیں سب عیاں ہیں۔غرض یہ کہ یہ ایک ایسا قدرتی اور طبعی ماحول ہے جس میں زندگی اپنے پورے حقائق کے ساتھ موجود ہے۔اور حدیث نے اس کا پورا عکس لے کر قیامت تک کے لئے دور نبوی خاتم النبیین ﷺ کو محفوظ کر دیا ہے۔قرآن مجید کے ساتھ عہد نبوی خاتم النبیین ﷺ کی اس تصویر کا باقی رہنا اور نبوت کے کلام اور ماحول کا محفوظ رہنا۔اسلام کا اعجاز اور اس کا امتیاز ہے جس میں کوئی مذہب اور کوئی امت اس کی شریک نہیں۔ایک ایسا مذہب جس کو قیامت تک باقی رہنا ہے اور تمام آنے والی نسلوں کے لئے عملی نمونہ بننا ہے اس ماحول کے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ ماحول حدیث کے ذریعے محفوظ ہے۔

میلادِ مصطفیٰ (خاتم النبیین ﷺ) اور حبِ رسول (خاتم النبیین ﷺ) کے تقاضے

ربیع الاول ایک بابرکت مہینہ ہے۔۔۔ یہ خوشیوں کا مہینہ ہے۔۔۔ یہ درود پاک اور سلام بھیجنے کا مہینہ ہے۔۔۔اس ماہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ پیدا ہوئے۔کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو مدعی نہ ہو کہ اُسے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے شدید، انتہائی محبت ہے۔

بلکہ عام مسلمان چاہے بےعمل ہو لیکن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے محبت ایسی کہ اُن کے لیے کٹ مرنے کو تیار ہوتے ہیں۔

اس حب رسول خاتم النبیین ﷺ کے تقاضے کیا ہیں؟؟؟ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو اپنے تئیں اپنے آپ کو عاشق رسول خاتم النبیین ﷺ سمجھ رہے ہوں اور آخرت میں راز کھلے یہ شے تو اللہ تعالی کو قبول ہی نہیں ہے۔عاشق رسول ہونا بہت بڑی بات ہے۔ہم تو محبت رسول کا دعوی بھی نہیں کر سکتے۔قرآن پاک میں سورہ النساء آیت نمبر 59 میں فرمان الٰہی ہے: یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی"۔

حاکم مطلق اللہ ہے۔۔۔شارح حقیقی اللہ ہے اور اس کے نمائندے کی حیثیت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو حاصل ہے۔

اللہ تعالی نے قران پاک میں فرمایا ہے (سورہ الاحزاب، آیت نمبر 56)

ترجمہ: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور سلام بھی (بار بار) خوب بھیجا کرو"۔

درود پاک وسلام پڑھنا اللہ کی سنت ہے اور اللہ کی سنت سب سنتوں سے پہلے ہے۔

انسان بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ اللہ تعالی کے پیغمبروں نے اسے جنت تک پہنچنے کا راستہ کھول کھول کر بتا دیا ہے۔انسان بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ اسے جنت کی بے مثال نعمتوں اور لافانی بادشاہت کے حصول کا موقع ملا ہے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی وساطت سے اسے وہ قرآنی نور وہ قرآنی تعلیمات ملیں جن کی مدد سے اسے جنت میں جانے کی راہیں بتا دی گئی ہیں۔

انسان بڑا ہی بدنصیب ہے کہ وہ دنیا کی محبت، دنیا کی دلکشی میں دل لگا کر اس دنیا کے دھوکے اور نفس کے دھوکے میں آ کر قرانی تعلیمات اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کو بھول جاتا ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی پیروی نہیں کرتا۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کے مطابق عمل نہیں کرتا۔وہ سمجھتا ہے کہ صرف نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے محبت ہی میری شفاعت کا ذریعہ بن جائے گی۔یہ ہم تو محبت میں بھی پورے نہیں۔ہم تو محبت بھی اعتقادی محبت کرتے ہیں۔

انسان بڑا ہی بدنصیب ہے کہ مردود شیطان اسے گمراہی میں اور سرکشی میں مبتلا کر کے باغ بہشت کے بجائے نار جہنم میں دھکیل دیتا ہے۔

عجز و نیاز اس ذات باری تعالی کے لیے اور کروڑوں درود و سلام اس ہستی پر جنہیں اللہ تعالی کے محبوب ہونے کا شرف حاصل ہوا اور اللہ تعالی نے عالم کون و مقام پر سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ اپنے محبوب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو مخلوق کو عطا فرما دیا۔(سورہ آل عمران، آیت نمبر 164)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلً　ترجمہ: "اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا"۔

خوش نصیب ہیں ہم کہ ہم اللہ کے محبوب کے امتی ہیں۔ہمیں اللہ تعالی کی اس عطا کا ہروقت شکر ادا کرنا چاہیے۔شکر کرنے کا بہترین ذریعہ درود پاک پڑھنا اور ذکر اللہ ہے۔

ہم بائی چانس مسلمان ہیں۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرنے کا سب سے اچھا طریقہ، حب رسول خاتم النبیین ﷺ کے تقاضوں میں سب سے پہلی بات آپ خاتم النبیین ﷺ کی پیروی ہے۔۔۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرنا ہے۔۔۔آپ خاتم النبیین ﷺ کا ادب۔۔۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم۔۔۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔اور اسی کی وضاحت کرنے کے لیے اور اعادہ کرنے کے لیے ہم محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔

امام قسطلانیؒ نے روایت کیا ہے کہ "اللہ تعالی نے نور محمدی خاتم النبیین ﷺ کو حکم فرمایا کہ انوار انبیاء پر توجہ فرمائے۔جب آپ خاتم النبیین ﷺ کے نور مبارک نے دیگر انبیاء کرام علیہ السلام کی ارواح وانوار پر توجہ فرمائی تو آپ خاتم النبیین ﷺ کے نور نے ان سب انبیاء کے انوار کو ڈھانپ لیا"۔انہوں نے عرض کیا" اے باری تعالی ہمیں کس نے ڈھانپ لیا ہے"؟ تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا" یہ محمد خاتم النبیین ﷺ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرف نبوت سے بہرور کر دیا جائے گا"۔اس پر سب ارواح انبیاء نے عرض کیا" باری تعالی ہم ان پر ایمان لے آئے"۔اس کا مکمل ذکر قران پاک سورہ آل عمران، آیت نمبر 81 میں موجود ہے۔

ترجمہ: "یاد کرو وہ وقت جب اللہ تعالی نے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کر کے مبعوث کروں گا اس کے بعد تمہارے پاس میرا پیارا رسول محمد خاتم النبیین ﷺ آ جائیں تو تم سب کو ان پر ایمان لانا ہوگا اور ان کے مشن کو کامیاب بنانا ہوگا"۔

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ "اس کے بعد اللہ تعالی نے ہر نبی سے عہد لیا کہ وہ اپنی اپنی امت کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کی تلقین کرتے رہیں گے۔ چنانچہ تمام انبیاء کرامؑ نے ایسا ہی کیا"۔

ہم لوگ اللہ پر ایمان لائے ہم نے کلمہ پڑھا"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ اللہ تعالی نے جواب میں فرمایا:"اللہ ولی الذین امنو" ترجمہ:"اللہ ایمان والوں کا دوست ہے"

اصل ایمان دل کا یقین ہوتا ہے۔ دل کا یقین کے ساتھ اعمال صالح ایمان کو بڑھاتا ہے۔ کلمہ پڑھ کر ہم اسلام لاتے ہیں اور ایمان لانے کے لیے کچھ چیزوں کا پابند ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جو علماء کرام نے ہماری آسانی کے لیے ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں سمجھا دیے ہیں کہ ایمان میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟؟ جبکہ ہم نے صرف زبانی اس کا رٹا لگا لیا ہے- بے شک زبان سے اقرار بھی اتنا ہی اہم ہے جیسے دل کا یقین اہم ہے۔ یعنی اسلام قبول کرنے کے لیے تمام باتوں کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین لازمی ہے۔ ایمان مفصل:- **اٰمَنْتُ بِاللهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللهِ تَعَالٰى وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْت.**

ترجمہ: "میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور موت کے بعد جی اٹھنے پر"۔-- مندرجہ بالا باتوں میں سے کسی ایک کا انکار بھی ایمان سے خارج کر دے گا اور صرف زبانی اقرار کافی نہیں دل کا یقین ضروری ہے۔

صرف زبانی اقرار منافقین کا طریقہ تھا اور صرف دل کا یقین شیطان کا طریقہ۔ منافقین اور شیطان دونوں جہنم کا ایندھن ہیں۔

ہم نہ تو منافق ہیں اور نہ ہی شیطان۔ تو وہ کیا کام ہے جو ہمیں صحیح مسلمان بناتے ہیں اور کیا ہم ان باتوں اور ان کاموں میں پورا اتر رہے ہیں؟

اس کی وضاحت ہم اب ایمان مجمل سے کرتے ہیں۔ **اٰمَنْتُ بِاللهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْب.**

ترجمہ: "میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات کے ساتھ ہے اور میں نے قبول کیے اس کے تمام تر احکامات زبان سے اقرار کرتے ہوئے اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے"۔ یہاں زور تمام احکامات، زبان سے اقرار اور دل کے تصدیق کرنے پر ہے-

اب ہم دیکھتے ہیں کی کلام الہی میں ایمان لانے کے بعد ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

فرمان الہی ہے: **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْن**

ترجمہ:"اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔(سورہ بقرہ، آیت نمبر 208)

یعنی اللہ تعالی کو جزوی اطاعت قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالی کے تمام احکامات کو ماننا ہے یہی مطلوب اور مقصود ہے۔ ایمان مجمل میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے۔

وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ میں نے قبول کیے اس کے تمام تر احکامات اور مندرجہ بالا آیت میں بھی اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ (دین) اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ چلو ہم اگر پوری اطاعت نہیں کر رہے تو کچھ نہ کچھ تو کر رہے ہیں۔ نماز نہیں پڑھتے تو قرآن پاک تو پڑھ لیتے ہیں۔۔ نماز پڑھتے ہیں اور قرآن نہیں پڑھتے تو کیا ہوا؟ کہا جزوی اطاعت نا قابل قبول ہے۔ دین میں پورے کے پورے داخل ہونا ہے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے پورے ادا کرنے ہے-

ہر عمل کی پیروی اور ہر حکم کی اطاعت--- یہی حب رسول خاتم النبیین ﷺ کا تقاضا ہے کہ ہر حکم کو مانا جائے۔

کسی کی اتباع کے لیے اس کی محبت کا دل میں ہونا سب سے زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ محبت کے بعد ادب اور تعظیم کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔۔ اب پہلی چیز ہوئی محبت، ایمان کے اساس محبت پر رکھی گئی ہے۔ اللہ سے محبت۔۔۔ اللہ کے رسول سے محبت۔۔۔ اللہ کے بندوں سے محبت۔

ہمارے پاس احادیث کی چھ کتب ہیں۔ ان تمام احادیث کی کتابوں میں قبر کے سوالات کے بارے میں یہی حدیث مبارکہ ہے کہ قبر میں سوال ہوگا۔ مَن رَبُّکَ؟۔۔ مَن دِینُکَ؟ اور پھر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ اقدس دکھا کر پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہے؟

بخاری شریف میں ہے کہ قبر میں سوال ہوگا؟۔۔ پوچھا جائے گا یہ محمد خاتم النبیین ﷺ ہے تم ان کے بارے میں دنیا میں کیا کہا کرتے تھے؟ بڑا ہی غور طلب معاملہ ہے۔

اب جو آپ خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرتا ہوگا-- تعظیم کرتا ہوگا-- ادب کرتا ہوگا-- اتباع کرتا ہوگا وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو دیکھ کر فورا پہچان لے گا کسی نے کیا

خوب کہا ہے کہ:

ہم نے آنکھوں سے دیکھا نہیں ہے مگر
ان کی تصویر سینے میں موجود ہے

جب ہم نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی مکمل اتباع کریں گے تو اس صورت میں ہم دین میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں گے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ، آیت نمبر 208 میں فرمایا: ترجمہ: "اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ"۔

یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔پوری اطاعت کی جائے اور اب ہم جزوی اطاعت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ، آیت نمبر 85 میں فرماتا ہے۔۔۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: "کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان رکھتے اور بعض کا انکار کرتے ہو۔پس تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا اس کی سزا کیا ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت اور رسوائی ہو اور قیامت کے دن بھی ایسے لوگ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے"۔

دنیا کی رسوائی آج ہمارے سامنے ہے تقریباً آدھی دنیا کے لوگ مسلمان ہیں لیکن مسلمانوں کی دھاک اور ان کی عزت ختم ہوگئی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ جو شاگرد ہیں حافظ ابن قیمؒ کے وہ فرماتے ہیں دو چیزوں کے جمع کرنے سے عبادت وجود میں آتی ہے:

اللہ کی اطاعت + رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت = عبادت

سورہ بقرہ، آیت نمبر 165 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: "جو لوگ صاحب ایمان ہیں وہ اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں"۔ (یعنی حد درجہ محبت)

یعنی حد درجہ کی (انتہائی) اللہ تعالیٰ سے محبت + حد درجہ کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت = عبادت----قران پاک سورہ آل عمران، آیت نمبر 31 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "اے حبیب آپ خاتم النبیین ﷺ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے"۔

یہاں باری تعالیٰ نے خود فرمایا "جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ پہلے نبی کا پیروکار بنے اللہ اسے اپنا محبوب بنا لے گا اور اس کے گناہ معاف فرما دے گا"۔

تو اگر ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو ہمیں نبی کا اتباع کرنا ہوگا۔۔نبی کی پیروی کرنی ہوگی۔۔کُلی پیروی یعنی کُلی اتباع۔۔جزوی عبادت، جزوی اطاعت اللہ کو منظور نہیں۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اب سمجھ آیا میلاد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ منعقد کرنے کا مقصد???

ہاں میلاد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ منانے کا مقصد لوگوں کو اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ سے آگاہی بخشنا ہے۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو میلاد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ خاتم النبیین ﷺ کے اتباع کی بھی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی کا نمونہ بنا لیتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے (وہ جس کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے) اس حدیث قدسی کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: "میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کر سکتا جو مجھے زیادہ محبوب ہو ان چیزوں سے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ یعنی جتنا قرب فرائض کے اچھی طرح ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔پھر بندہ نوافل کے ساتھ بھی مجھ سے تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں اگر وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں"۔ (بخاری شریف) اعضاء بندے کے، قوت اللہ کی ہوتی ہے۔

اب اس حدیث قدسی کو غور سے اور بار بار پڑھیں تاکہ ہمیں مرادِ ربانی اچھی طرح سمجھ آجائے-مندرجہ بالا حدیث سے قدسی سے واضح ہو جاتا ہے کہ سب سے زیادہ ضروری چیز اور اول چیز فرائض کی ادائیگی ہے-اس کے بعد واجب---پھر سنت---پھر مستحب-سنت وہ کام جو آپ خاتم النبیین ﷺ نے کیا اور کرنے کے بعد

ادا کرنے کا حکم فرمایا اور مستحب وہ کام جو کارِ خیر ہیں اور مسلمان ان کو کارِ خیر سمجھ کر ثواب کی نیت سے کرتے ہیں-
اس لئے ہمارا ہر عمل دنیا کی کامیابی کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی کے ساتھ بھی منسلک ہوتا ہے-
شیخ سعدی نے کیا خوب بیان فرمایا ہے:-

زندگی آمد برائے بندگی   (زندگی بندگی کے لیے بنائی گئی ہے-)

زندگی بے بندگی شرمندگی   (بغیر بندگی کے بغیر عبادت کے یہ زندگی شرمندگی ہے-)

تو میلادِ مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ منانے والے سب سے زیادہ فرائض ادا کرنے والے ہونے چاہییں تب بات بنے گی- غور تو کریں ہم زمین پر رہتے ہیں ہم اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیں اور ہمیں جواب آسمان سے آتا ہے اور جواب آسمان سے آتا ہے اور ہم سن بھی لیتے ہیں- (سبحان اللہ)
عجز و نیاز اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے اور درود و سلام حضور پر نور کی تعلیمات اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی صداقت پر جن کی تعلیمات سے ہمیں معلوم ہوا کہ دوسروں کے سکون کی خاطر صرف کیا ہوا ایک لمحہ اپنے لیے عمرِ خضر سے زیادہ درجہ رکھتا ہے-
یہ دنیا فانی ہے ہمیں ایک دن موت سے ملنا ہے اور وہ دن کوئی دن بھی ہو سکتا ہے- یہ فانی دنیا--- یہ بھول جانے والے لوگ--- یہ ختم ہو جانے والی لذتیں--- یہ مٹ جانے والے نام--- یہ تمام کی تمام عارضی مسرتیں--- یہ تمام وقتی خوشیاں--- یہ رک جانے والی سانسیں---اس کے بعد، اس کے بعد کیا؟؟ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ہر شخص اپنے اعمال کی سزا ضرور بھگتے گا-
ماہ ربیع الاول ہمارے لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی آمد کا مقصد اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیغام کو یاد دلانے کے لیے آتا ہے اور اس ماہ میں میلاد منانے کا مقصد لوگوں کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا، دنیا میں غرق ہونے والوں کو خبردار کرنا، سوتے ہوئے کو جگانا اور انہیں جھنجوڑ کر اٹھانا اور بتانا ہے کہ آج اور اب عمل کا وقت ہے---محاسبے کا وقت جلد آنے والا ہے-
اس چھوٹی سی زندگی میں راہیں بدلنے کا وقت نہیں ہے- اس لیے کامیابی کے حصول کے لیے بڑی سمجھداری کی ضرورت ہے- ہمارے لیے کامیابی کا حصول اتنا اہم نہیں ہے جتنا عمل کا انتخاب- ہر شخص آپنے دائرۂ عمل میں رہن ہے- ہمیں اپنے عمل کے ذریعے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی پہچان درکار ہے اور پھر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ذریعے ہمیں مالک اور خالق کی تعلیمات سے اور احکامات سے باخبر ہونا ہے- انسان کی زندگی محدود ہے اور اس کی خواہشات لامحدود--- محدود انسان کا لامحدود خواہشات کے لیے عمل کہیں نہ کہیں راستے میں ہی دم توڑ دیتا ہے- اس لیے ہمیں اپنی حدود میں رہ کر عمل کرنا ہے- اپنی حدود کو پہچانے بغیر عمل ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے اور موت کے وقت ایسے انسان کے لیے ندامت، پریشانی اور پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا-
اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمجھانے اور انہیں ابدی راحت (جنت میں جانے) اور وہاں کے بھی زندگی کے بارے میں سب کچھ ہمیں قرآن میں بتایا اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں عملی صورت میں ہمیں سب کچھ کر کے دکھایا- اچھا کیا ہے؟؟ برا کیا ہے؟؟ جائز کیا ہے؟؟ ناجائز کیا ہے؟؟ حلال کیا ہے؟؟ حرام کیا ہے؟؟ زندگی کیسے گزارنی ہے؟؟ اور کیسے نہیں گزارنی؟؟ اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ اپنے ارادے اور اپنے اختیار سے یا تو رسول خاتم النبیین ﷺ کی راہ اپنا کر قرانی تعلیمات پر عمل کر لے یا شیطان کا طریقہ اختیار کر کے ابلیس کا ساتھ دینے والا بن جائے-
عجیب بات ہے انسانی قانون کے خلاف ورزی کرنے والوں کو پولیس جلد یا بدیر پکڑ لیتی ہے وہ پکڑ لیے جاتے ہیں اور اپنے کیے کی سزا بھی پاتے ہیں لیکن پروردگار کے قانون کی نافرمانی کرنے والے--- نبی کی تعظیم نہ کرنے والے--- نبی کی شان میں گستاخی کرنے والے--- نبی کی سنتوں کی پرواہ نہ کرنے والے --- پروردگارِ عالم کے بدترین مجرم زندگی بھر بھاگتے رہتے ہیں لیکن انہیں پکڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی قوت حرکت میں نہیں آتی-
قاتل، بدکار، کرپٹ، راشی، سودخور، فریبی، دھوکہ باز، مشرک اور فاسق و فاجر انسان زندگی آزادی سے گزارتے ہیں اور خالق کی نافرمانی اور اپنے نبی کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں- وہ مخلوق کے حقوق تلف کرتے رہتے ہیں مگر فرشتوں کی فوج ایسے لوگوں کو پکڑنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتی- کیوں؟؟
یہ صورتحال بظاہر بڑی ہی عجیب ہے اور تعجب انگیز لگتی ہے مگر درحقیقت یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ایک بہترین ثبوت ہے-
سورہ انشقاق میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (مفہوم، آیت نمبر 6) ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا مجرم کہیں بھی جائے اور کہیں بھی بھاگے دراصل وہ اللہ ہی کی طرف بھاگ رہا ہوتا ہے-

اس کا ہر اٹھتا قدم اور زندگی کا ہر گزرتا لمحہ اسے اللہ تعالیٰ کی گرفت یعنی موت سے قریب کر رہا ہوتا ہے"۔

توجس مجرم کی مہلت ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ بڑھنے کے بجائے کم ہو رہی ہے اور جو مجرم خود گرفتار ہونے کے لیے آ رہا ہو اسے پکڑنے کے لیے تگ و دو کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟ اس لیے تعجب اس بات پر نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو پکڑ کیوں نہیں رہا ہے- حیرت ان پر ہونی چاہیے جو نبی کی تعلیمات اور احکامات الٰہی کو بھلا کر بے خبر غفلت میں ڈوبے ہوئے اپنی پکڑ کی طرف بھاگے جا رہے ہیں- ایسے میں بندہ مومن کا کام یہ ہے کہ ڈوبتے ہوئے لوگوں کو ڈوبنے سے بچائے- دنیا میں غرق لوگوں کو نبی کی تعلیمات سے آگاہ کرے اور انہیں بتائے کہ وہ اپنی خواہشات کے معاملے میں ہمیشہ یہ بات یاد رکھیں کہ شیطان خواہشات کے دروازے سے ان کے دل میں داخل ہوتا ہے اور پھر خواہشات ہمیشہ بڑھتی رہتی ہیں اور انسان دنیا کا ہو کر رہ جاتا ہے- خواہشات اپنی مرضی سے لادا ہوا بوجھ ہوتا ہے اور جن کو پرواز اونچی رکھنی ہوتی ہے وہ اپنا بوجھ ہلکا رکھتے ہیں

خواہش کے اس دروازے پر تقویٰ اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کی چوکی قائم کریں اور پھر ضمیر کے پہرے دار کو اس چوکی پر نگران مقرر کریں- پھر اپنا جائزہ اور محاسبہ خود کرتے رہیں- قبل اس کے کہ ہمارا محاسبہ کیا جائے- بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز ہمارے لیے بنائی ہے- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں کبھی بھی ترک دنیا کی تعلیم نہیں دی- دنیا میں رہنا ہے اس کی ہر چیز سے فائدہ بھی اٹھانا ہے لیکن دنیا کو دل میں نہیں بسانا-

یاد رکھیں! محبت دنیا اور چیز ہے اور مصرف دنیا اور چیز---اس طرح ضرورت کا عمل اور چیز ہے اور عمل کی ضرورت اور چیز---آج ہمیں سب سے زیادہ ضرورت اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کی ہے- میلاد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ منایا جائے اور اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ کی پرواہ نہ کی جائے- نہ نماز پڑھی جائے اور نہ قرآن پاک کی تلاوت کی پرواہ کی جائے---نہ بڑوں کی عزت---نہ چھوٹوں سے محبت--نہ حقوق العباد کا خیال--

تو روز محشر ہم شفاعت کی امید کیسے کریں گے- آخرت میں اعمال صالح ہی ہمارے خوبصورت اثاثے ہوں گے- اعمال صالحہ کرنے والے انسان خوبصورت دل رکھتے ہیں- خوبصورت دل رکھنے والے خوبصورت احساسات کے مالک ہوتے ہیں- مکانات ترقی یافتہ نہیں ہوتے مکین ترقی یافتہ ہوتے ہیں-

کسی نے ایک بزرگ سے سوال کیا" بابا جی یہ تو بتائیں کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ "؟ بابا جی نے کہا" بیٹا اپنا بٹوا نکالو"- اس شخص نے بٹوا نکالا اور بابا جی کے سامنے رکھ دیا- بابا جی نے کہا" برخوردار فرض کیا تمہارے اس بٹوے کی قیمت پانچ روپے ہے- اب اس میں تو ایک لاکھ روپے رکھ دے گا تو اس کی قیمت ایک لاکھ ہو جائے گی پھر اگر تو بٹوے میں پانچ لاکھ روپے رکھ دے گا تو بٹوے کی قیمت پانچ لاکھ ہو جائے گی اور برخوردار اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سب سے زیادہ قیمتی چیز وجود مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ ہے- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اگر زمین پر ہیں تو زمین آسمان سے افضل اور آپ خاتم النبیین ﷺ آسمان پر ہیں تو آسمان زمین سے افضل- اسی بنا پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اگر مکہ میں ہیں تو مکہ مدینہ سے افضل اور اگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مدینہ میں ہیں تو مدینہ مکہ سے افضل"-

فضیلت کا موجب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا وجود باسعود ہے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مکہ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کی قسم کھائی اور فرمایا اس شہر مکہ کی قسم کھائی اور فرمایا: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ترجمہ:"مجھے اِس شہر (مکہ) کی قسم"۔(سورہ البلد، آیت نمبر 1)

یہ قسم اللہ تعالیٰ نے کیوں کھائی کیا اس میں اللہ کا گھر ہے اس لیے؟ نہیں---اس میں صفا مروہ ہے کیا اس لیے؟ نہیں---اس میں چاہ زمزم ہے کیا اس لیے؟ نہیں---تو پھر اللہ تعالیٰ نے شہر کی قسم کیوں اٹھائی؟ اللہ تعالیٰ ہی سے اس کا جواب سن لو فرمایا: وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ترجمہ:"اے محبوب تم اس میں تشریف فرما ہو"-

اب تم خود ہی بتاؤ کہ آپ خاتم النبیین ﷺ مدینہ میں ہیں--- پھر مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ بے شک (سبحان اللہ)

کروڑوں درود و سلام ہمارے پیارے آقا حبیب خداوند تخلیق کائنات جناب محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی پر----

سوچیے! مسلمان آج کل مغلوب کیوں ہو گئے ہیں؟؟----ہمیں غور کرنا ہے کہ:

کون ہے تارک آئین رسول (ﷺ) مختار؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار؟ ہو گی کس کی نگاہ طرز سلف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں، دل میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد (ﷺ) کا ہمیں پاس نہیں

جشنِ عیدمیلادالنبی خاتم النبیین ﷺ اور تصور بدعت

بدعت کا لغوی مفہوم: بدعت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو بدع سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں نئی بات، نئی چیز، نیا قانون یا رسم و رواج، نیا بنانا یعنی جس چیز کا وجود پہلے نہ ہو اُسے عالمِ وجود میں لانا۔

اصطلاحِ شریعت میں بدعت کا مفہوم: فقہا اور آئمہ حدیث نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

"ہر وہ کام جس کی کوئی اصل بالواسطہ یا بلا واسطہ نہ قرآن میں ہو، اور نہ سُنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہو"۔

کیا ہر نیا کام ناجائز ہے؟؟ اگر شرعی اصول کا معیار یہ قرار پائے کہ ہر نیا کام بدعت ہے تو دین اسلام اور شریعت مطہرہ کی تعلیمات میں سے کم و بیش 70 سے 80 فیصد حصہ ناجائز ٹھہرتا ہے کیونکہ اجتہاد کی ساری صورتیں اور قیاس، استحسان، استنباط، استدلال وغیرہ کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔

اسی طرح دینی علوم و فنون مثلاً اصول تفسیر و حدیث، فقہ، اصولِ فقہ ان کی تدوین و تدریس، ان کو لکھنے کے لیے صرف و نحو، معانی، منطق، فلسفہ اور دیگر معاشرتی علوم جو تفہیمِ دین کے لیے ضروری ہیں، ان تمام کا سیکھنا اور سکھانا حرام قرار پائے گا کیونکہ ان کی اصل نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں اور نہ ہی صحابہؓ کے عمل سے ان کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔ انہیں تو بعد میں ضروریات کے پیشِ نظر علما و مجتہدین اسلام نے وضع کیا تھا۔

لہذا اگر ہر نیا کام بدعت ٹھہرا اور ہر بدعت ضلالت اور گمراہی، تو اِس معنی کے اعتبار سے تو درس نظامی کی تمام تعلیم و تدریس بھی گمراہی قرار پائی۔ کیونکہ موجودہ ضابطے کے تحت تدریس نہ تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھی اور نہ ہی کسی صحابیؓ یا تابعیؒ نے اِس طرح تعلیم حاصل کی تھی بلکہ قرآن پاک کا موجودہ صورت میں جمع کیا جانا اور اس پر اعراب و نقاط لگانا بھی گمراہی ہوگا۔ مسجدیں پختہ کرنا، لاؤڈ اسپیکر لگانا، مسجدوں کی تزئین اور آرائش کے جملہ انتظامات بھی ناجائز اور حرام ٹھہریں گے۔

شریعت اسلامی اور فلسفہ حلال و حرام: شریعت مطہرہ میں ہر چیز اُس وقت حرام اور ناجائز قرار پائے گی جب اُس کو "قرآن و سُنت" یا "اجماع" از روئے شرع ناجائز قرار دیں اور جس کو اللہ اور اُس کے رسول خاتم النبیین ﷺ اور شریعت نے صراحت کے ساتھ ناجائز نہیں کہا اُسے از روئے شرع بھی ناجائز تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اِس لیے کہ شریعت اسلامیہ کا وجود جائز اور حلال چیزوں کے گنوانے پر مبنی نہیں ہے بلکہ شریعت نے ناجائز اور حرام چیزوں کی فہرست مہیا کر دی ہے۔ جو اللہ رب العزت اور اُس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے مقرر کردہ واضح احکام پر مشتمل ہے۔ مثلاً خنزیر، بہتا ہوا خون، مردار، یا بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور وغیرہ کو بالصراحت حرام قرار دے دیا۔ اسی طرح دیگر مشروبات، معقولات، رشتے، معاملات، عقائد میں جملہ ناجائز اور حرام چیزیں گنوا کر باقی تمام چیزوں کو حلال اور جائز قرار دے دیا ہے۔ کسی شے کا محض پرانا یا نیا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کے معنی تب متعین ہوتے ہیں جب وہ شے قرآن کی نص سے متعارض ہو یا سُنت رسول خاتم النبیین ﷺ یا صحابہؓ کے مخالف ہو۔ ایسی چیز بحر حال ناجائز اور قابل رد ہوگی اور اگر کوئی شے قرآن و حدیث اور اجماع صحابہؓ کے مخالف نہیں ہے یا اس پر بالصراحت "نہی" وارد نہیں ہوئی تو وہ شے جائز ہوگی۔ اِس لیے کسی شے کے حرام کرنے کا اختیار اللہ اور اُس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں۔

تصورِ بدعت آثارِ صحابہؓ کی روشنی میں: اَب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ لغتاً اور اداً بدعت نئی چیز کو کہتے ہیں۔ اَب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اِس کا تصور صحابہ کرامؓ کے آثار میں بھی موجود ہے یا نہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا عمل بیان کرتے ہیں کیونکہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے بعد اُمت کے لیے ان کا عمل سب سے زیادہ معتبر ہے۔

(1) جمع قرآن اور شیخین کا عمل: سید دو عالم حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اُس وقت جھوٹی نبوت کے دعوے دار مسلمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ میں تقریباً 700 صحابہؓ قرآن پاک کے حافظ شہید ہو گئے۔ حضرت سیدنا عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو اِن کو فکر دامن گیر ہوئی اور انہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے عرض کیا! "یا خلیفہ الرّسول خاتم النبیین ﷺ! حُفّاظ صحابہ کرامؓ جنگوں میں شہید ہو رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل حفاظت قرآن مسلمانوں کے لیے ایک مسئلہ بن جائے۔ اس لیے میری تجویز یہ ہے کہ قرآن کو ابھی سے ایک کتابی صورت میں لکھ دیا جائے" سیدنا صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا کہ "ایسا کام کیونکر کریں جسے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے نہیں کیا"؟ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "یہ دُرست ہے کہ یہ کام نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے نہیں کیا لیکن اِسی میں بھلائی ہے"۔ اس بحث و تمحیص کے دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سینہ مبارک کُھل گیا اور فرمایا "عمرؓ اللہ تیری قبر کو روشن کرے تُو نے اپنی گفتگو سے

میرے سینے کو روشن کر دیا"۔

اس حدیث کے راوی حضرت زید بن ثابتؓ انصاری فرماتے ہیں "حضرت ابوبکرؓ نے یہ ذمہ داری مجھ پر ڈال دی کہ قرآن پاک کو مختلف مقامات سے تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر دوں"۔ حضرت زید بن ثابتؓ کو جب اتنی بڑی ذمہ داری سے عہدہ براہونا پڑا تو فرمانے لگے۔ "اللہ کی قسم ابوبکرؓ اگر مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کی تکلیف دیتے تو یہ میرے لیے قرآن جمع کرنے سے زیادہ آسان ہوتا "۔ پھر حضرت زید بن ثابتؓ نے لوگوں کے سینوں سے، درختوں کی چھالوں سے، درختوں کے پتوں سے، درختوں کے تنوں سے، پہاڑوں سے، اور پتھروں سے، قرآن پاک کو جمع کرنا شروع کیا اور اس طرح تیار کیے گئے قرآن پاک کے چند نسخے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد اُن کی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس موجود رہے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں جب فتنوں نے زور پکڑا اور ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق قرآن پاک کی آیات کا مطلب نکالنے لگا تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ کرنے کے بعد قرآن پاک کے وہ نسخے جو حضرت حفصہؓ کے پاس تھے، منگوائے اور اُن پر اعراب اور نقاط لگائے اور اس طرح قرآن پاک کو وہ شکل دی جو موجودہ صورت میں آج تک ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس طرح تیار کیے ہوئے قرآن پاک حضرت عثمانؓ نے تمام عاملوں (گورنروں) کے پاس بھجوائے۔ اگر ہر نیا کام بدعت ہے تو تاریخ اسلام میں سب سے پہلی بدعت جو وجود میں آئی وہ نعوذ باللہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور اُن کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ہاتھ سے وجود میں آئی۔

(2)　باجماعت نمازِ تراویح کی ابتداء:　جمع تدوین قرآن کی طرح یہ عمل بھی حضرت فاروق اعظمؓ کے کہنے پر باقاعدہ وجود میں آیا۔ روایات میں مذکور ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے رمضان المبارک میں تین راتیں نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔ اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے نماز تراویح اپنے طور پر حجرہ مبارک ہی میں ادا کی (اپنے گھر میں)۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ کر دی جائے۔ صحابہ کرامؓ کچھ دنوں تک آپ خاتم النبیین ﷺ کے انتظار میں مسجد میں اکٹھے ہوتے اور جب آپ خاتم النبیین ﷺ تشریف نہ لاتے تو اپنی اپنی نماز پڑھ کر لوٹ جاتے۔

آپ خاتم النبیین ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کا یہی معمول رہا کہ خود ہی نماز تراویح پڑھ لیا کرتے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ کا دور آیا اور آپؓ نے دیکھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں عبادات، ریاضات اور قیام اللیل کا جذبہ کم ہوتا جا رہا ہے اور اگر صورت حال یہی رہی تو عین ممکن ہے کہ کسی دور میں لوگ نماز تراویح پڑھنا ہی ختم کر دیں۔ حضرت عمرؓ چونکہ مجتہد تھے اس لیے انہوں نے یہاں اجتہاد فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں "حضرت عبدالرحمٰنؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اِس قصد کو پختہ فرمایا اور سب کو حضرت ابی ابن کعبؓ کے پیچھے (جو حافظ قرآن تھے) نماز تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم دیا۔"

(3)　تعمیر مسجد کا مسئلہ زیرِ غور لائیں:　حضورِ پاک خاتم النبیین ﷺ کے زمانے کی مسجدیں اور بعد کی مسجدیں دیکھیں۔ وجہ یہ تھی کہ اسلام کے ابتدائی دور میں پختہ مکانات بنانے کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ لہذا مسجدیں بھی از روئے شرع پختہ بنانا ناجائز تصور کیا جاتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اسلامی سلطنت کی حدود مشرق سے مغرب تک پھیل گئیں۔ مسلمانوں نے فلک بوس عمارات اور محلات بنانا شروع کر دیئے تو علمانے وقت کے تقاضوں کے مطابق اللہ کے گھروں کی تعمیر کو بھی اسی طرح نہ صرف جائز بلکہ عظمت اسلام کے پیشِ نظر ضروری قرار دیا۔

(4)　اسی طرح قرآن پاک کو لیں:　ہر زبان میں اِس کی تعلیمات کو لوگوں کے گھروں تک پہنچانے کے لیے ضروری تھا کہ اِس کے تراجم اور تفاسیر بھی مختلف ممالک کے لوگوں کی زبان اور فہم کے مطابق کئے جائیں۔ چنانچہ جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ہندوستان میں پہلی مرتبہ ضرورت کے پیش نظر قرآن پاک کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا تو وہاں کے ظاہر بین علماء نے بہت شور مچایا اور فتوے صادر کیے کہ " قرآن پاک کو عربی زبان سے فارسی زبان میں منتقل کیا جا رہا ہے لیکن آنے والے زمانے اور آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ نئی بدعت مصلحت وقت اور عین تقاضہ تبلیغ تھی۔

(5)　جشنِ عیدمیلادالنبی خاتم النبیین ﷺ کی موجودہ نوعیت اور عہدِ نبوی خاتم النبیین ﷺ سے مثالیں:　میلادالنبی خاتم النبیین ﷺ کی خوشی اور محافل میلاد کی موجودہ صورتوں کی اصل خود عہد نبوی خاتم النبیین ﷺ سے ملتی ہے جس سے صاف دلیل ملتی ہے کہ ان محفلوں کا منعقد کرانا اصولاً جائز ہے۔ ہر دور میں ہر چیز کی ہیئت اور صورت حالات کے مطابق ہوتی ہے۔ فریضہ حج ہی کو لیں اس کی ادائیگی کے انداز اور ذرائع آمد و رفت بتدریج بدلتے جا رہے ہیں۔ ضروری نہیں کہ آج کے لوگ پیدل چل کر حج کریں یا اونٹوں اور گھوڑوں پر حج کیا جائے یا حج کے لیے آیا جائے اور وہ فاصلے جو اب گھنٹوں میں ہو جاتے ہیں اُن کے لیے کئی ماہ لگا دیں۔ اب حج پر جہازوں سے جانا بھی کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں ہے۔ اِس لیے کیا یہ بھی بدعت ہوئی؟

اگر میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ کی موجودہ صورت کو دیکھیں تو یہ اپنی اصل کے اعتبار سے بالکل حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی سُنت ہے۔ اسی طرح کی محفلیں جن میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے فضائل وکمالات کا ذکر ہوتا تھا، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ خود محفل میں بیٹھتے اور اپنی نعت منعقد فرماتے۔ سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نعت سُنانے کی فرمائش کرتے۔ چنانچہ حضرت حسّان رضی اللہ عنہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شان اور کُفّار کی مذمت میں نعتیہ اشعار کہتے۔ حدیث صحیح ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ دُعا فرماتے کہ "یا اللہ جب تک حسّان رضی اللہ عنہ میری نعت پڑھتا رہے، جبرائیل امین علیہ سلام کو اس کی مدد کے لیے مقرر فرمادے"۔ (مشکوٰۃ)

محفلِ میلاد کے علاوہ جلوس وغیرہ نکالنا بھی دورِ رسالت خاتم النبیین ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ باب الہجرت میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے جانے والے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے نقل کیا گیا ہے کہ:

"جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد مدینہ منورہ میں متوقع تھی تو ہر روز مدینہ منورہ کے لوگ (جو ایمان لا چکے تھے) جلوس کی شکل میں آپ خاتم النبیین ﷺ کا انتظار کرتے تھے۔ آخر کار آپ خاتم النبیین ﷺ نے اُن کو شرفِ میزبانی بخشا تو اُس دن ہر فرد خوشی سے مدینہ کی گلیوں میں نکل آیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا مکہ سے مدینہ میں آمد کا یہ ایسا پر جوش جلوس تھا جسکا موجودہ دَور میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا"۔ حدیث صحیح کے الفاظ ہیں کہ جب لوگ اجتماعی صورت میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا استقبال کر رہے تھے تو مرد عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدّام راستوں میں پھیل گئے۔ (یہ سب لوگ با آواز بلند) کہہ رہے تھے۔" یا محمد یا رسول اللہ "یا محمد یا رسول اللہ" (مسلم)

اِن چند واقعات کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ سب کام جو جشنِ عید میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ پر آج کل کئے جاتے ہیں۔ متفرق طور پر اسی طرح دورِ رسالت میں بھی کئے جاتے تھے۔ یا یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح قرآن پاک پہلے متفرق صورت میں موجود تھا اور موجودہ شکل میں نہ تھا اسی طرح عید میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ پر کئے جانے والے سب جائز امور بھی الگ الگ صورت میں پہلے بھی موجود تھے۔ لہذا اَب بھی یہ جلسے جلوس، محفل نعت خوانی اور تقاریب از روئے شرع جائز اور مباح ہیں۔

بعض لوگ ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ولادت با سعادت اور وصال مبارک ایک ہی دن اور ایک ہی ماہ میں ہوئے ہیں۔ لہذا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کی بجائے اُنکے وصال پر افسوس منایا جائے۔ ان کے لیے اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ غم کرنا اُمّت مسلمہ کا شیوہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بدلے شُکر کرنا، خوشی منانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی غم کرنے اور افسوس کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسا کرنا تو نعمت کی ناقدری کرنا ہے۔ اور ناقدری کرنا تو کفرانِ نعمت ہے۔ جس کے لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (سورہ ابراہیم، آیت ۷)

ترجمہ: "اگر تم میری نعمت کی ناقدری کرو گے تو بیشک میرا عذاب سخت ہے"۔

دوسرے یہ کہ غم تو نعمت کے خاتمے پر کیا جائے۔ ہم تو جب غم کریں جب ہم یہ خیال کریں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی رحمت کا سایہ ہم پر سے اُٹھ گیا ہے یا رابطہ اور تعلق منقطع ہو گیا ہے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تو آج بھی امت کے احوال سے واقف ہیں اور اب بھی قدم قدم پر رہبری فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کی آمد پر خود جشن منایا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی آمد پر ساری زمین کو سرسبز کر دیا اور روئے زمین کے خشک اور گلے سڑے درختوں کو پھلوں سے بھر دیا۔ قحط زدہ علاقوں میں رزق کی اتنی کشادگی فرمادی کہ وہ سال ہی خوشی اور فرحت والا سال کہلایا اور اہلِ قریش اس طرح سے خیر کثیر آنے سے خوش ہو گئے---- جو لوگ ہر بات میں قرآن وسُنت سے دلیل طلب کرتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اتنی بڑی نعمت کے آنے پر شُکرانہ کرنے پر ثبوت طلب کرتے ہیں، لیکن زندگی میں ہزار ہا خوشیاں مناتے وقت بھی کبھی قرآن وحدیث کو اُٹھا کر دیکھا ہے کہ اِس کا ثبوت ہے کہ نہیں؟ خدارا کبھی سوچو تو سہی کہ جب کسی کے ہاں اولاد پیدا ہوتی ہے تو ہم مٹھایاں بانٹتے ہیں، پارٹیاں کرتے ہیں، کیا اُس وقت بھی حدیث کی کتاب اُٹھا کر یہ ثبوت طلب کرتے ہیں کہ آیا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ یا اُن کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کی پیدائش پر مٹھائی بانٹی تھی؟

ہر سال اپنے بچوں کی سالگراؤں پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں، ضیافتیں ہوتی ہیں، کیک کٹتے ہیں، کیا یہاں کبھی قرآن وحدیث سے ثبوت طلب کئے جاتے ہیں؟ ہمارے ہاں جب کسی کی شادی ہونے لگتی ہے تو کئی کئی مہینے اِس کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ کپڑے، زیورات پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ مہندی تیل کی فضُول رسم پر ہزاروں روپیہ اور بارات کے کھانوں پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔ کارڈ وغیرہ چھپتے ہیں۔ کیا اس موقع پر بھی ہم نے کبھی قرآن اور حدیث کی کتاب کھول کر دیکھا ہے کہ کیا شادیوں پر ہمارے آقا و مولا خاتم النبیین ﷺ یا اُن کے کسی ساتھی نے یا اُن کے غلاموں نے ایسی خوشیاں منائیں؟ اور اتنے روپے لگائے یا انہوں نے کبھی ایسے مہنگے اور پُرتکلف کھانے تیار کروائے تھے؟ یہاں پر لوگ ثبوت طلب نہیں کرتے کیونکہ یہ بیٹے اور بیٹی کا معاملہ ہوتا ہے مگر عید میلا دالنبی خاتم النبیین ﷺ پر ثبوت یاد آ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ محسنِ انسانیت خاتم النبیین ﷺ کی پیدائش کا معاملہ ہے۔

ہمیں جب آزادی کی نعمت ملی یعنی 14 اگست 1947ء کو ہم غیروں کے تسلط سے آزاد ہوئے تو 14 اگست کو ہر سال پاکستان کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے۔ بے پناہ ملکی اور قومی دولت خرچ کی جاتی ہے۔ 14 اگست کو آزادی کے حصول پر توپوں کی سلامی دیتے ہیں، راتوں کو بڑی بڑی عمارتوں، شاہراؤں اور نمایاں مقامات پر چراغاں کرتے ہیں اور جشن مناتے ہیں، اور یہ سب اِس لیے کرتے ہیں کہ پتا چلے کہ یہ دن ہماری آزادی کا دن ہے جبکہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی آمد تو پوری کائنات کے مظلوم انسانوں کے لیے جبر وتشدد اور ظلم سے آزادی کا سبب بنی تھی۔ اس دن تو ہمیں ایمان، اسلام اور قرآن جیسی نعمت ملی۔ تو ایسا محبوب جس نے ہمیں یہ سب کچھ دیا، ان کی آمد پر خوشیاں اور جشن کیوں نہ منائیں؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ملکی اور قومی تہواروں پر منائی جانے والی خوشیاں جائز اور حلال ہوں لیکن آقائے نامدار، تاجدارِ کائنات، فخرِ موجودات اور باعث تخلیق کائنات کی ولادت کے دن خوشی اور جشن کو حرام، ناجائز اور مذموم ٹھہرایا جائے۔

23 مارچ کو جبکہ اِس آزادی کے حصول کے لیے صرف مشورہ ہوا تھا اور جدوجہد آزادی کا آغاز ہوا تھا، ہر سال ملک میں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر تقریبات منائی جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن یہاں پر عہدِ رسالت خاتم النبیین ﷺ اور عہدِ صحابہؓ سے ثبوت تلاش نہیں کیے جاتے، اُس وقت بھی تو بے شمار ملک فتح ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے وقت کونسا جشن منا کر آتش بازی کی گئی تھی اور کونسا چراغاں ہوا تھا؟ قیام پاکستان کی تحریکوں کی قیادت کرنے والے اور حصولِ آزادی میں کام کرنے والے راہنماؤں کے یومِ ولادت پر پورے ملک میں عید کا سماں ہوتا ہے، دفاتر بند، تعلیمی ادارے بند، ہر جگہ جلوسوں کا انعقاد کیا گیا، اُنکی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی، اُن کی شان میں منقبتیں پڑھی گئیں، لیکن یہاں بھی قرآن وحدیث واُسوہ صحابہؓ سے کسی ثبوت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، اِس لیے کہ یہ ہماری قوم کے محسنوں کا حق ہے کہ اُنکی خدمت کو سراہا جائے۔ اور جب پوری انسانیت بلکہ پوری کائنات کا محسن اعظم خاتم النبیین ﷺ اِس دُنیا کے ہر خاص وعام کو رحمتیں، نعمتیں اور شرف بزرگی عطا کرنے کے لیے آئے تو ان کی یاد میں محفل میلاد اور خوشی کرنے پر ہمیں ثبوت مانگنا بھی یاد آ جاتا ہے اور دلیلیں طلب کرنا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔

غرض زندگی کی ساری خوشیاں خواہ وہ ذاتی ہوں یا خاندانی ہوں، ملکی ہوں یا قومی، بے تحاشہ خوشیاں منائی جاتی ہیں اور کسی کو اُس وقت ثبوت طلب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی لیکن آقائے دوجہاں رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی آمد کا دن آیا تو خوشی مناتے وقت دلائل اور ثبوت مانگے جاتے ہیں۔

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکروتدبر کا سلیقہ

بڑے بڑے مشائخ، بلند پایہ محدثین اور عادل بادشاہ اپنے اپنے وقت پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی میلاد کی خوشی بڑے دھوم دھام سے منایا کرتے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوّبی کا بہنوئی ملک ابوظفر سلطان سعید وہ شخص تھا جو سرکاری سطح پر اپنی جیب سے تین لاکھ دینار خرچ کر کے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا میلاد منایا کرتا تھا۔ ہر سال علماء ومشائخ کو بلواتا اور حرم مکہ میں عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرواتا۔ علماء کو انعام وکرام سے نوازتا اور غرباء میں صدقہ وخیرات تقسیم کرتا جبکہ اُس کی ذاتی زندگی کا یہ عالم تھا کہ اپنے لیے وہ آٹھ درہم کی قمیض پہننا پسند نہیں کرتا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ اُس وقت کی بات ہے جب بالعموم ایسی خوشیوں کا کوئی وجود اور تصور نہیں تھا جو ہم نے آج کل بڑے اہتمام وانصرام سے منانا شروع کر دی ہیں مثلاً سالگرہ کی خوشیاں، بچوں کی سالگرہ تو کیا کہنا، آج کل تو شادی کی سالگرہ پر بے شمار روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ یہاں صحابہ کرامؓ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کا عمل نہیں دیکھا جاتا۔

اے اہلِ نظر، ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے، وہ نظر کیا؟

اَب ہم بخاری شریف کی اس حدیث کی طرف آتے ہیں جس میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ایک چچا کا ذِکر ہے کہ اُسے بھی اللہ تعالیٰ نے میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ کی خوشی میں اَجر سے محروم نہ رکھا، حالانکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اسکی مذمت میں پوری سورۃ (سورۃ لہب) اُتاری ہے "ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوا اور اُس کا مال اُس کے کچھ کام نہ آیا اور نہ ہی اُس کی کمائی، اُس کو عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں دھنسا دیا جائے گا"۔

کون نہیں جانتا کہ اُس نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو کس کس طرح سے اذیتیں دیں۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ اُس کی ایک لونڈی تھی جس کا نام ثوبیہ تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی ولادت کے وقت ابولہب نے اپنی اس لونڈی ثوبیہ کو اپنی بھاوج آمنہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ولادت ہوگئی تو یہ لونڈی دوڑی دوڑی ابولہب کے پاس گئی اور بھتیجے کی خوشخبری سنائی۔ ابولہب اتنا خوش ہوا کہ اُس نے اُسی وقت اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کیا کہ " جا میں نے تجھے آزاد کیا" (پیدائش کی خوشی میں)۔

حضرت اِبنِ عباسؓ فرماتے ہیں "ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال کے بعد اُسے خواب میں بہت ہی بُرے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا" تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہ ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن جب سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ میری اُن دو انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلتا ہے جن سے میں نے ثوبیہ کو حضور خاتم النبیین ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کیا-"

عقل کی منزل ہیں وہ، عشق کا حاصل ہیں وہ
حلقۂ آفاق میں، گرمیٔ محفل ہے وہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ " جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور وہاں یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے اُن سے پوچھا "تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو"؟ انہوں نے کہا "یہ دن نہایت مقدس اور مبارک ہے۔ اِس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اُن کے دُشمن فرعون سے نجات بخشی تھی "۔ تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا!" ہم موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حق دار ہیں" حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری شریف)

اَب ذرا غور کریں جس دن بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے نجات پائیں، اُس دن کی تعظیم کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ بدعت نہ کہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے خود بھی یہ دن منایا اور صحابہ کرامؓ کو بھی یہ دن منانے کا حکم فرمایا۔ اب اگر مسلمان یومِ بدر اور فتح مکہ کا دن منائیں یا آپ خاتم النبیین ﷺ کی پیدائش کا دن منائیں تو وہ کس طرح بدعت ہوگا؟

میں کارِ جہاں سے نہیں آگاہ، و لیکن
اربابِ نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز

غور تو کریں جس نے یا رسول اللہ کہہ دیا وہ بدعتی، جس نے کسی ولی کے ایصالِ ثواب کے لیے جانور ذبح کر دیا وہ بدعتی، جس نے کسی ولی کے ہاتھ چوم لیے وہ مشرک، جس نے کسی قبر کو بوسہ دیا وہ مشرک، جس نے محفل میلاد منعقد کی وہ بدعتی، جس نے آذان کے بعد دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے وہ بدعتی، جس نے صلوٰۃ وسلام پڑھا وہ بدعتی، جس نے محبت بھرا پُرتعظیم دُرود پاک، دُرود تاج، پڑھا وہ بدعتی، جس نے دُرود اکبر پڑھا وہ بدعتی، اور جس نے اللہ کی حمد میں دُعائے گنج العرش پڑھی وہ بدعتی۔

یقین کیجیے "شرک" اور "بدعت" کی اس مشین سے جاری ہونے والے فتنوں کا اگر اعتبار کیا جائے تو نہ کوئی مسلمان رہے گا اور نہ ہی اسلام باقی رہے گا۔

لہذا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ولادت کو اللہ تعالیٰ کا عظیم اِحسان سمجھتے ہوئے اِس عظیم اِحسان کے حصول پر خوشی منانا اور اسے باعث مسرت جان کر تحدیث نعمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اِسے بطور عید منانا قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید عمل ہے۔

رخ مصطفی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ بزمِ خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے اچھی، سچی اور پکی محبت عطا فرمائے (آمین)

****

قبلہ

قبلہ کے معنی ہیں وہ چیز جس کی طرف رُخ کیا جائے، چونکہ نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہیں اس لئے بیت اللہ کو قبلہ کہتے ہیں۔ ہر قوم کا ایک قبلہ ہے جس کا قرآن پاک میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے،(سورۃ البقرہ آیت نمبر 148)　وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا

ترجمہ: "اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے (یعنی قبلہ) جس کی طرف منہ کرتا ہے"۔(کسی خاص سمت رخ کرنا بے مقصد نہیں۔)

جہاں اور مقاصد ہیں وہاں ایک یہ بھی مقصد ہے کہ ملت میں وحدت اور یکجہتی قائم رہے۔ جب فرعون نے بنی اسرائیل کی زندگی کو اجیرن کر دیا اور مسجدوں میں نماز پڑھنا ممکن نہ رہا تو ان کو قبلہ رخ نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سمت کے تعین میں نفسیاتی، قومی، مذہبی، جغرافیائی اور تاریخی اہمیت ہے۔ سمت متعین کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ادھر ہی ہے دوسری طرف نہیں ہے، ایسا خیال کفر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا:

"وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ"

ترجمہ: "مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے جدھر منہ کرو اللہ ہی ہے"۔(سورۃ البقرہ آیت نمبر 115)

پھر انسان کو یہ خیال آتا ہے کہ خاص طرف رخ کرنے اور منہ پھیرنے میں شاید کوئی نیکی ہے۔ قرآن حکیم نے اس خیال کی بھی تردید کر دی ہے اور فرمایا:

"لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

ترجمہ: "نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف"۔(سورۃ البقرہ آیت نمبر 177)

نیکی کا تعلق تو ایمان اور قلب کی خاص کیفیت سے ہے گویا نیکی کا تعلق تو باطن سے ہے۔ اس لئے اگر کوئی صحرا میں ہے اور سمت کا تعین نہیں کر سکتا تو جس طرف اس کا دل مطمئن ہو منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے۔

ظہور اسلام سے قبل یہود و نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ اعلان نبوت سے پہلے اہل مکہ کی عبادت گاہ بیت اللہ ہی تھا، اس کو بتوں اور مقدس ہستیوں کی تصاویر سے آلودہ کر دیا گیا تھا۔ اعلان نبوت کے بعد جب نماز کا حکم آیا تو مسلمانوں نے بیت اللہ شریف یعنی خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنا شروع کر دی اور نماز اس طرح ادا کی کہ منہ بیت المقدس کی طرف تھا اور بیت اللہ کی طرف بھی پیٹھ نہ ہوئی۔

622ھ میں جب آپ خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی تو تمام لوگ نماز پڑھتے وقت اپنا رخ بیت المقدس کی طرف ہی رکھتے تھے۔ تقریباً 17 ماہ تک سب لوگ بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مبارک بیت اللہ کی طرف ہی تھی 2ھ 632 عیسوی میں ایک روز نماز میں یہ آرزو دل میں تھی اور بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھاتے کاش بیت اللہ قبلہ ہو جائے، دلوں کا حال جاننے والے نے آن کی آن میں اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تمنا پوری کر دی۔ اچانک نماز ہی کی حالت میں وحی نازل ہوئی (وحی الہامی)(سورہ بقرہ، آیت نمبر 144)

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ

ترجمہ: بے"شک ہم تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم ضرور تم کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لو۔(اے مسلمانو) تم جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف منہ پھیرا کرو"۔

اے زہے شان عبدیت تیری
تو جدھر ہے ادھر خدائی ہے

تحویل قبلہ نے ایک طرف حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی محبوبیت کو عالم آشکار کیا، دوسری طرف دلوں کے راز کھول دیئے، مومن اور منافق الگ الگ ہو گئے۔

انسان کی فطرت ہے کہ صدیوں کی عادت آن واحد میں نہیں چھوٹتی تحویل قبلہ نے یہود و نصاریٰ اور ان منافقین کو مضطرب کر دیا جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی محبت میں نہیں بلکہ عادتاً بیت المقدس کی طرف سجدہ کر رہے تھے، ان کے دل کے چور ظاہر ہو گئے اور اعتراضات کرنے لگے۔

قرآن پاک میں سورہ بقرہ آیت نمبر 142 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: ''بے وقوف عنقریب کہیں گے کہ کس بات نے مسلمانوں کو اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ کہہ دیں کہ مشرق اور مغرب تو اللہ ہی کا ہے''۔

پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات قبلہ کی نہیں بات تو ضد بحث کی ہے۔ ترجمہ: "حالانکہ یہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو اتنی اچھی طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو''۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر 146)

جبکہ تورات میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ دو قبلوں کی طرف یکے بعد دیگرے رخ کر کے نماز پڑھیں گے، گویا قبلہ کا بدلنا آپ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ مگر ضد کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت 145 میں فرمایا:

ترجمہ: "آپ (خاتم النبیین ﷺ) ان (اہل کتاب) کے پاس تمام نشانیاں لے کر جائیں تب بھی وہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے قبلہ کو نہ مانیں گے''۔

تحویل قبلہ کی پہلی حکمت تو معلوم ہوگئی مگر دوسری حکمت نہایت اہم اور قابل توجہ ہے، انسان کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ جو چیز اس کی قومیت اور مذہب بلکہ اس کے وجود کی بنیاد، علامت اور نشانی ہو اس کو جُدا کر کے اس کی بنیادوں کو ہلا دیا جائے، سارے عالم میں فساد اسی قومیت کی وجہ سے ہے۔ اپنے قومی آثار میں سے ادنیٰ چیز بھی کوئی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ مگر جب کسی سے محبت کی جاتی ہے تو ساری بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اگر کسی محبت کرنے والے نے محبوب کی خاطر اپنی کسی محبوب چیز کو نہ چھوڑا اس نے محبت کرنا نہ جانی اور محبوب کی قدر نہ پہچانی۔ اللہ تعالیٰ قبلہ تحویل کر کے عاشقوں کے دل کی اس کیفیت کو دکھانا چاہتا ہے، کہ کسی نے محبوب کی خاطر برسوں کے قبلہ کو چھوڑ کر اس کو قبلہ بنایا جس کو محبوب نے قبلہ بنایا۔ کسی کی نظر محبوب پر رہی؟ کسی کی نظر قبلہ پر رہی؟

جس کی نظر محبوب پر رہی بامُراد ہوا، اور اس بات کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورہ بقرہ، آیت نمبر 143 میں صاف طور پر بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: "اور جس قبلہ پر آپ خاتم النبیین ﷺ تھے وہ ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا۔ کہ یہ دیکھیں کہ کون آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے؟''۔

یعنی کون آپ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت میں بیت اللہ کی طرف سجدہ کرتا ہے اور کون آپ خاتم النبیین ﷺ کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف سجدہ کرتا ہے۔ اصل مقصد تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت اور پیروی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند نہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر نظر نہ رکھی جائے۔ ہم اس فکر میں ہیں کہ جب سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ سامنے ہوں تو رُخ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف کریں یا قبلہ کی طرف؟ دعا کے لئے ہاتھ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف منہ کر کے اٹھائیں یا قبلہ کی طرف؟ مگر جب مذکورہ آیت اور مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث سامنے آتی ہے تو سارے وسوسے اور اندیشے کافور ہو جاتے ہیں۔

حدیث: ابن خذیمہؓ بن ثابتؓ سے روایت ہے "ان کے چچا حضرت ابو خذیمہؓ نے خواب دیکھا کہ وہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی مبارک پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں، انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے اپنے اس خواب کا تذکرہ کیا، آپ خاتم النبیین ﷺ لیٹ گئے اور فرمایا "اپنا خواب سچا کر لو"۔ چنانچہ انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی مبارک پیشانی پر سجدہ کیا"۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نقش پا سجدہ بن سکتا ہے تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی مبارک پیشانی سجدہ گاہ کیوں نہیں بن سکتی؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ قبلہ محبت ہیں اللہ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو قبلہ بنایا۔ (سورہ توبہ، آیت نمبر 24)

ترجمہ: "آپ خاتم النبیین ﷺ کہہ دیجئے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز رشتے دار اور تمہاری جمع پونجی، تمہاری تجارت، جس کے نقصان کا تم کو کھٹکا لگا رہتا ہے، تمہارے من بھاتے مکانات اگر (یہ سب) تم کو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے اور ان کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ کے حکم کا انتظار کرو بے شک اللہ سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

آیت مذکورہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے منہ پھیرنے والوں کو سرکش کہا گیا ہے، اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے کمال محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا تھا۔ ترجمہ: ''پس جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی خاص رُوح پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا، تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گر پڑے''۔ (سورۃ ص آیت 73-72)

حضرت آدمؑ امین نور مصطفی خاتم النبیین ﷺ تھے۔ اس لئے حافظ ابن قیمؒ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے دربار میں آنے والے زائرین کو مواجہ شریف میں

عاجزی وانکساری اورسر جھکانے کی ہدایت کی ہے۔کیونکہ جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے آگے سر جھکا دیا حقیقت میں اس نے اللہ کے آگے سر جھکا دیا، فرشتوں نے سر جھکا دیا اور ابلیس یہ رازِ محبت نہ سمجھ سکا اور مردود ہو گیا۔اس نے اللہ کے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم وتکریم سے انکار کیا تھا اس نکتے کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"

ترجمہ: "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (خاتم النبیین ﷺ) پر، اے ایمان والو تم بھی نبی (خاتم النبیین ﷺ) پر درود بھیجو اور سلام بھی ادب کے ساتھ"۔سورہ احزاب آیت نمبر 56

ہم نماز میں بیت اللہ کی طرف رخ اس لئے کرتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس سمت رخ مبارک کیا تھا۔اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اس کے محبوب خاتم النبیین ﷺ سے رخ مبارک پھیر کر کھڑا ہو جائے۔اس نے تو محبت کی ایک شرط رکھ دی ہے کہ تمہارا رخ میرے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی طرف ہو۔

ترجمہ: "آپ (خاتم النبیین ﷺ) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، یعنی (میرے رخ پر چلو)"۔(سورہ آل عمران آیت نمبر 3)

کیونکہ اللہ کی طرف تو رخ کرنا میں نے سکھایا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام جو عکس جمال مصطفی خاتم النبیین ﷺ تھے ان کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا اور عکس نبوت کے آگے دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا بھی جرم ٹھہرے؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ نماز میں بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ یاد فرمائیں تو حاضر ہونا ہے۔ایک صحابیؓ نماز پڑھ رہے تھے آپ خاتم النبیین ﷺ نے آواز دی نہ آئے، پھر آواز دی نہ آئے تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے پوچھا پہلے کیوں نہ آئے تو صحابیؓ نے عرض کیا نماز پڑھ رہا تھا۔فوراً ہی سورہ انفال، آیت نمبر 24 میں حکم ہوتا ہے:

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کا حکم بجالاؤ، جس وقت تم کو وہ کام کے لئے بلائیں اور اسی میں تمہاری زندگی ہے"۔

سبحان اللہ حکم ہو رہا ہے کہ اگر سرکار بلائیں تو نماز قبلہ سے منہ پھیر کر قبلہ محبت کے حضور میں حاضر ہو جاؤ۔کام حضور خاتم النبیین ﷺ کا ہو رہا ہے اور ارشاد کی تکمیل ہو رہی ہے، اور نماز پڑھنے والا نماز میں ہے، جب کام کر چکو تو نماز وہیں سے شروع کرو جہاں سے چھوڑی تھی، اور کوئی سجدہ سہو نہیں یہ ہے مقام محبوبیت۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ایام علالت میں ایک روز صحابہؓ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے کاشانہء اقدس کا پردہ اٹھایا اور صحابہ اکرامؓ کو دیکھ کر مسکرائے۔خوشی کے مارے صحابہ اکرامؓ کی نظریں نماز میں ہی حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف لگ گئیں، قریب تھا کہ نماز توڑ دیتے، مگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ نماز مکمل کرو، اور پردہ ڈال دیا۔(بخاری)

راوی حضرت انسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ نماز میں مصروف تھے کاشانہء اقدس قبلہ سے بائیں جانب تھا۔صحابہ کرامؓ نے نماز ہی میں رخ بائیں جانب پھیر کر سرکار دوعالم خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کی مگر کسی کی نماز نہ ٹوٹی۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا اشارہ پا کر نماز مکمل کی گئی۔قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ جب آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف رخ پھیرنے سے نماز میں خلل واقع نہ ہوا تو آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف رخ کر کے دعا کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ جبکہ دعا کرتے وقت تو قبلہ رخ ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔اگر ایسا ہوتا تو آپ خاتم النبیین ﷺ خطبہ جمعہ میں قبلہ کی مخالف سمت بارش کے لئے دعا نہ فرماتے۔(بخاری شریف)

اصل میں یہ باتیں نورانی عقل سے سمجھنے کی ہیں اور یہ نورانی عقل صرف محبت رسول خاتم النبیین ﷺ سے پیدا ہوتی ہے۔

سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ نے اپنے پیاروں سے فرمایا: ترجمہ: "جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔(دارقطنی، ابن عدی)

اس لئے مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری کے وقت محبت کا تقاضہ یہی ہے، کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، دست بستہ ہو یا دعا مانگ رہا ہو رخ آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی طرف ہو۔مذاہب اربعہ کے اکثر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روضہ رسول خاتم النبیین ﷺ پر حاضری کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت زائرین اپنا رخ روضہ مبارک کی طرف رکھیں۔

امام تقی الدین سبکیؒ نے ان مالکی، حنفی، شافعی، اور حنبلی علماء کے مفصل اقوال نقل کئے ہیں، جو دعا کے وقت قبر شریف کی طرف رخ کرنے کے قائل ہیں۔سلف صالحین کا صدیوں سے یہی عمل رہا ہے۔اور جنت البقیع شریف اور شہداء احد کے مزارات پر دعا کرنے والے اسی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔

جو ناظرین روضہ انور کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا چاہتے ہیں، ان کے بارے میں مانعین کے نزدیک کئی وجوہات ہیں۔

ایک احتمال تو یہ ہے کہ وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو زندہ سمجھتے ہیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگنا چاہتے ہیں،

تیسرا احتمال یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو (معاذ اللہ) معبود اور مسجود سمجھتے ہیں۔

1) پہلے احتمال کا جواب کہ آپ خاتم النبیین ﷺ زندہ نبی ہیں،

قرآن پاک میں سورہ بقرہ آیت نمبر 154 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: "جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں، مگر تم سمجھ نہیں رکھتے"۔

یہ شہید جن کی زندگی کی قرآن گواہی دے رہا ہے یہ جب مر جائیں تو ان کی بیویوں سے نکاح جائز ہے، مگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ کر جانے کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہے کیوں؟

جیسا کہ سورہ الاحزاب، آیت نمبر 53 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: "اور تم کو سزاوار نہیں کہ تم اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کو تکلیف دو، اور نہ یہ لائق ہے کہ ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بھی نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی سخت بات ہے"۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زندگی شہیدوں سے بھی ارفع اور اعلیٰ ہے۔

قرآن پاک میں سورۃ الروم، آیت نمبر 50 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: "پس آپ (خاتم النبیین ﷺ) رحمتِ الٰہی کے آثار دیکھیں کہ زمین کی موت کے بعد کسطرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دیتا ہے"۔

سورہ الانبیاء، آیت نمبر 107 میں فرمایا: ترجمہ: "اور ہم نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو دو عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

یقیناً آپ خاتم النبیین ﷺ نے سارے عرب کو زندہ کیا، پھر زندہ ہونے والوں نے ساری دنیا کو زندہ کیا، زندگی رحمت کی نشانی ہے، پھر خود رحمت کی کیا شان ہوگی؟

2) دوسرا احتمال یہ ہے کہ زائرین حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو اپنے گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ بناتے ہیں، بے شک ایسا ہے اس لئے کہ ہمیں یہ ادب اللہ نے سکھایا ہے کسی اور نے نہیں سکھایا۔ جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں سے سجدہ کروایا، اور جنت میں ایک ہدایت کے ساتھ بھیجا، مگر لغزش ہو نی تھی، ہو گئی۔ پھر زمین پر اتار دیا گیا، ندامت وشرمساری کی وجہ سے صدیوں آپؑ روتے رہے بالآخر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 37)

ترجمہ: "پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں بے شک وہ ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان"۔

اللہ تعالیٰ مختار کل ہے جس ذات کی چاہتا ہے توبہ قبول کر سکتا تھا۔ وہ کلمات تلقین کرنے اور اپنے حضور توبہ مانگنے کا سلیقہ سکھانے کا محتاج نہ تھا۔ مگر انہیں کلمات سکھائے گئے اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی محبوبیت کو روز اول ہی سے آشکار کر دیا گیا۔ وہ کلمات کیا تھے؟ يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِیْ ۝

ترجمہ: "اے میرے پروردگار تیری بارگاہ میں محمد (خاتم النبیین ﷺ) کا وسیلہ دیتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے"۔ (مستدرک)

تمام انبیاء اور ان کی امتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی اسی سنت پر عمل کیا اور قرآن پاک میں اس کا ذکر موجود ہے۔

سورہ بقرہ، آیت نمبر 89 ترجمہ: "اور وہ ان کے آنے سے پہلے اس کے وسیلے سے کافروں پر فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے، پھر جب وہ جانا پہچانا آیا تو اس کو نہ مانا تو انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت"۔

خود سورہ فاتحہ میں صالحین کی راہ گزر کے وسیلے سے دعا مانگنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ اس کے بغیر صراط مستقیم کا ملنا ممکن نہیں۔

سورہ فاتحہ، آیت نمبر 5 ترجمہ "اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستے جن پر تو نے اپنا انعام کیا"۔

اللہ کو معلوم ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ جب اس سے مانگ رہے ہیں تو وہ ضرور صراط مستقیم پر چلا سکتا ہے۔ صراط مستقیم کی تشریح اور تفصیل کی ضرورت نہ تھی تشریح اور تفصیل اس لئے بیان کی گئی تاکہ کوئی مانگنے والا اللہ کے محبوبوں سے بے نیاز ہو کر ان سے پیٹھ پھیر کر نہ مانگے۔ انکا راستہ صراط مستقیم ہے اس راستے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ بتایا ہے۔

صحابہ اکرامؓ نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کیا۔ تمام مسلمانوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ،

سورہ نسآء، آیت نمبر 64 ترجمہ: "اور وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں، اور رسول (خاتم النبیین ﷺ) یعنی آپ (خاتم النبیین ﷺ) بھی ان کی شفاعت فرمائیں تو بے شک وہ اللہ کو معاف کرنے والا پائیں گے"۔

بروایت عتبیؒ ایک اعرابی قبرانور خاتم النبیین ﷺ پر حاضر ہوا، مضطرب، بے قرار، اشکبار، عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ بے شک اللہ نے آپ خاتم النبیین ﷺ پر سچی کتاب نازل فرمائی، جس میں فرمایا کہ "اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور پھر تیرے پاس آجائیں اور تو ان کے لئے مجھ سے معافی چاہے تو وہ مجھ کو معاف کرنے والا غفور ورحیم پائیں گے"۔ میں اب اپنے رب سے معافی کا طلب گار ہوں اور اس کے لئے آپ خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔ پھر وہ زاروقطار رونے لگا، پھر راوی نے خواب میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ راوی عتبیؒ سے فرما رہے ہیں،

ترجمہ": اے عتبیؒ اس اعرابی سے مل کر اسے خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں (سورہ بقرہ آیت نمبر 186)

ترجمہ: "اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں ان کے قریب ہوں، دعا مانگنے والا جب مجھ سے دعا کرے تو میں دعا قبول کرتا ہوں"۔ بندگی کا حق جب ہی ادا ہو گا کہ رخ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف ہو اور دعا اللہ تعالیٰ سے کی جائے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "میں مومنین کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں، اگر کوئی مر گیا اور اس نے قرضہ چھوڑا تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے، اگر اس نے مال ترکہ میں چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے"۔ (بخاری)

اللہ اکبر وہ ایسے کریم ہیں کہ کچھ دینا ہو تو وہ دیں گے اور کچھ لینا ہو تو وہ ورثاء لیں گے، وہ تو بے نیاز ہیں اور بے نیاز کے محبوب ہیں۔ قرآن پاک کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقربین الٰہی کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 57 ترجمہ: "وہ (جن وفرشتے) جن کو یہ (اہل مکہ پکارتے ہیں) وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب تک وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے۔ اور امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مقربین کے وسیلے سے دعا مانگنی عین منشاء الٰہی ہے۔ پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے زیادہ مقرب الٰہی کون ہو سکتا ہے؟۔

3) تیسرا احتمال یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے والا (معاذ اللہ) آپ خاتم النبیین ﷺ کو معبود اور مسجود سمجھتا ہے۔ محض دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے سے یہ بدگمانی کرنا بہت بڑی بدگمانی ہے۔ بیت اللہ شریف اور محراب مسجد کی طرف بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے، مگر کوئی ان کو معبود ومسجود نہیں سمجھتا۔ تو پھر محض دعا کرنے والے کی طرف سے یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہئے۔ چاند کو دیکھنے کے بعد چاند کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے۔ کھانا کھانے کے بعد کھانے کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے۔ جنازے سے رہ جانے والے جنازے کی طرف منہ کر کے دعا کر سکتے ہیں۔ دل کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے، وہی عالم الغیب ہے، ہم کو کیا معلوم کسی کے دل میں کیا ہے؟ ہم دلوں کے احوال پر حکم نہیں لگا سکتے ہمیں بدگمانی سے روکا گیا ہے۔ (سورہ الحجرات آیت نمبر 12)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تہمتیں لگانے سے بچتے رہو کہ بعض تہمتیں گناہ ہیں۔ اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو (یعنی تجسس نہ کرو) اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو برا نہ کہو، بھلا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تو گھن آئے گی، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے "۔

اب جو حضرات مواجہ شریف میں حاضر ہیں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہیں ان کے لئے یہ بدگمانی کرنا کہ وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو معبود اور مسجود سمجھ کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے مانگ رہے ہیں یہ بہت بڑی بدگمانی ہے۔ پھر نظر داروں کا پھر پھر کر ٹوہ لگانا اور زائرین کو بُرا بھلا کہنا، اس کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

تہذیب جدید نے ہمارے چہرے منکرات وفواحش کی طرف پھیر دیئے ہیں ہم مواجہ شریف سے رخ پھیر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس نے اس طرف رخ کیا وہ اللہ کا ہوا۔ اور جس نے اس دربار سے منہ پھیرا وہ کہیں کا نہ رہا، اور غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے دامن سے وابستہ رکھے، آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت اور اتباع میں ہمارا خاتمہ فرمائے، اور آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کے زیر داماں ہمارا حشر فرمائے۔ (آمین ثمہ آمین)

****

تحفظ ناموس رسالت خاتم النبیین ﷺ

امت مسلمہ کی قوت وطاقت، ہیبت وجلالت اور ناقابل شکست ہونے کا راز فقط اپنے رسول خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق ووارفتگی اور حد سے بڑھے ہوئے تعلق تعظیم ومحبت میں ہے۔جس وقت تک یہ تعلق موجود ہے امت مسلمہ کو شکست نہیں دی جاسکتی۔

اختلاف اور مخالفت میں فرق: اس ضمن میں اس امر کا جاننا بے حد ضروری ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے اختلاف کا دائرہ کیا ہے اور اختلاف کرنے کا حق ہے بھی یا نہیں اور مخالفت کیا ہے؟ یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ اس مسئلہ (confusion) کو رفع کیا جاتا ہے کہ شریعت اسلامی میں اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے۔

1-اختلاف: اختلاف میں حسد وکینہ وبغض وعناد، ارادہ اہانت، نیت تحقیر، توہین وتنقیص اور استخفاف وگستاخی جیسے رزائل اخلاق نہیں ہوتے۔

2-مخالفت: مخالفت میں حسد وکینہ وبغض وعناد، ارادہ اہانت، نیت تحقیر، توہین وتنقیص اور استخفاف وگستاخی جیسے رزائل اخلاق موجود ہوتے ہیں۔

اس لئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے جہاں تک مخالفت کا تعلق ہے وہ سراسر کفر اور ارتداد ہے۔سو اس مفہوم کے اعتبار سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی مخالفت کرنے والا شخص واجب القتل ہے۔

تعظیم رسول خاتم النبیین ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عمل: آیئے ہم تعظیم وتکریم۔ادب واحترام، محبت وعشق رسول خاتم النبیین ﷺ اور ایمان واسلام کا کوئی درس صحابہ کرامؓ سے حاصل کرتے کیونکہ ان سے بہتر سبق تو کسی اور کے پاس موجود نہیں ہے اور ہمیں اس بات سے بھی آگاہ وباخبر ہونا چاہئے کہ وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ اس تعلق وربط کو مضبوط ومستحکم کرنے کے لئے کیا کیا جتن کرتے تھے۔سب سے پہلے اس حدیث کی اہمیت کو جاننا از حد ضروری ہے۔یہ وہ حدیث جو کسی ایک، دو یا تین صحابہ کرامؓ کی سنت نہیں ہے۔اس میں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور سب سے پہلے مسلمان ہونے والے چالیس صحابہ کرامؓ اور بدری صحابہ کرامؓ بھی ہیں۔غرضیکہ جملہ صحابہ کرامؓ موجود ہیں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے دس اقدس میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہیں۔رب کریم فرما رہا ہے کہ اے (محبوب خاتم النبیین ﷺ) ان کے ہاتھوں پر تیرا ہاتھ نہیں بلکہ میرا ہاتھ ہے۔ارشاد فرمایا: (سورہ فتح، آیت نمبر 10) اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ

ترجمہ: "(اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے"۔

یہ وہ عظیم صحابہ کرامؓ ہیں جن کے ہاتھوں میں اللہ رب العزت اپنے دست اقدس ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔حدیبیہ کے مقام پر بیعت ہو رہی ہے۔اہل ایمان حج کے ارادے سے آئے ہوئے ہیں۔کفار ومشرکین کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے۔تو وہ عروہ بن مسعود کو حالات سے آگاہی کے لئے بھیجتے ہیں۔جاؤ محمد (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ آئے رفقاء کی تعداد کا جائزہ لے کر آؤ اور لشکر اسلام کی قوت وطاقت، سامان حرب اور افرادی قوت کا اندازہ کر کے آؤ تاکہ یہ معلوم ہو سکے ہم ان کے مدمقابل ہونے کی پوزیشن میں ہیں یا نہیں؟

عروہ بن مسعود حدیبیہ کے مقام پر آیا، سب کچھ بنظر غائر مشاہدہ کیا اور پھر بیان کیا "میں ان کے ہاں گیا اور دیکھا کہ محمد (خاتم النبیین ﷺ) تشریف فرما ہیں، چودہ سو صحابہ کرامؓ مختلف روایات کے مطابق قطار اندر قطار آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے گرد اس طرح جھرمٹ بنا کر بیٹھے ہیں جس طرح شمع کے گرد پروانے ہوتے ہیں حتی کہ میں یہ منظر دیکھتا ہوں کہ جب آپ (خاتم النبیین ﷺ) وضو کرتے تو اندیشہ ہوتا کہ وہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے وضو کے پانی پر لڑ پڑیں گے"۔(عروہ بن مسعود بعد ازاں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔) بیان کرتے ہیں: "خدا کی قسم محمد (خاتم النبیین ﷺ) تھوک مبارک نہیں پھینکتے مگر وہ کسی نہ کسی ہاتھ پر ہوتا ہے اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے"۔"اور جب محمد (خاتم النبیین ﷺ) کا کوئی بال گرتا تو اسے حاصل کرنے میں جلدی کرتے"۔اور محمد (خاتم النبیین ﷺ) جب کوئی حکم فرماتے تو صحابہ کرامؓ اس کو بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے"۔عروہ بن مسعود بیان کرتے ہیں: "صحابہ کرامؓ تعظیماً محمد (خاتم النبیین ﷺ) کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے"۔(صحیح بخاری، کتاب الشروط) جب عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے مقام پر اصحاب رسول خاتم النبیین ﷺ کے ایمان افروز اور روح پرور مناظر دیکھے تو واپس قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا: "اے گروہ قریش میں نے بادشاہ روم، ایران، حبشہ ہر ایک کو اپنی اپنی مملکت وسلطنت میں شاہی رعب ودبدبہ کی حالت میں دیکھا ہے۔اللہ کی قسم میں نے ایسا کوئی بادشاہ کسی قوم میں نہ دیکھا جیسا محمد (خاتم النبیین ﷺ) کو آپ کے صحابہ میں دیکھا"۔

ایک روایت میں یوں ہے "میں نے ہرگز ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (خاتم النبیین ﷺ) کے صحابہ ان کی تعظیم

کرتے ہیں اور میں نے ان صحابہ کرامؓ کو ایسی قوم پایا ہے کہ کبھی بھی محمد (خاتم النبیین ﷺ) کو غیر کے سپرد نہ کریں گے اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی امداد ترک نہ کریں گے اور انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے۔ اسے قبول کرلو"۔ (صحیح بخاری، کتاب الشروط 379:1)

بارگاہ مصطفی خاتم النبیین ﷺ کی محفل کے آداب: حضور رحمت دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے کچھ خاص آداب ہیں۔ جن کو پیش نظر رکھنے سے ایمان کی سلامتی ہے اور نظر انداز کردینے سے ایمان کی تباہی ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: (سورہ الحجرات، آیت نمبر 2)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ترجمہ: "اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم (خاتم النبیین ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو"۔ پھر سورہ الحجرات، آیت نمبر 2 میں فرمایا: **لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ**

ترجمہ: "اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو"۔

کوئی ایسا لفظ جس سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی ادنی سی گستاخی و بے ادبی کا شائبہ متکلم یا سامع کے ذہن میں پیدا ہو اس کا استعمال بھی حرام ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: (سورہ البقرہ، آیت نمبر 104) **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ**

ترجمہ: "اے ایمان والو! (نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے"۔ یہود کی زبان میں یہ لفظ "رَاعِنَا" بطور گالی کے استعمال ہوتا تھا۔ وہ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کے بارے میں بھی اسے استعمال کرنے لگے اور مراد اپنی زبان والا گستاخی و اہانت پر مبنی معنی لینے لگے۔ سورہ بقرہ، آیت نمبر 104 میں ارشاد باری تعالی ہے: **وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ** ترجمہ: "بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو"۔ یعنی جب سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ گفتگو کریں تو تم ہمہ تن گوش رہکر کامل یکسوئی اور توجہ وانہماک سے تمام باتوں کو سنو تمہیں دوبارہ یہ بات کہنے کی ضرورت وحاجت ہی نہ پڑے یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہماری طرف توجہ فرمائیے۔ پس جس چیز کا حکم ہو جائے اس پر عمل درآمد کر گزرو اور جب بارگاہ مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں آؤ تو پورے ہوش وحواس کے ساتھ اور اس بارگاہ کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آؤ اور بڑے احترام کے ساتھ بارگاہ مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں بیٹھ کر گفتگو سماعت کرو۔ اپنی قوت سماعت کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف ہی مرکوز رکھو۔ پس جو لوگ ان آداب کو بجالاتے ہیں وہی دولت ایمان سے بہریاب ہوتے ہیں اور جو ان سے صرف نظر کرتے ہیں وہ کفر کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں اور اللہ رب العزت نے نافرمانوں اور کافروں ہی کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

شاتم (بدزبان، بدمزاج، بداخلاق وغیرہ) رسول خاتم النبیین ﷺ کی گردن زنی اور صحابہ کرامؓ کا عقیدہ: جو شخص تنقیص واہانت پر مشتمل الفاظ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں استعمال کرتا ہے تو وہ اس فعل کے باعث کافر ہو جاتا ہے اور سزائے موت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے "صحابہ کرامؓ نے اس سورہ بقرہ، آیت نمبر 104 کے نازل ہونے کے بعد عہد کیا کہ جس کسی کو حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس میں گستاخی واہانت کا یہ کلمہ کہتے ہوئے سنو تو اس کی گردن اڑادو"۔ (فتح القدیر 125:1)

معصیت کے بعد بارگاہ مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں حاضری: اللہ رب العزت اپنی مخلوق پر بے حد مہربان وشفیق ہے۔ ہر حال میں اس کی رحمت بندوں پر سایہ فگن رہتی ہے حتی کہ وہ بندے جو اپنے برے اعمال کی وجہ سے اس کے فضل وکرم اور لطف واحسان سے محروم ہو جاتے ہیں تو ان کی رہنمائی بھی وہ خود کرتا ہے۔ قرآن پاک، سورہ النساء، آیت نمبر 64 میں ارشاد الہی ہے: **وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا** ترجمہ: "اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (خاتم النبیین ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے"۔

حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے حکم کی عدم تعمیل و انحراف، نافرمانی ومعصیت اور ہر قسم کی اہانت وگستاخی سے تائب ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کی بخشش ومغفرت طلب کرتے ہوئے جو کوئی بھی بارگاہ رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں آجائے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ بشرطیکہ آپ خاتم النبیین ﷺ بھی اس کی سفارش فرمادیں تو پھر اس کی بخشش ومغفرت حسب وعدہ الہی یقینی ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت اپنے

حبیب خاتم النبیین ﷺ کی خاطر اسے معاف فرمادے گا۔

حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت وکرم نوازی کا استحقاق صرف اسی صورت میں ہے کہ مجرم اور خطا کار اپنے فسق وفجور، گستاخی واہانت اور معصیت ونافرمانی اور نفاق سے توبہ کرلیں اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں آکر اللہ سے بخشش اور مغفرت طلب کریں تو رب کریم ضرور ان سے درگزر فرمائے گا اور ان پر اپنی رحمت اور کرم نوازی کے دروازے کھول دے گا۔ جو بھی شخص حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ظاہری حیات میں امن وسوال دراز کرنے آیا۔ وہ اپنی جھولی مراد بھر کر لے گیا اور جو آپ خاتم النبیین ﷺ کی وصال کے بعد قبر انور پر حاضر ہوا۔ وہ کامیاب وکامران اور بھرے ہوئے دامن کے ساتھ واپس لوٹا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بے شمار لوگوں نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ ان ہی میں سے ایک شیخ ابو منصور صباغ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب میں عتبی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے وصال کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ کے روضہ مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک اعرابی حاضری کے لئے آیا۔ بارگاہ رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں بڑی نیازمندی اور محبت بھرے انداز میں یوں گویا ہوا" السلام علیکم یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)" پھر عرض کرنے لگا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) میں نے اللہ رب العزت کا یہ فرمان سنا ہے: (سورہ النساء، آیت نمبر 64)

وَ لَو اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَھُم جَآءُوکَ فَاستَغفَرُوا اللّٰہَ وَاستَغفَرَ لَھُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیمًا

ترجمہ: "اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (خاتم النبیین ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے"۔

عرض کرنے لگا" میں حکم الٰہی کی تعمیل میں گناہ ونافرمانی، خطاء ومعصیت سے آلودہ دامن کے ساتھ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے در اقدس پر حاضر ہوا ہوں اور اپنے آنے کا مقصد ومدعا بیان کیا کہ میں اپنے گناہوں کی بخشش ومغفرت اور اپنے رب کے ہاں آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی شفاعت حاصل کرنے آیا ہوں"۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھنے لگا: ترجمہ: "جن جن کی ہڈیاں میدانوں میں دفن کی گئیں اور ان کی خوشبو سے وہ میدان اور ٹیلے مہک اٹھے۔ اے ان تمام میں سے بہترین ہستی، میری جان اس قبر انور پر فدا ہو جس میں آپ (خاتم النبیین ﷺ) آرام فرما ہیں اور جس میں نیکی اور پارسائی، جود وسخا اور کرم کا پیکر اُتم موجود ہے"۔

ان گزارشات کے ساتھ اعرابی واپس پلٹنے لگا تو مجھ پر غنودگی چھاگئی۔ عالم خواب میں حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اے عُتبی! جامیرے اس امتی کو خوشخبری دے دو۔ اللہ نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے ہیں"۔

قول وفعل سے ایذاء رسول خاتم النبیین ﷺ: اذیت وتکلیف قولاً فعلاً دونوں صورتوں میں دی جاسکتی ہے۔ بالفعل (فعل سے اذیت) اذیت رسول خاتم النبیین ﷺ کی مثال جیسے غزوہ احد میں حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ اقدس زخمی ہوا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ حالت نماز میں مسجد حرم میں آپ کے کندھوں پر اوجھڑی رکھی گئی۔ طائف کے بازاروں میں دشمنان اسلام نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو پتھر مارے۔ یہ سب اذیت بالفعل کی صورتیں ہیں۔ جبکہ اذیت بالقول کی یہ صورتیں ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو (معاذ اللہ) شاعر، جادوگر، کاہن اور مجنون کہا جائے۔

اس طرح آپ خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں نامناسب وناموزوں کلمات استعمال کرنا بھی گستاخی ہے۔ قرآن حکیم نے منافقین کے ان کلمات کو بھی بیان کیا ہے جن کے ذریعے وہ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی واہانت بھی کرتے ہیں اور اذیت وتکلیف بھی پہنچاتے ہیں: (سورہ توبہ، آیت نمبر 61)

ترجمہ: "اور ان (منافقوں) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی (خاتم النبیین ﷺ) کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: "وہ تو کان (کے کچے) ہیں"۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ اذیت سے مراد زبان طعن وتشنیع، وشنام طرازی، گستاخی واہانت اور ادب واحترام، تعظیم وتوقیر کے منافی کوئی بھی کلمہ جو آداب تعظیم سے فروتر ہو ادا کرنا باعث اذیت وتکلیف ہے۔

موذیِ (ایذا دینے والے) رسول خاتم النبیین ﷺ دنیا اور آخرت میں ملعون: ایسے افراد جو بدقسمتی وبدبختی اور باطن کی خباثت وآلودگی کی وجہ سے ہر لمحہ اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ کس طرح حضور خاتم النبیین ﷺ کی عظمت ورفعت، شان وشوکت اور ذکر ومقام کو گھٹائیں اور (معاذ اللہ) کسی نہ کسی انداز وطریق سے آپ خاتم النبیین ﷺ کو اذیت وتکلیف پہنچائیں تو اللہ رب العزت ایسے کینہ پرور لوگوں کو نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اپنے فضل وکرم، لطف واحسان اور اپنی رحمت واسع سے محروم کردیتا ہے۔ اللہ رب العزت نے سورہ الاحزاب، آیت نمبر 57 میں ارشاد فرمایا:

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنیَا وَ الاٰخِرَةِ ترجمہ: "اللہ ان (گستاخان رسول خاتم النبیین ﷺ) پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے"۔

ارتکاب اہانت رسول خاتم النبیین ﷺ پر رسوا کن عذاب ہے: اللہ رب العزت نے شاتمان رسول خاتم النبیین ﷺ کی سزا کو فقط لعنت یعنی اپنی رحمت سے محرومی پر ہی محصور نہیں کیا ہے بلکہ انہیں ذلیل و رسوا کرنے والے شدید عذاب کی وعید سنائی اور ارشاد فرمایا: (سورہ الاحزاب، آیت نمبر 57)

اِنَّ الَّذِینَ یُؤذُونَ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنیَا وَ الاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُم عَذَابًا مُّهِینًا ترجمہ: "بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لئے ذِلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

گستاخان رسول کے قتل عام کا حکم: اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی نسبت شرک کو کسی صورت گوارا نہیں کرتا اور اس گناہ و جرم کے مرتکب کو کبھی معاف نہیں فرماتا اسی طرح اپنے رسول خاتم النبیین ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور اہانت و تحقیر کرنے والے کا وجود بھی کائنات عرضی پر برداشت نہیں کرتا تا آنکہ صفحۂ ہستی سے اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ علاوہ ازیں اسے ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود بھی قرار دیتا ہے۔

قرآن پاک سورہ الاحزاب، آیت نمبر 61 میں ارشاد فرمایا: مَلعُونِینَ اَینَمَا ثُقِفُوا اُخِذُوا وَ قُتِّلُوا تَقتِیلًا

ترجمہ: "(یہ) لعنت کیے ہوئے (جنگ جُو، دہشت گرد، فسادی اور ریاست کے خلاف باغیانہ سازشوں میں ملوث) لوگ جہاں کہیں پائے جائیں، گرفتار کر لیے جائیں اور ایک ایک کو (نشان عبرت بناتے ہوئے ان کی باغیانہ کارروائیوں کی سزا کے طور پر) قتل کر دیا جائے"۔ (تاکہ امن کو لاحق خطرات کا صفایا ہو جائے)

یعنی یہ وہ بدکردار و بدسیرت لوگ ہیں جو میرے محبوب کو اذیت دیتے ہیں۔ اس جرم و تقصیر کی وجہ سے اللہ کے فضل و کرم، لطف و عنایت اور رحمت سے محروم کر دیئے گئے ہیں ہر طرف سے دھتکارے ہوئے اور راندہ درگاہ ہیں کیونکہ اہانت و گستاخی رسول خاتم النبیین ﷺ پر اصرار کرتے ہیں۔ سو ایسے لوگوں کے لئے روئے کائنات پر ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں اس لئے اے اُمت مصطفیٰ (خاتم النبیین ﷺ) کے افراد تم انہیں جہاں اور جس وقت بھی پاؤ ان کا سرتن سے جدا کر دو اور انہیں چن چن کر قتل کر دو۔

گستاخان رسول کا خاتمہ سنت الٰہیہ ہے: بتدائے آفرینش سے ہی نیکی و بدی، خیر و شر جاری و ساری رہا ہے۔ باطل نے ہر موقع پر حق کو دبانے و کچلنے اور مٹانے کی سعی لا حاصل کی۔ گھٹیا سے گھٹیا تر طریقے بھی اختیار کئے ہیں لیکن حق کا پرچم ہمیشہ سربلند رہا۔ انبیاء علیہ السلام دعوت حق پہنچانے کا فریضہ بحسن و خوبی ہر دور میں ادا کرتے رہے۔ باطل قوتیں ہمیشہ مزاحمت کرتیں رہیں۔ انبیاء کو ہٹانے کے لئے کردار کشی کا ہتھیار بھی استعمال کرتی رہیں۔ ہر نوعیت کی اذیت و تکلیف اور سازشی منصوبہ بندی میں مصروف کار رہیں۔ مگر چال چلنے کے باوجود بھی ناکامی ان کا مقدر بنی رہے۔ امم سابقہ میں سے جب بھی کسی نے انبیاء کی خدمت اقدس میں گستاخی و اہانت کا ارتکاب کیا تو اللہ نے نہ صرف دنیا میں ہی رسوا کر دیا بلکہ اس کا وجود تک ختم کر دیا اور آخرت میں اسے دردناک عذاب میں بھی مبتلا کر دیا گیا۔ گویا یہ سنت الٰہیہ ازل سے جاری ہے اور تا ابد جاری رہے گا اور اب عصر حاضر میں بھی شان رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور اہانت و تنقیص میں جو افراد بھی مرتکب ہوں انہیں چن چن کر قتل کرنا صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان کا صفایا کرنا یہ اسی سنت الٰہیہ کا تسلسل ہے۔

سورہ الاحزاب، آیت نمبر 62 میں ارشاد ربانی ہے: سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِینَ خَلَوا مِن قَبلُ ۚ وَ لَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبدِیلًا

ترجمہ: "اللہ کی (یہی) سنّت اُن لوگوں میں (بھی جاری رہی) ہے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پائیں گے"۔

یہ اللہ کا وضع کردہ اصول حتمی قانون اور دستور ہے جو ہر دور میں رائج رہا ہے وہ لوگ جو پہلے زمانے میں گزرے ان میں جو بدطینت و بدبخت ہوئے ان کا حشر بھی یہی ہوا اور اسی طرح اس دور میں بھی جو لوگ گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ ہونگے ان کا حشر و انجام بھی پہلے جیسوں کا سا ہوگا۔

کیا اہانت رسول کے مرتکب کے لیے توبہ کا موقع ہے؟ قرآن پاک سورہ الاحزاب، آیت نمبر 60 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِن لَّم یَنتَهِ المُنٰفِقُونَ وَ الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَّ المُرجِفُونَ فِی المَدِینَةِ لَنُغرِیَنَّکَ بِهِم ثُمَّ لَا یُجَاوِرُونَکَ فِیهَا اِلَّا قَلِیلًا ترجمہ: "اگر منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (رسول خاتم النبیین ﷺ سے بُغض اور گستاخی کی) بیماری ہے، اور (اسی طرح) مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے لوگ (رسول خاتم النبیین ﷺ کو ایذاء رسانی سے) باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر ضرور مسلّط کر دیں گے پھر وہ مدینہ میں آپ کے پڑوس میں نہ ٹھہر سکیں گے مگر تھوڑے (دن)"۔

اس بات کو ہم حدیث رسول سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی امت کے احوال و اعمال سے آگاہ فرمایا ان کی صورتیں اور شکلیں مجھ پر پیش کی گئی جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی تھی میں نے جان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور کون میری نبوت و رسالت

کی راہ اختیار کرنے والا ہے"۔

پس یہ بات منافقین تک پہنچی تو انہوں نے ازراہ استہزاء مذاق کہا کہ "محمد (خاتم النبیین ﷺ) کہتے ہیں میں ان لوگوں کو جانتا جو مجھ پر ایمان لانے والے اور میری نبوت اور رسالت کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور یہ کہ میں انہیں بھی جانتا ہوں جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے حالانکہ ہم صبح وشام ان کے ساتھ رہتے ہیں دل سے اسلام بھی قبول نہیں کیا لیکن وہ ہمیں تو جانتے نہیں"۔ جب منافقین اور گستاخ رسول کی یہ بات حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے علم میں آئی تو آپ خاتم النبیین ﷺ ممبر پر تشریف لے آئے اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر ارشاد فرمایا "اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم کے بارے میں غلط بیانی کرتی ہے اس لیے اب تم مجھ سے ہر اس چیز کے متعلق پوچھو جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہے میں ضرور تمہیں اس کی خبر دوں گا"۔ (تفسیر خازن 382:1) ایک شخص نے پوچھا "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) میرا ٹھکانہ کہاں ہے"؟ فرمایا "جہنم میں" "اس ارشاد کے بعد عبداللہ بن حذافہ جن کے نسب پر لوگ شک کا اظہار کرتے تھے کھڑے ہوئے اور عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) میرا باپ کون ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ فرمایا "حذافہ" "اس کے بعد چہرہ نبوت پر مزید جلالت کے آثار دیکھتے ہوئے حضرت عمر فاروق سے رہا نہ گیا، کھڑے ہوئے، عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے سچا دین ہونے، قرآن کو کتاب ہدایت ہونے اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے سچے نبی ہونے پر راضی ہیں یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ہمیں معاف فرما دیں۔ ہم سے درگزر فرمایئے"۔ بعد ازاں حضور خاتم النبیین ﷺ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا" کیا اب تم رکو گے کیا تم رکو گے"۔ (تفسیر خازن، 382:1) مطلب یہ تھا کہ کیا اب بھی میرے علم کے متعلق اور میری ذات کے بارے میں ایسا کلام اور اعتراض کسی کی زبان پر آئے گا گویا دو مرتبہ "فهل انتم منتهون" کے کلمات ارشاد فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آج کے بعد ایسی گستاخی و بے ادبی مت کرنا اس طرز عمل سے باز آجاؤ یہ تمہارے لیے پہلا موقع ہے آئندہ اس کا کبھی بھول کر بھی اعادہ نہ کرنا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ، امام مالک رحمۃ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کی اس بات پر تصریح موجود ہے کہ اسے توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی توبہ قبول ہوگی گویا وہ پہلی وارننگ کے بعد بھی ارتکاب جرم کر رہا ہے۔

گستاخ رسول کا قتل عین شرعی تقاضا ہے: مذکورہ بحث سے یہ بات بخوبی عیاں ہوئی کہ بارگاہ رسالت مآب میں بے ادبی و گستاخی اور توہین و تنقیص کا ارتکاب کرنے والے شخص کو قتل تک پہنچانا عین شرعی و فقہی تقاضہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حضور کی ذات اقدس پر کسی نے حملہ کیا پتھر مارے گالیاں دیں اور طعن و تشنیع کے تیر برسائے لیکن آقائے دو جہاں نے اپنے حق میں بذات خود تصرف کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا تو حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کا یہ عمل اہل ایمان کے مابین حسن سیرت کی تعلیم قرار پایا نہ یہ کہ وہ محبت رسول میں تصرف کرتے ہوئے گستاخ نبی کو معاف اور درگزر کرنے کی روش اختیار کریں۔

اس لئے کہ کوئی فرد بشر سرور کائنات حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرے اس کا کسی بھی امتی اسلامی ریاست کو پتہ چل جائے اور وہ بغیر قیام حد کے اسے معاف کر دے تو یہ حسن خلق ہرگز نہ ہوگا بلکہ از روئے شرع یہ عمل بے حمیتی اور بے غیرتی متصور ہوگا کیوں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی عزت و حرمت عظمت و تقدس اور ادب واحترام کی محافظت و پاسبانی امت مسلمہ کے دینی و ایمانی ذمہ داری میں شامل ہے۔

علاوہ ازیں حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اگر کسی کو بذات خود معاف فرما دیا تو یہ آپ کے حقوق میں سے ایک حق ہے اسے معاف کرنے کا آپ کو بذات خود اختیار حاصل ہے لیکن ایک امتی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کوئی گستاخ و بے ادب حضور کی اہانت و تنقیص کرے تو امتی حضور کے حقوق میں از خود تصرف کرتے ہوئے اسے معاف کرتا پھرے اور اس سے درگزر کرے امت کے لئے کسی بھی صورت میں جائز ہی نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے سے اس کا اپنا ایمان بھی ضائع ہو جائے گا۔

اعمال کے ضیاع کا سبب: انسان عمر بھر رب کی رضا کا متلاشی رہتا ہے اس مقصد کے لیے عبادت اور ریاضت اور اعمال صالحہ ادا کرتا ہے۔ مگر یہ اس صورت میں مقبول ہیں جب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت اور اتباع بھی کی جائے۔ اگر (معاذ اللہ) رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی مخالفت و عداوت اور اہانت و گستاخی کا طرز عمل بھی جاری رہے اور دیگر اعمال صالحہ کی ادائیگی بھی تو یہ صورت ہرگز قبول نہیں ہوگی۔

استہزاء رسول خاتم النبیین ﷺ کفر ہے: منافقین اور شاتمان رسول خاتم النبیین ﷺ گستاخی و اہانت رسول خاتم النبیین ﷺ کا رویہ اختیار کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ سفر ہو یا حجرہ اپنے مکروفریب اور چالبازی سے نہیں رکتے تھے۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: (سورۃ توبہ، آیت نمبر 65-66) وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

اِن نَعفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُم نُعَذِّب طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُم كَانُوا مُجرِمِينَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: "اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف (سفر کاٹنے کے لئے) بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔(اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے"۔

حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر گمشدہ اونٹنی کی نشاندہی کی تو اس پر منافقین سیخ پا ہوئے اور طعن زنی کرنے لگے کہ "یہ نبی کہتا ہے کہ مجھے اونٹنی کا پتہ ہے اور فلاں جگہ پر ہے"۔انہوں نے اس بات کا استہزاء اور مذاق اڑایا یہ تصور کرتے ہوئے کہ ہم ہر وقت اس نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہتے ہیں اور دل سے منافق ہے اس پر ایمان بھی نہیں لاتے اور نہ ہی سچے دل سے مسلمان ہیں۔اس کے باوجود یہ نبی کہتا ہے "مجھے ہر چیز کا علم ہے"۔اسی طرح جب کبھی بھی حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پروردگار عالم کے مطلع فرمانے پر کسی چیز کا اظہار کرتے تو یہ منافق تو بس اپنی مجالس میں در پردہ مذاق اڑاتے اس قسم کی گفتگو انہوں نے مختلف مواقع پر کی۔(الصارم المسلول:30-تفسیر طبری 119:10)

دوسری روایت کے مطابق حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کی طرف جا رہے تھے منافقین بھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر تھے اپنی بدبختی و حرماں نصیبی کی بنا پر حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا استہزاء اور مذاق اڑا رہے تھے اور بطور مذاق گویا تھے کہ یہ وہ ہستی ہے جو روم و فارس کے محلات اور قلعہ فتح کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔اسی طرح کا واقعہ رونما ہونا بعید از قیاس ہے اللہ رب العزت نے حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی بے ادبی و گستاخی پر مطلع فرما دیا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ؓ کو ارشاد فرمایا "ان منافقین اور گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں کو اور میرے پاس حاضر کروں"۔چنانچہ وہ بارگاہِ مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کیے گئے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا" کیا تم نے ایسی باتیں کی ہے"؟ تو ندامت و شرمندگی سے کہنے لگے "اس ذات کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اللہ کے نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات اقدس اور صحابہ کرام ؓ کی شان میں کوئی بے ادبی و گستاخی نہیں کی بلکہ ہم نے تو ویسے ہی چند ایسی باتیں کی ہیں"۔(تفسیر روح البیان)

یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ منافقین نے حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو مذاق کیا وہ اس کا انکار کر رہے ہیں لیکن اپنے جرم کا اعتراف کر رہے ہیں۔تفسیر کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہنسی مذاق کی بات حقیقت اللہ رب العزت کی ذات کے ساتھ اور نہ شان توحید اور آیات قرآنی سے متعلق تھی بلکہ فی الواقع یہ صرف اور صرف زبان درازی آپ کی شان میں عیب جوئی کرنے میں تھی سو ان کی بے ادبی و گستاخی اور استہزاء اور مذاق کا محور ذات مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔

قرآن حکیم نے ایسا کرنے والے افراد کو نہ صرف متنبہ کیا بلکہ جھنجوڑا ہے کہ تمہارا یہ تصور بالکل غلط ہے کہ تم فقط رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مذاق کر رہے ہو اور صرف شان رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی بے ادبی و گستاخی تنقیص و اہانت کا ارتکاب کر رہے ہو بلکہ تمہیں آگاہ ہونا چاہئے تمہارے اس عمل کا دائرہ کار محدود نہیں بلکہ وسیع ہے۔اس لئے کہ یہ مزاح و استہزاء اور زبان درازی فقط شان رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ براہ راست شان الوہیت میں بھی ہے اور آیات قرآنی کے ساتھ بھی ہے۔

عذر کی عدم قبولیت: بارگاہ مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں ادنیٰ سے گستاخی و اہانت سرزد ہو جائے تو یہ چیز انسان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہے اس سلسلے میں کسی قسم کا عذر قابل قبول نہیں ہے۔سورۃ توبہ، آیت نمبر 66 میں ہے لَا تَعتَذِرُوا قَد كَفَرتُم بَعدَ اِيمَانِكُم اِن نَعفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُم نُعَذِّب طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُم كَانُوا مُجرِمِينَ

ترجمہ: "(اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے"۔یہ آیت کریمہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جو گستاخ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور وہ درج ذیل رزائل کا مرقع تھا----قرآن پاک سورہ قلم آیت نمبر 13_10 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور آپ ہر ایسے کی بات نہ سننا جو کسی کی قسم کھانے والا، جھوٹا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، چغلی کھاتا رہتا ہے، جو نیک کام سے لوگوں کو روکتا ہے، حد سے بڑھا ہوا ہے، جو بدزبان ہے، اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا (یعنی حرام زادہ) ہے"۔

جب آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی الٰہی ولید کی نو صفات بیان کی تو ولید ننگی تلوار لیے کر اپنی ماں کے پاس آیا اور کہا "بے شک مسلمانوں کے نبی (خاتم

النبیین ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا-انہوں نے میری نو صفات بیان کیں ہیں-وہ ساری کی ساری مجھ میں پائی جاتی ہیں-آٹھ کا فیصلہ میں خود کر سکتا ہوں لیکن نویں ولدالزنا اور نکاح حرام ہونے کا فیصلہ بذات خود نہیں کر سکتا-اس کی تصدیق تجھ سے ہی ممکن ہے-اس لیے بتا، بات کہاں تک درست ہے؟ ورنہ تیری گردن تن سے اڑا دوں گا"-اس نے کہا کہ "تیرا باپ اس قابل نہ تھا کہ اس کے نطفہ سے اولاد ہوتی-مجھے اولاد نہ ہونے کے باعث مال و دولت کے ضائع ہونے کا خدشہ تھا تو میں نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قدرت دی-پس تو درحقیقت اسی چرواہے کا بیٹا ہے"-

عہدِ نبوی خاتم النبیین ﷺ میں گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ کا قتل

1-کعب بن اشرف کا قتل: کعب بن اشرف کا یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ سے تعلق تھا-یہ اس قبیلے کا سردار اور شعر و شاعری کا ذوق رکھنے والا تھا-اس لیے حضور خاتم النبیین ﷺ اور اہل ایمان کے بارے میں اہانت آمیز اشعار کہتا اور ہجو و ہرزا رسائی بھی کرتا تھا-لشکر اسلام کے مقابلے میں کفار و مشرکین کی مدد کے لیے لوگوں کو نہ صرف آمادہ کرتا بلکہ انہیں اہل ایمان سے لڑنے کے لیے ابھارتا بھی تھا-جب غزوہ بدر میں کفار و مشرکین پریشانی اضطراب ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئے تو اسے بہت تکلیف و اذیت پہنچی-اس غزوہ میں مارے جانے والے قریش مکہ پر یہ اکثر رویا کرتا تھا-بالآخر اس نے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ میں پناہ حاصل کر لی-مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے پاس ٹھہرا-بدستور قریش کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہا اور دین اسلام پر اپنے گندے مذہب کی فضیلت و برتری بھی ثابت کرتا رہا اور اس نے کفار و مشرکین کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل پر جمع کر لیا-

پھر آپ خاتم النبیین ﷺ کی عداوت و دشمنی اور مخالفت کا اعلان کرتے ہوئے زادراہ ختم ہونے پر مکہ سے مدینہ منورہ پلٹا اور یہاں آ کر بھی شان رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں گستاخی ہی کرتا رہا-اس روش پر چل کر اس نے اہل ایمان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ بذات خود توڑ دیا-اس لئے اب اسلامی ریاست مدینہ پر اس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ختم ہو گئی تھی-اس لئے کہ اس نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچائی تھی-تو حضور خاتم النبیین ﷺ نے بذات خود اس کے قتل کا حکم صادر کیا-حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے"؟ اس پر محمد بن مسلمہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"ہاں"-چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے اسے قتل کر دیا-

2-ابو رافع یہودی کا قتل: اس کا پورا نام ابوعبداللہ بن ابی الحقیق تھا-یہ بڑا مالدار و تونگر تھا-مسلمانوں کے خلاف اس نے قبیلہ غطفان کی مالی امداد کی-یہ نہ صرف شان رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں گستاخی کرتا بلکہ اہل ایمان کو ایذا اور تکلیف بھی پہنچاتا تھا-حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس کی فساد انگیزی میں زیادتی کی بنا پر چند لوگوں کو اس کے قتل پر مامور کیا جنہوں نے اسے قتل کر دیا-

3-ام ولد کو گستاخی رسول خاتم النبیین ﷺ پر سزائے موت: ایک نابینا صحابی کی ام ولد (ایسی باندی جس سے اولاد ہو جائے) تھی جو حضور خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی اور اہانت کرتی تھی-نابینا صحابی مسلمان ہونے کے ناطے اسے گستاخی و بے ادبی سے منع کرتے، ڈانٹتے جھڑکتے-لیکن وہ اپنی خباثت سے باز نہ آتی بلکہ ہٹ دھرمی اور ضدی پن کا مظاہرہ کرتی تھی-وہ کسی بھی صورت گستاخی کی روش ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوتی-حسب معمول اس نے ایک رات رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی، تنقیص و توہین کا آغاز کیا اور برا بھلا بھی کہا-صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ کی غیرت شان رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں یہ گستاخی برداشت نہ کر سکی-چھرا لیا اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا-یوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کا قصہ ہی تمام کر دیا-جب صبح ہوئی بارگاہ مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں اس کے قتل کا ذکر ہوا آپ خاتم النبیین ﷺ نے سب لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا"جس شخص نے یہ کام کیا ہے میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے وہ کھڑا ہو جائے اور اقرار کرے کہ میں نے یہ کام کیا ہے"-یہ سن کر وہی نابینا صحابی کھڑے ہوئے-لوگوں کو پھاندتے اور لرزتے ہوئے آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے-عرض کی "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) میں اس کا قاتل ہوں-وہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو برا بھلا کہتی تھی-آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی توہین کرتی تھی-میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آتی-جھڑکتا پھر بھی نہ مانتی-اس کے پیٹ سے موتیوں جیسے دو میرے بیٹے ہیں وہ میری رفیقہ حیات تھی-گزشتہ رات وہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو برا بھلا کہنے لگی اور آپ کی توہین کرنے لگی تو میں نے چھرا اس کے پیٹ پر رکھا زور سے دبایا یہاں تک کہ وہ مر گئی"-حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"اس کا خون رائیگاں گیا یعنی اس کے قاتل سے قصاص و دیت کچھ بھی نہ لیا جائے گا"-(سنن ابی داود، کتاب الحدود:281)

4-گستاخ یہودی عورت کا قتل: حضرت علیؓ سے مروی ہے "ایک یہودی عورت حضور خاتم النبیین ﷺ کی بے ادبی وگستاخی اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی شان میں ہجواور طعن کرتی تھی-اس لئے کہ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ مرگئی-رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا"-(مشکوۃ:308)

5-کعبہ میں بھی گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ کا قتل مباح ہے: جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اللہ رب العزت نے حسب وعدہ حضور خاتم النبیین ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی-تو اب وہ لوگ جنہوں نے ابتدا ہی سے دین اسلام کے خلاف عداوت ودشمنی وعناد کا نہ صرف طرز عمل اپنایا بلکہ سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ کو ہر نوعیت کی تکلیف اور اذیت دکھ اور رنج بھی پہنچایا، شان اقدس میں نازیبا کلمات کہے، معاشی رکاوٹیں بھی پیدا کیں-حتیٰ کہ آپ خاتم النبیین ﷺ پر قاتلانہ حملے کے لیے گھر کا محاصرہ کیا گیا-حکم خداوندی کے مطابق مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی-دشمنان اسلام نے اہل ایمان کو سکون اور اطمینان سے نہ رہنے دیا-پے در پے کئی غزوات ہوئے-آٹھ ہجری میں جب فتح مکہ کی صورت میں اللہ تعالی نے اہل ایمان کو کفار اور مشرکین پر غلبہ عطا کیا اس موقع پر کفار و مشرکین نے خود کو غیر محفوظ پایا-انہیں یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اب گردنیں تن سے جدا کر دی جائیں گی-مگر اس موقع پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے تاریخ انسانیت میں عفو درگذر کی ابدالآباد بے نظیر مثال قائم کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا" آج تم پر کچھ ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو"-(البدایہ والنہایہ:301_4)

اس معافی سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے چار مردوں اور دوعورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا انہوں نے شان رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں گستاخی و اہانت، اذیت وتکلیف، تنقیص وتحقیر کا ارتکاب کیا تھا دین اسلام کے خلاف زبان طعن وتشنیع بھی دراز کی تھی ان میں عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عبداللہ بن ابی السرح اور اس کی دولونڈیاں شامل تھیں آقائے دوجہاں خاتم النبیین ﷺ نے اہل ایمان کو اپنی گفتگو میں ان کا خون مباح قرار دیتے ہوئے بڑا واضح وصریح حکم ارشاد فرمایا وہ جہاں کہیں بھی ملیں انہیں قتل کر دو اگرچہ انہیں اپنی جان کی حفاظت کے لئے کعبہ شریف کے پردوں سے ہی چمٹے ہوئے پاؤ-(سنن نسائی کتاب المحاربہ 2:169)ان میں سے عبداللہ بن خطل کے بارے میں حدیث میں یوں ذکر آیا ہے "عبداللہ بن خطل کعبہ شریف کے پردوں سے چمٹا ہوا پایا گیا-اسے قتل کرنے کے لیے حضرت زید بن حارثؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ دوڑے-لیکن حضرت زید بن حارثؓ حضرت عمار بن یاسرؓ سے زیادہ نوجوان تھے آپ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا"-(سنن نسائی کتاب المحاربہ 169:2) جبکہ مقیس بن صبابہ کے بارے میں روایت میں یوں آیا ہے کہ "مقیس بن صبابہ کو صحابہ کرامؓ نے بازار میں پایا تو اسے وہیں قتل کر دیا"-(سنن نسائی کتاب المحاربہ 6:169)

عکرمہ بن ابی جہل کا حدیث میں اس طرح ذکر آیا ہے کہ جب یہ کشتی میں سوار ہوا تو وہ طوفان میں پھنس گئی کشتی والوں نے کہا" اب خدائے وحدہ لاشریک کو پکارو وہی حقیقی مددگار ہے-اصنام وبت تمہاری مدد نہیں کرسکتے"-عکرمہ نے کہا" اللہ کی قسم دریا میں مجھے اس کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا-تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی میرا محافظ نہیں-اے پروردگار میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس بلا اور مصیبت سے جس میں مبتلا ہوا گر تو نے مجھے بچا لیا تو حضور سرور کونین خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سلام کروں گا-مجھے توقع ہے حضور خاتم النبیین ﷺ ضرور مجھے اپنے کرم اور رحمت وشفقت سے نوازیں گے"-عکرمہ بارگاہ مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں حاضر ہوا اور ہمیشہ کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

علامات کی نشاندہی اور ارادہ قتل: حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے-آپ خاتم النبیین ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم خاندان کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا " اے اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) عدل کرو"-رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا " کمبخت اگر میں انصاف نہیں کرتا تو کون کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو تم ناکام اور نامراد ہو جاؤں"-حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا " یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مجھے اجازت دیجئے اس کی گردن اڑادوں"-فرمایا" رہنے دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ایسے ہیں یا ہونگے کہ ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانو گے-یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا-یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے"-(صحیح بخاری کتاب المناقب 50901-صحیح مسلم کتاب الزکوۃ 1:321)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے ہی دوسری روایت میں مروی ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے صحابہ میں موجود ایک شخص کہنے لگا "ہم اس مال کے دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق تھے"-جب حضور خاتم النبیین ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا " کیا تم مجھے امانت دار نہیں سمجھتے حالانکہ میں اس خدا کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے-میرے پاس صبح شام آسمانوں کی خبریں آتی ہیں"-یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا-اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا

-تہبند ٹخنوں سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا- حضور خاتم النبیین ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر کہ میرے پاس صبح اور شام آسمانوں کی خبریں آتی ہیں (یعنی آپ خاتم النبیین ﷺ کے کثرت علم واطلاع پر اعتراض کرتے ہوئے) کہنے لگا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ خدا سے ڈریئے"-آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" کمبخت کیا میں تمام روئے زمین پر رہنے والوں سے زیادہ خوف خدا کا اہل نہیں ہوں"- پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا- حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں اس کی گردن اڑا دوں"- فرمایا" نہیں کیونکہ ممکن ہے یہ نماز پڑھتا ہو پھر لوگ باتیں بنائیں گے"- حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا" بہت سے نمازی زبان سے تو نماز پڑھتے ہیں لیکن ان کے دل میں کچھ نہیں ہوتا"- فرمایا" مجھے یہ حکم نہیں ہوا لوگوں کے دل چیر کر یا پیٹ پھاڑ کر دیکھو"- پھر اس شخص کی پشت کی طرف دیکھ کر فرمایا" اس شخص کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو بہت مزہ لے کر یعنی سرور کے ساتھ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا یعنی دل میں نہیں اترے گا- یہ لوگ دین سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے پار ہو جاتا ہے- راوی کہتا ہے" میرا خیال ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اگر میں ان کو پالیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا"- (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ 341)

اب مندرجہ بالا تمام احادیث مقدسہ سے یہ امر صراحتاً ثابت ہو گیا ہے کہ معمولی سی بے ادبی اور گستاخی، تنقیص واہانت رسول قرآن حکیم کے مطابق قَد کَفَرتُم بَعدَ اِیمَانِکُم تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو کی صورت اختیار کر لیتی ہے- شریعت ایسے گستاخ پر حد اور سزائے موت ہی لازم قرار دیتی ہے-

2- عبس وتولی کثرت سے پڑھنے والے امام کا قتل: اس سورت کے شان نزول میں مفسرین نے بیان کیا ہے" حضور خاتم النبیین ﷺ قریش کے کچھ لوگوں کو دعوت پہنچانے میں مشغول تھے انہی کی طرف متوجہ تھے اچانک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم جو بارگاہ رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں حاضر خدمت ہوتے رہتے- تعلیمات دین حاصل کرتے، مسائل دریافت کرتے حسب معمول آج بھی آئے- سوالات کرنے لگے- آداب مجلس کا خیال نہ رکھ سکے آگے بڑھ کر حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو اپنی طرف متوجہ اور راغب کرنا چاہا- آپ خاتم النبیین ﷺ اس وقت چونکہ ایک اہم امور دینی میں مشغول ومصروف تھے سو متوجہ نہ ہوئے سلسلہ کلام جاری رکھا- دوران گفتگو دخل اندازی پر آپ کے چہرہ اقدس پر کچھ رنج وملال کی کیفیت ظاہر ہوئی- اس پر باری تعالی نے یہ آیات نازل کیں جن میں آپ خاتم النبیین ﷺ کو اس عمل کی تلقین کی گئی کہ وہ نہ سمجھ تھا اس کی دلجوئی بھی تو مقصود تھی ایسے آثار چہرہ اقدس پر ظاہر نہیں ہونے چاہیے تاکہ ایسا مخلص وجاں نثار صحابی آپ کی شفقت اور دلجوئی سے محروم نہ ہو-

اب ظاہراً اس آیت کریمہ میں عتاب وتنبیہ کی کیفیت پائی جاتی ہے اس وجہ سے ایک منافق کا یہ معمول تھا وہ ہر نماز میں یہی سورت پڑھتا دل میں یہ کیفیت مراد لیتا کہ یہ وہ سورت ہے جس میں اللہ تعالی نے حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کو تنبیہ فرمائی تھی یہاں تک کہ یہ بات سیدنا حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچی کہ منافقین میں سے ایک شخص اپنی قوم کی امامت کرواتا ہے- وہ ہر باجماعت نماز میں" سورہ عبس وتولی" ہی پڑتا ہے آپ نے اسے بلا بھیجا بغیر مزید تحقیق کے اس کا سر قلم کروا دیا"- (تفسیر روح البیان، 10:331)

3- گستاخ رسول کا فیصلہ تلوار فاروقی سے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سورہ النساء، آیت نمبر 60)" کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو (اپنے منہ سے) تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ (خاتم النبیین ﷺ) پر اتارا گیا (یعنی قرآن پر) اور اس پر جو آپ سے پہلے اتاری گئیں (لیکن) چاہتے ہیں اپنا قصہ شیطان کی طرف (ایک شریر آدمی کعب بن ابی اشرف کی طرف) لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے کہ اس کی بات نہ مانیں"-

اکثر مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک یہودی اور ایک بشیر نامی منافق کے درمیان جھگڑے کو بیان کیا ہے- یہودی نے کہا" اس معاملے کو حضور نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی بارگاہ میں لے چلتے ہیں"- منافق نے اس سے انکار کیا اور کعب بن اشرف کے پاس جانے کے لیے کہا- کعب بن اشرف بہت بڑا راشی تھا-

اس معاملے میں منافق جھوٹا جبکہ یہودی حق پر تھا- یہودی نے معاملہ کو محمد (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس لے جانے پر اصرار کیا تو منافق مجبوراً بادل نخواستہ یہودی کے ساتھ چل پڑا- دونوں بارگاہ رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں حاضر ہوئے دونوں کے بیانات سن کر حضور سرور کائنات (خاتم النبیین ﷺ) نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا- دونوں باہر نکلے- منافق نے یہودی سے کہا" اس فیصلے سے میں راضی نہیں ہوں چلو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فیصلہ کروائیں"- دونوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے فیصلے کو ہی برقرار رکھتے ہوئے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا- منافق کہنے لگا" چلو حضرت عمر فاروقؓ سے فیصلہ کروائیں"- اب دونوں حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے- اور یہودی نے حضرت عمر فاروقؓ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا کہ نبی کریم

خاتم النبیین ﷺ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں مگر یہ فیصلے پر راضی نہیں-حضرت عمر فاروقؓ نے حقیقت حال جاننے کے لیے تصدیق کے لیے منافق سے پوچھا" کیا واقعی حضور خاتم النبیین ﷺ نے ایسا فرمایا ہے"؟اس نے تسلیم کیا"ہاں ایسا ہو چکا ہے"۔حضرت عمر فاروقؓ نے دونوں سے فرمایا:"یہیں ٹھہرے رہو یہاں تک کہ میں تمہاری طرف نکل آوں"-حضرت عمرؓ گھر تشریف لائے-تلوار اٹھائی، چادر اوڑھ لی- پھر باہر نکلے اس منافق کی گردن اڑا دی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا"-اس کے بعد ارشاد فرمایا"میں اس طرح فیصلہ کرتا ہوں اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہو"(تفسیر مظہری 2:154)

یہ خبر حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئی کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک کلمہ گو مسلمان کو ناحق قتل کر دیا ہے اس موقع پر حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا"میں گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مومن کے قتل کا اقدام کرے"-(تفسیر الکشاف 1:525)

حضرت عمر فاروقؓ کے اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور قتل مسلم سے آپؓ کو بری قرار دیتے ہوئے سورہ النساء کی آیت نمبر 65 نازل ہوئی:

ترجمہ:"پس اے حبیب (خاتم النبیین ﷺ) آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے ہر اختلاف میں آپ کو دل وجان سے حکم نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے کسی بھی طرح دل گیر نہ ہوں اسے دل سے بخوشی قبول کریں"-

گویا جو حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے فیصلے کو آخری قطعی اور حتمی نہیں سمجھتا، اسے دل وجان سے تسلیم نہیں کرتا وہ سرے سے ایماندار ہی نہیں ہے اور اسے آپ خاتم النبیین ﷺ کے بے ادبی وگستاخی، توہین وتنقیص، اور حکم نہ ماننے کی صورت میں قتل کرنا ایک مومن کو قتل کرنا نہیں بلکہ ایک گستاخ رسول اور مرتد کو قتل کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب بشیر منافق کے قرابت دار اور ورثا بارگاہ نبوت خاتم النبیین ﷺ میں حاضر ہوئے خون بہا کا مطالبہ کرتے ہوئے-تو کہنے لگے ہم تو حضرت عمر فاروقؓ کے پاس بھلائی واحسان کے لئے گئے تھے کہ وہ دونوں کے مابین صلح کرا دیں جبکہ شان رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں گستاخی اور کسی صورت آپ خاتم النبیین ﷺ کے فیصلے سے انحراف اور عدم تسلیم وانکار کا تو سرے سے ہمارا ارادہ اور نیت ہی نہ تھی سو ہمارے مقتول کا خون بہا دیا جائے-

باری تعالیٰ نے ان لوگوں کی نفسیات وصفات سے آگاہ کرتے ہوئے قرآن حکیم سورہ النساء، آیت نمبر 63 نازل فرمائی:

ترجمہ:"یہ وہ منافق وفاسد لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے پس آپ ان سے اپنا رخ پھیر لیں"-

اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے اس اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور اس پر شہادت اور گواہی کے لیے جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ میں حاضر ہوئے عرض کیا"یقیناً حضرت عمرؓ نے حق وباطل کے درمیان فرق کر دیا ہے"- اس پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عمرؓ کو وہ تاریخی وبے مثال لقب عطا کیا جو آپ کی پہچان بن گیا-حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا"اے عمر! آج سے تم "فاروق" حق وباطل میں بڑا فرق کرنے والے ہو"-(تفسیر کبیر:10)

اپنے دور حکومت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے مہاجرین اور انصار سے اس بات پر حلف لیا کہ "جس شخص میں حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی بیان کردہ علامات پاؤ اور تم پر یہ چیز علی وجہ الیقین متحقق بھی ہو جائے کہ یہ شخص اہانت رسول کا مرتکب ہوا ہے تو ایسے گستاخ کو توبہ کا موقع دیئے بغیر اس کی گردن تن سے اڑا دو"۔

آئمہ وفقہا کی طرف سے گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ کی سزا: اب ہم آئمہ وفقہاء اسلام کے ان عظیم اور تاریخی فیصلوں کا ذکر کریں گے جو انہوں نے اپنے اپنے ادوار میں ناموس رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کا محافظ بن کر اور اپنا دینی وملی فریضہ سمجھ کر صادر فرمائے تا کہ امتِ مسلمہ لاشعوری غیر ارادی اور نادانستہ طور پر بھی حضور خاتم النبیین ﷺ کے حقوق جو امت پر واجب ہیں کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی سے محفوظ رہے فقہاء کرام نے ان چھوٹی چھوٹی جزئیات کو بھی بیان کیا ہے جن کے بارے میں انسان کے حاشیہ خیال میں ان کے مبنی بر بے ادبی وگستاخی ہونے کا تصور بھی نہیں آ سکتا حتی کے معمولی سی چیز جس کو انسان زیادہ اہمیت کے قابل بھی نہیں سمجھتا وہ بھی بارگاہ رسالت میں بہت بڑی بے ادبی ہے۔

عیب ونقص کا انتساب کفر اور سزائے قتل کا باعث ہے:-

قاضی عیاض تفصیل بیان کرتے ہیں کہ "وہ شخص جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو گالی دی یا آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف عیب منسوب کیا یا آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اور حسب ونسب اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام یا آپ کی عادات کریمہ میں سے کسی عادت کریمہ کی طرف کوئی نقص وکمی منسوب کی یا اشارۃً وکنایۃً آپ کی شان اقدس میں نامناسب ونا موضوع بات کہی یا آپ کو کسی شے سے گالی دینے کے طریقے پر تشبیہ دی یا آپ خاتم النبیین ﷺ

کی شان کی عظمت وتقدس اور رفعت کی تنقیص وکمی چاہیے یا آپ خاتم النبیین ﷺ کے مقام ومرتبے کی کمی کا خواہش مند ہوا یا عیب جوئی کی تو فرماتے ہیں یہ شخص سب و شتم کرنے والا ہے اس میں گالی دینے والے کا حکم ہی جاری ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے"۔

آگے فرماتے ہیں کہ "یہ گستاخی صراحت کرے یا اشارتاً کرے اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں اسی طرح وہ شخص جو معاذ اللہ آپ خاتم النبیین ﷺ پر لعنت بھیجے یا آپ خاتم النبیین ﷺ کے حق میں بددعا کرے یا آپ خاتم النبیین ﷺ کے نقصان کا خواہش مند ہو یا آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف ایسی چیز منسوب کرے جو آپ خاتم النبیین ﷺ کے شایان شان نہ ہو یا آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات مقدسہ کے متعلق جہالت وحماقت سے فحش وقبیح قسم کا کلام کرے یا حدیث کا انکار کرنے والا ہو یا آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف جھوٹی بات کا انتساب کرے یا ایسی بات منسوب کرے جو آپ خاتم النبیین ﷺ کو تکلیف و آزمائش میں ڈالنے والی ہو یا آپ خاتم النبیین ﷺ کے عوارض بشریا کے بارے میں زبان طعن دراز کرے جو فطرتاً اور عادتاً آپ خاتم النبیین ﷺ اور سب انبیاء علیہ السلام کے مابین پائے جاتے ہیں اس کے بعد آخر میں فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر آج تک علماء اور ائمہ فتاوی کے مابین اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول خاتم النبیین ﷺ مستحق قتل ہے"۔

وجودِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ کو نعمت عظمی تسلیم کرنے سے انکار:- امت مسلمہ کو دوسری امم پر جس قدر فضیلت برتری اور فوقیت حاصل ہے یہ سب کچھ حضور خاتم النبیین ﷺ کی وجہ سے ہے اللہ رب العزت کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کو خاتم النبیین کی خلعت پہنا کر اس امت میں مبعوث فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سورہ آل عمران، آیت نمبر 164) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

ترجمہ: "بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (خاتم النبیین ﷺ) بھیجا"۔

پروردگار عالم نے امت مسلمہ کو ان گنت اور نعمتوں سے نوازا ہے لیکن کبھی نعمت پر احسان نہیں جتلایا جس طرح حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس کی صورت میں انہیں نعمت عظمی قرار دیا ہے اب اگر کوئی فرد حضور خاتم النبیین ﷺ کو اللہ کی نعمت عظمی تسلیم نہیں کرتا تو وہ درحقیقت آیت قرآن کا انکار کر کے کفر وضلالت کر رہا ہے۔

اسی طرح ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا" ہمارے سامنے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا تذکرہ فرمایئے "انہوں نے فرمایا" بیٹے تم اگر حضور خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ لیتے تو یوں محسوس کرتے جیسے سورج طلوع ہو گیا ہے"۔

زہد اختیاری کی بجائے اضطراری پر اسرار: فاتح اندلس نے ابن حاتم کو قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا فتوی دیا تھا کیونکہ اس کے متعلق حضور خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی تحقیر وتنقیص کا مرتکب ہونے کی معتبر شہادتیں موصول ہوئی تھی۔ اس نے ایک مناظرے کے دوران نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو یتیم اور حیدر (حضرت علیؓ) کا سسر کہا اور یہ گمان بھی کیا کہ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا زہد اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہے اور اگر آپ خاتم النبیین ﷺ اچھے کھانے کھانے پر قدرت رکھتے تو ضرور انہیں کھاتے۔ اس سے اس کا سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ کے زہد اختیاری پر زبان طعن دراز کرنا تھا وہ اس بات کو فروغ دینا چاہتا تھا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا زہد وفقر اختیاری نہیں بلکہ اضطراری تھا یہ انداز بیان سراسر گستاخی وبے ادبی ہے جبکہ حقیقت میں حضور خاتم النبیین ﷺ مقام رضا پر فائز ہیں اگر آپ کسی چیز کی خواہش کرتے ہیں تو وہ طلب سے پہلے ہی مل جاتی آپ خاتم النبیین ﷺ ہی دنیا میں باری تعالیٰ کے عطا کردہ نعمتوں کے بانٹنے اور تقسیم کرنے والے ہیں۔ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ ہی ہے"۔ (صحیح بخاری)

حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کو اللہ رب العزت نے یہ قوت عطا کی تھی کہ اگر آپ خاتم النبیین ﷺ چاہتے تو مکہ مکرمہ کے پہاڑ سونا بن جاتے مگر آپ خاتم النبیین ﷺ ہر حال میں صبر وقناعت کرتے رہے اور یہی امت کو درس دیا یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اوصاف کی باوصف ذات اقدس کے بارے میں کوئی فرد بشر اعتراض کرے تو وہ کیسے ملعون ومردود نہ ہوگا۔ اس لئے آئمہ کرام نے فقر اضطراری پر اصرار کرنے والے فرد کے قتل کرنے کا فتوی دیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام پر طعن درازی: فتاوی بزازیہ میں ہے کہ "اگر کسی شخص نے یوں کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اگر ممنوعہ دانا یا پھل نہ کھاتے تو وہ شقی وبدبخت اور محروم نہ ہوتے تو اتنا کہنے سے وہ شخص کافر ہو جائے گا"۔ اسی طرح کسی شخص کے سامنے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کپڑا بنتے تھے تو سننے والے نے کہا" پھر تو ہم جولاہے کی اولاد ہوئے یہ کلمہ کہنے سے بھی وہ شخص کافر ہو جائے گا"۔ (فتاوی بزازیہ برحاشیہ عالمگیری)

غرض یہ کہ وہ وجود اقدس جو انوار الہیہ کا مظہر اتم ہے اس کے بارے میں کوئی شخص عداوت ودشمنی، حسد، بغض اور کینہ کی وجہ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی نسبت کوئی

گری ہوئی بات منسوب کرے تو اس پر بھی آئمہ کرام کا اجماع ہے کہ اس کے قتل کا فتویٰ دیا جائے گا۔

گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ کی سزا عقلی دلائل سے:

دستور ریاست سے بغاوت باعث سزائے موت ہے۔ ہر ریاست کا ایک قانون ہے اور وہ یہ کہ: " کوئی بھی شخص کسی بھی ملک کے خلاف جنگ و بغاوت کرے یا جنگ کرنے کی کوشش کرے یا جنگ کرنے میں مدد و اعانت کرے تو ایسا شخص سزائے موت کا مستحق ہوجاتا ہے۔ یہ اس لئے تا کہ ریاست و سلطنت کا تقدس و احترام اور عظمت و حرمت ہر شے سے بلند و فائق رہے۔ کوئی بھی فرد اس کی شان و شوکت اور عظمت و حرمت کو پامال کرنے کی جرأت نہ کر سکے"۔

غور طلب بات یہ ہے کہ انسان کے اپنے وضع کردہ قانون و دستور اور اپنے ہاتھ سے تراشیدہ و تشکیل کردہ ریاست و سلطنت کا احترام و تقدس اس قدر بلند ہے کہ اس ریاست کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف کسی فرد کا اقدامِ بغاوت سزائے موت کا مستحق ٹھہرتا ہے جبکہ وہ ذات جو وجہ تخلیق کائنات ہے، جو فخر عالم انس و جان ہے، جس کے طفیل کائنات کو وجود ظہور ملا، جس سے عالم بشریت کو شعور اور فروغ ملا اور جس کے نقوش پا پر چل کر انسانیت اپنی معراج کو پہنچی، ہم ایسی ذات کی عزت و حرمت، ادب و احترام اور عظمت و رفعت پر کروڑوں ریاستوں اور آئین کی حرمت و تقدس کو قربان کرتے ہیں۔ آئین اور ریاست کا باغی تو واجب القتل ہو جبکہ تاجدارِ کائنات سرور دو جہاں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والا واجب القتل نہ ہو، آخر کیوں؟

گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ اور گستاخ صحابہؓ کی سزا میں فرق: بارگاہ نبوت خاتم النبیین ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا بدبخت اپنی گستاخی و اہانت کے باعث آخرت میں دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ مگر اس سے پہلے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا شکار ہوگا اہل ایمان کو ایسے ناپاک وجود کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب کہ سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی ظاہری حیات مقدسہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے دیدار سے براہ راست ایمان کی آنکھ سے لطف اندوز ہونے اور صحبت و قربت مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ سے فیض یاب ہونے والے مقدس نفوس کی عظمت شان میں بھی گستاخی کرنے والا اپنی گستاخی کے باعث دنیا میں ہی کوڑوں کی سزا کا مستحق ٹھہرے گا حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو شخص کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے کسی صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارو"۔ (الشفاء 2:948)---- الفاظ حدیث صراحتاً اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ گستاخی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بھی شان اقدس میں کی گئی ہو تو اس کے مرتکب کو بغیر کوئی موقع دیے اور توبہ قبول کیے قتل کر دیا جائے یہ سزائے قتل اس پر بطور حد واجب ہے۔

عہد صحابہؓ میں گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ کا قتل:۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور گستاخ رسول خاتم النبیین ﷺ کی سزا) حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر تھے اسی دوران آپ نے ایک شخص پر اس قدر شدید غیض و غضب کا اظہار کیا حتی کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو عرض کیا "اے خلیفہ رسول مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں"۔ (ابوداؤد کتاب الحدود 2:252) آگے مزید بیان کرتے ہیں" جب میں نے اس کے قتل کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے اس سے متعلق گفتگو ترک کر دی۔ دوسری باتیں کرنے لگے۔ نسائی شریف کی روایت کے مطابق ان کلمات کے سننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے غصے پر ایسے ضبط کیا جیسے آپ پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا گیا ہو۔ ابوبرزہؓ بیان کرتے ہیں جب ہم رخصت ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا" اے ابوبرزہ! تم ابھی کیا کہہ رہے تھے"؟ میں نے عرض کیا" مجھے یاد دلایئے" آپ نے فرمایا" جو کچھ تم نے کہا کیا وہ تمہیں یاد نہیں"؟ میں نے عرض کیا" خدا کی قسم! نہیں" آپ نے فرمایا" جب تو نے مجھے ایک شخص پر ناراض ہوتے ہوئے دیکھا تو تم نے کہا" اے خلیفہ رسول (خاتم النبیین ﷺ) کیا میں اس کی گردن اڑا دوں"؟ پھر آپؓ نے فرمایا" کیا تو ایسا ہی کرتا اگر میں تجھے اس کے قتل کرنے کا حکم دیتا"۔ عرض کیا" ہاں ایسا ہی کرتا"۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا" نہیں حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی بھی فرد و بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے"۔ (سنن ابی داؤد کتاب الحدود 2:252)

گویا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس امر کی تصریح کر دی کہ کائنات انسانی میں سے کسی بھی فرد کی گستاخی و اہانت پر قتل کی سزا نافذ نہیں ہوسکتی سوائے ذات مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کے۔ کل کائنات بشریت میں یہ امتیاز خصوصیت اور مقام و مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو ہی حاصل ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں ادنی سی گستاخی اور بے ادبی کے مرتکب کا کام تمام کر دیا جائے تا کہ زمین نہ صرف اس کے نجس وجود سے پاک ہو بلکہ یہ مرض اور اس کی وجہ آگے فروغ پذیر بھی نہ ہو۔----غرض یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفۃ الرسول (خاتم النبیین ﷺ) کے منصب پر متمکن ہو کر اسلامی ریاست کے حاکم کی حیثیت سے اسلامی ریاست و مملکت کے قانون کو بیان کر دیا جس کی رو سے استحقاق اور تنقیص و تحقیر رسول خاتم النبیین ﷺ کے جرم کے مرتکب کی سزا قتل ہی ہے۔

معجزات

1) قیصر وکسریٰ کے خزانے: امام احمد ابو یعلی اور طبرانی نے عفیف الکندی سے روایت کی۔انہوں نے کہا" میں مکہ مکرمہ آیا اور میں حضرت عباس کے پاس پہنچا تاکہ ان سے تجارت کروں۔میں ان کے پاس منیٰ کے مقام میں تھا کہ ان کے قریب کے خیمے سے ایک شخص نکلا۔جب اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور سورج کو دیکھا کہ وہ ڈھل گیا ہے تو کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔اس کے بعد ایک عورت نکلی اور اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگی۔پھر ایک بچہ نکلا اور اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔میں نے پوچھا" اے عباس! یہ کون ہے"؟ انہوں نے کہا" یہ محمد (خاتم النبیین ﷺ) میرے بھتیجے اور ان کی زوجہ خدیجتہ الکبریٰ اور ان کے چچا کے صاحبزادے علی مرتضیٰؓ ہیں۔یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔اس معاملے میں ان کا اتباع ان کی بیوی اور ان کے چچا کے بیٹے کے سوا ابھی کوئی نہیں کرتا اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ کسریٰ و قیصر کے خزانے فتح ہوں گے"۔

2) وہ معجزات جو قبیلہ بنی طے کے وفد کی حاضری کے وقت ظہور میں آئے:-

i- بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کی انہوں نے کہا کہ " قبیلہ طے کا وفد آیا،ان میں زید الخیلؓ بھی تھے اور وہ سب مسلمان ہوئے۔حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے زید الخیلؓ کا نام زید الخیرؓ رکھا۔اس کے بعد وہ لوگ اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے۔اس وقت حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "زید ہر گز مدینہ کے بخار سے خلاصی نہ پائیں گے چنانچہ وہ نجد کی سرزمین کے چشمے پر پہنچے تو انہیں بخار چڑھا اور وہی فوت ہو گئے"۔

ii- بخاری نے عدی بن حاتم سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ "ہم رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے حضور (خاتم النبیین ﷺ) سے فاقہ کی شکایت کی۔اتنے میں ایک اور شخص آیا اس نے راہزنی کی شکایت کی۔اس وقت حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اے عدی بن حاتم! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھ لو گے کہ ایک عورت ہودج نشین حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ طواف کے لئے آئے گی اور اسے سوائے اللہ رب العزت کے کسی کا خوف وڈر نہ ہو گا"۔اس وقت میں نے اپنے دل میں سوچا کہ قبیلہ طے کے وہ راہزن کہاں جائیں گے جو شہروں کو لوٹتے ہیں؟ پھر حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھ لو گے کہ کسریٰ کے خزانے کھل جائیں گے۔اور تم انہیں فتح کرو گے"۔میں نے عرض کیا کہ " کسریٰ بن ہرمز کے خزانے"؟ فرمایا" ہاں کسریٰ بن ہرمز کے خزانے" اور فرمایا" اگر تم زندہ رہے تو تم ضرور دیکھ لو گے کہ آدمی دونوں ہاتھوں میں سونا چاندی لئے ہو گا اور وہ تلاش کرے گا کہ کوئی اسے قبول کرلے مگر وہ ایسا شخص نہ پائے گا"۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ " میں نے ایسا ہی دیکھا کہ ہودج نشین عورت کوفہ سے روانہ ہوتی ہے اور خانہ کعبہ پہنچ کر اس کا طواف کرتی ہے مگر اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہوتا۔اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانوں کو فتح کیا۔اب اگر تم لوگ زندہ رہے تو تم تیسری بات کو بھی پورا ہوتا جو ضرور دیکھ لو گے"۔ بیہقی نے کہا" یہ تیسری بات حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں واقع ہوئی"۔پھر انہوں نے عمر بن ابی اسید بن عبد الرحمن بن زید بن خطابؓ سے روایت کی انہوں نے کہا" حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اڑھائی سال خلافت کی اور وہ اس وقت تک فوت نہ ہوئے جب تک ہم نے یہ نہ دیکھ لیا ایک شخص بہت زیادہ وافر مال لاتا ہے اور کہتا ہے جہاں فقراء نظر آئیں مال ان میں تقسیم کر دیا جائے۔ایک آدمی مال لے کر ہر جگہ تلاش کرتا پھرتا ہے مگر اسے کوئی ضرورت مند نہیں ملتا۔بالآخر وہ مال لے کر واپس آجاتا ہے اور وہ کہتا ہے کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جو اس مال کو قبول کرے۔وہ مالک اپنا مال لے کر واپس لوٹ جاتا ہے۔بلاشبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ خلافت میں لوگ بہت تونگر ہو گئے تھے۔انہوں نے سب کو مالدار کر دیا تھا"۔

3) مزینہ کے وفد کی آمد پر اعجاز مصطفیٰ (خاتم النبیین ﷺ) :- امام احمد طبرانی اور ابو نعیم نے دکین بن سعید سے روایت کی انہوں نے کہا" ہم چار سو سوار بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ہم نے راستے کے کھانے کے لئے حضور (خاتم النبیین ﷺ) سے استدعا کی۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اے عمرؓ! جاؤ انہیں راستہ کا توشہ دو اور انہیں کھلاؤ"۔اس پر انہوں نے عرض کیا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! میرے پاس اس سے زیادہ کھجوریں نہیں ہیں کہ میں اپنے ہی گھر والوں کو کھلا سکوں"۔اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا" اے عمرؓ! رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو"۔حضرت عمرؓ نے کہا" میں سمع و طاعت کرتا ہوں"- پھر حضرت عمر روانہ ہوئے اور گھر کے بالا خانے پر آئے اور لوگوں سے فرمایا" آکے لے لو"۔تو ان میں سے ہر ایک نے جتنا چاہا اس میں سے لے لیا۔اس کے بعد میں اس طرف چلا اور میں ان لوگوں میں سے لینے والا آخری شخص تھا۔میں نے دیکھا کہ اس ڈھیر میں سے گویا ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی"۔

4) عکرمہ بن ابوجہل کا اسلام لانا حضور (خاتم النبیین ﷺ) کے خواب کے مطابق تھا:-

i- حاکم نے صحیح بتا کر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی "رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے پاس ابوجہل آیا ہے اور اس نے میری بیعت کی ہے۔ پھر جب حضرت خالدؓ بن ولید مسلمان ہوئے تو صحابہ نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سے عرض کیا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! اللہ تعالی نے آپ کی خواب حضرت خالدؓ کے اسلام لانے سے پوری کر دی ہے"۔حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے ارشاد فرمایا" نہیں! ضرور اس کی تعبیر اس کے علاوہ ہے"۔ یہاں تک کہ جب عکرمہؓ بن ابوجہل نے اسلام قبول کیا تو ان کا اسلام حضور (خاتم النبیین ﷺ) کی خواب کا مصداق بنا"۔

ii- حاکم نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" میں نے ابوجہل کے لیے جنت میں پھل والا درخت دیکھا۔ جب عکرمہؓ نے اسلام قبول کیا تو میں نے کہا" جنت میں وہ درخت یہ تھا"۔

5) وفد بنی تمیم کی آمد پر معجزہ کا ظہور:- ابن سعد نے زہری اور سعید بن عمرو سے روایت کی دونوں نے کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں بنی تمیم کا وفد آیا اور عطارد بن حاجب نے آگے بڑھ کر خطبہ دیا۔رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت ثابتؓ بن قیس سے فرمایا" اٹھو اور ان کے خطیب کا جواب دو"۔ حالانکہ وہ خطبہ کی قسم سے کچھ نہ جانتے تھے اور نہ انہیں اس سے پہلے کبھی خطبہ دینے کا اتفاق ہوا تھا۔مگر وہ کھڑے ہوئے اور نہایت فصیح و بلیغ مسجع اور مقفی خطبہ دیا۔ اس کے بعد بنی تمیم کا شاعر زبرقان کھڑا ہوا اور اس نے اشعار پڑھے۔رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اے حسان! ان کے شاعر کا جواب دو" اور فرمایا" اللہ تعالی حسان کی روح القدس سے ضرور مدد فرمائے گا۔ جب تک حسان اس کے نبی کی طرف سے مدافعت کرتے رہیں گے"۔ تو حضرت حسان کھڑے ہوئے اور شعروں میں جواب دیا۔ان قاصدوں نے تخلیہ میں ایک دوسرے سے باتیں کیں اور ان میں سے کسی نے کہا" خدا کی قسم! یہ شخص یعنی حضور اکرم (خاتم النبیین ﷺ) ہر فن میں تائید کیے گئے ہیں۔ خدا کی قسم آپ (خاتم النبیین ﷺ) کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر اور شاعر ہمارے شعراء سے بلیغ تر ہے اور وہ ہم سے زیادہ بردبار اور اہل علم ہیں"

6) گھی کی کپی، مشکیزہ آب، چکی اور شانہ :-

i- مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کی" ام مالک، نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے لیے کپی میں گھی ہدیہ میں بھیجا کرتی تھی اور یہ کپی ان کے پاس رہا کرتی تھی۔ان کے بچے آتے سالن مانگتے اگر ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو وہ اس کپی کے پاس جاتیں تو وہ اس میں گھی پاتیں۔اس طرح ان کے پاس گھر میں ہمیشہ سالن رہا کرتا تھا۔ایک دن انہوں نے کپی کو نچوڑ لیا۔ پھر وہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس آئیں۔حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" کیا تم نے کپی کو نچوڑا ہے"؟ انہوں نے کہا" ہاں"۔فرمایا" اگر تم اسے نہ نچوڑتیں تو اس میں ہمیشہ گھی پاتیں"۔

ii- طبرانی اور بیہقی نے ام اوسؓ سے روایت کی انہوں نے کہا" میں نے اپنے گھی کو پگھلایا اور اسے کپی میں کر کے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے اسے قبول فرما کر تھوڑا سا گھی اس کپی میں رہنے دیا اور اس میں پھونک مار کر برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا" یہ کپی ام اوسؓ کو واپس کردو"۔ تو لوگوں نے وہ کپی انہیں دے دی۔ جب ام اوسؓ نے کپی کو دیکھا تو وہ گھی سے بھری ہوئی تھی۔انہوں نے گمان کیا کہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے ان کا گھی قبول نہیں فرمایا ہے۔ وہ روہانسی شکل میں آئیں اور عرض کرنے لگی" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! میں نے آپ ہی کے لیے گھی گرم کر کے بھیجا تھا تاکہ آپ نوش فرمائیں"۔ان کے یہ عرض کرنے پر حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے جان لیا کہ اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمالی ہے وہ کپی بھر گئی ہے۔حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" جاؤ ان سے کہہ دو کہ وہ اس گھی کو کھائے اور برکت کی دعا مانگے"۔ تو ام اوسؓ، عہدی نبوی (خاتم النبیین ﷺ) اور زمانہ خلافت صدیقی و فاروقی اور عثمانی تک اسے کھاتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت علی المرتضی اور امیر معاویہؓ کے درمیان جو ہوا سو ہوا۔

iii- ابو یعلی وطبرانی وابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بکری کا گھی ایک کپی میں جمع کیا اور اسے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں بھیجا۔حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے گھی قبول فرما کر کپی انہیں واپس کر دی اور ام سلیمؓ نے کپی کو کوٹھی پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد جب ام سلیمؓ نے دوبارہ کپی کو دیکھا تو وہ گھی سے لبریز تھی اور اس سے قطرے ٹپک رہے تھے۔انہوں نے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے آکر عرض کیا۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" کیا تم اس سے تعجب کرتی ہو کہ اللہ تعالی تمہیں اس طرح کھلائے جس طرح اپنے نبی کو کھلاتا ہے۔لہٰذا تم کھاؤ اور کھلاؤ"۔ام سلیمؓ فرماتی ہیں" میں نے آکر تمام قابیں بھر کر گھی تقسیم کیا اور کپی میں اتنا گھی باقی رہا کہ ہم نے ایک یا دو مہینے کھایا"۔

-iv ابونعیم نے دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی "رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک دن بکری ذبح کی۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اے بچے! اس کا شانہ لے آؤں "۔ تو وہ اس کا شانہ لے آیا۔ پھر اس سے دوبارہ یہی فرمایا۔ تو وہ دوبارہ لے آیا۔ پھر آپ نے تیسری بارہ یہی فرمایا تو اس نے کہا" یارسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ایک ہی بکری ذبح کی گئی تھی اور میں دوشانے پیش کر چکا ہوں "۔ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اگر تم خاموش رہتے تو میں جتنی بار طلب کرتا تم پیش کرتے رہتے"۔

7) وہ معجزات جو بعض حیوانات کے سلسلے میں ظہور پزیر ہوئے:۔

-i بیہقی وابونعیم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا "ہم نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک شخص نے آکر عرض کیا "فلاں قبیلہ کا پانی کھینچنے والا اونٹ بدمست ہوگیا ہے اور وہ ان کا نافرمان ہوگیا ہے "۔ یہ سن کر رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک دم اٹھے اور ہم حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چل دیے۔ ہم نے عرض کیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اونٹ کے نزدیک نہ جائیں آپ پر ہمیں اس سے خطرہ ہے "۔ مگر رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا دست اقدس اس کے سر پر رکھا اور فرمایا اس کی نکیل لاؤ۔ نکیل لائی گئی اور آپ نے اپنے دست اقدس سے اس کے نکیل ڈالی اور فرمایا "اونٹ کے مالک کو بلاؤ "۔ اسے بلالیا گیا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اسے اچھا چارہ دواور اس پر کام کی زیادہ مشقت نہ ڈالو"۔

-ii بیہقی وابونعیم نے بطریق زہری حمزہؓ بن ابی اسید سے روایت کی انہوں نے کہا "رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک شخص کے جنازہ میں تشریف لے گئے تو سرراہ حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک بھیڑیے کو پاؤں پھیلائے ہوئے دیکھا۔ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "یہ بھیڑیا اپنا حصہ چاہتا ہے۔ لہذا تم اس کے لیے کچھ مقرر کردو"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رائے مبارک کیا ہے "؟ "ہر سال ہر ریوڑ میں سے ایک بکری مقرر کردی جائے"۔ صحابہؓ نے عرض کیا "زیادہ ہے "۔ پھر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھیڑیے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "تو ان کی بکریوں میں سے اچک لے جایا کر"۔ پھر بھیڑیا چلا گیا"۔

8) رسول خدا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک حمار (گدھا) سے ہم کلام ہونا: ابونعیم نے حضرت معاذؓ بن جبل سے روایت کی انہوں نے کہا "نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس خیبر میں جب سیاہ گدھے کو لاکر کھڑا کیا گیا تو نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا "تو کون ہے "؟ اس نے کہا "میں عمرو بن فلاں ہوں۔ ہم تین بھائی تھے ہم میں سے ہر ایک پر انبیاء سوار ہوتے ہیں۔ میں ان میں سے چھوٹا ہوں اور میں آپ کے لئے تھا۔ جب یہودی شخص میرا مالک بنا تو جب بھی مجھے آپ یاد آتے تو میں ٹھوکر کھاکر اسے گرادیتا۔ وہ مجھے خوب مارتا"۔ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اب تیرا نام یعفور ہے"۔

ابن سبع نے خصائص مصطفی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ضمن میں کہا "آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جس جانور پر بھی سواری کی ہے وہ اپنی اسی حالت میں رہا جس پر وہ تھا اور وہ حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی برکت سے بوڑھا نہ ہوا"۔

9) وہ معجزات جو مردوں کو زندہ کرنے اور ان سے کلام کرنے میں واقع ہوئے: بیہقی نے دوسری سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا "میں نے اس امت میں تین خوبیاں ایسی پائی ہیں کہ اگر وہ بنی اسرائیل میں ہوتی تو وہ امت کو تقسیم نہ کرتیں"۔ ہم نے پوچھا "وہ تین خوبیاں کیا ہیں "؟ فرمایا "ہم اہل صفا میں رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے۔ ایک مہاجرہ عورت آئی اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا جو حد بلوغ کو پہنچ گیا تھا۔ کچھ ہی عرصے بعد اسے مدینہ کی وبا لگی اور وہ چند دنوں بیمار رہ کر فوت ہوگیا۔ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی آنکھیں بند کرکے تجہیز وتکفین کی تیاری شروع کردی۔ جب ہم نے اسے غسل دینے کا ارادہ کیا تو حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اے انسؓ! ان کی ماں کو خبر کردو تو میں نے جاکر اسے خبر دی۔ وہ آئیں اور حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدمین مبارک کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دونوں قدموں کو پکڑ لیا۔ پھر اس نے کہا "اے خدا! میں نے تیرے لئے طوعاً اسلام قبول کیا اور کنارہ کش ہوکر بتوں کو چھوڑا۔ پھر اور شوق کے ساتھ تیری طرف ہجرت کی۔ اب مجھے بت پرستوں کے سامنے شرمندہ نہ کر اور اس مصیبت کا بوجھ مجھ پر نہ ڈال۔ مجھ میں اس مصیبت کے اٹھانے کی برداشت نہیں ہے "۔ حضرت انسؓ نے فرمایا "خدا کی قسم! ابھی اس نے اپنی بات پوری نہ کی تھی کہ جوان کے پاؤں حرکت کرنے لگے اور اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹادیا اور زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس جہان سے بلالیا اور اس کی ماں بھی فوت ہوگئی"۔

10) مرنے کے بعد سننا: ۔ ابوالشیخ اور ابن حبان نے عبید بن مرزوق سے مرسلاً روایت کی انہوں نے کہا "مدینہ طیبہ میں ایک عورت تھی وہ مسجد کی صفائی کیا کرتی

تھی۔ جب وہ فوت ہوئی تو اس کی اطلاع رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کو نہ دی گئی۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) محجنؓ کی قبر پر گزرے۔ آپ نے پوچھا "یہ کس کی قبر ہے"؟ صحابہ نے بتایا "یہ ام محجنؓ کی قبر ہے"۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "وہی عورت جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی"؟ صحابہ نے عرض کیا "جی ہاں وہی عورت"۔ پھر لوگوں نے صف باندھی اور حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے اس کے بعد فرمایا "اے ام محجنؓ! تم نے کون سا عمل افضل پایا"؟ صحابہ نے عرض کیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! کیا وہ سنتی ہے"؟ حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو"۔ پھر حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے بیان کیا کہ اس نے جواب دیا ہے "مسجد کی صفائی افضل عمل پایا ہے"۔

11) وہ معجزات جو بیماروں کو اچھا کرنے کے سلسلے میں ظہور میں آئے:-

i- امام احمد و دارمی، طبرانی و بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی "ایک عورت اپنے بیٹے کو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی بارگاہ میں لائی اور عرض کیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! میرے اس بیٹے پر آسیب ہے۔ وہ اس کے پاس صبح وشام آتا ہے اور ہمیں تنگ کرتا ہے"- تو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے بچہ کے سینے پر دست اقدس پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ پھر اس بچے نے زور کی قے کی اور اس کے پیٹ سے کالی ٹڈی کی مانند کچھ نکلا اور وہ شفایاب ہو گیا"۔

ii- بیہقی نے محمد بن سیرین سے روایت کی "ایک عورت اپنے بیٹے کو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی بارگاہ میں لائی اور اس نے عرض کیا "میرے اس بیٹے کو ایسی ایسی بیماری لاحق ہو گئی ہے وہ جیسا ہے آپ اسے ملاحظہ فرما رہے ہیں- آپ اللہ تعالی سے دعا کیجیے کہ اسے موت دے دے"۔ اس پر رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اللہ تعالی اسے شفا دے گا اور یہ جوان ہو گا اور مرد صالح بن کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا- پھر وہ شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گا"۔ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے اس کے لئے دعا فرمائی اور اللہ تعالی نے اسے شفا بخشی اور وہ جوان ہو کر مرد صالح بنا اور خدا کی راہ میں جہاد کر کے شہید ہوا"۔

12) "سفینہ":- امام احمد ابن سعد و بیہقی و ابو نعیم نے سفینہؓ سے روایت کی "ان سے کسی نے دریافت کیا" آپ کا نام کیا ہے"؟ انہوں نے کہا "رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے میرا نام سفینہؓ رکھا ہے"۔ دریافت کیا "اس نام کی وجہ کیا ہے"؟ فرمایا "حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) اور آپ کے صحابہ سفر میں تھے ان پر اپنا سامان بوجھ معلوم ہوا۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے مجھ سے فرمایا "اپنی چادر پھیلاؤ"۔ میں نے چادر پھیلا دی اور اس چادر میں ان سب نے اپنا سامان رکھ کر میرے حوالہ کر دیا۔ حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اٹھا لو کیوں کہ تم سفینہؓ (کشتی) ہو"۔ اس دن کے بعد میں ایک اونٹ کا یا دو کا یا تین کا یا چار کا یا پانچ کا یا چھ کا یا سات کا بوجھ اٹھا لیتا ہوں تو مجھ پر بار نہیں معلوم ہوتا"۔

13) عطائے علم وفراست وشجاعت کے سلسلہ میں حضور (خاتم النبیین ﷺ) کے معجزات:-

i- بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا "میں نے عرض کیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنا کرتا ہوں مگر میں انہیں بھول جاتا ہوں"- فرمایا "چادر پھیلاؤ"- تو میں نے اپنی چادر پھیلا دی۔ پھر حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے لپ بھر کر اس میں ڈالا اور فرمایا "اس کے چاروں کونے ملا کر اپنے سینے سے چمٹا لو"- تو اس کے بعد میں کوئی حدیث نہ بھولا"۔

ii- بیہقی نے سلمہؓ بن اکوع سے روایت کی "نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) بنی اسلم کے لوگوں کے پاس تشریف لائے تو وہ باہم تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے ملاحظہ کر کے فرمایا "یہ کھیل اچھا ہے- تم تیر اندازی کی مشق کرو اور میں ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا رفیق ہوں"- اس پر لوگوں نے اپنے ہاتھ روک لیے اور عرض کرنے لگے "خدا کی قسم! ہم تیر اندازی نہیں کریں گے جب تک تیر اندازی میں آپ ان کے ساتھ ہیں۔ اس لیے کہ آپ ہم پر غالب ہی رہیں گے"۔ فرمایا "تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں"- تو وہ لوگ دن بھر تیر اندازی کرتے رہے- جب جدا ہوئے تو سب مساوی تھے۔ کسی کو کسی پر فوقیت نہ تھی"۔

14) انواع جمادات میں معجزات حضور اکرم (خاتم النبیین ﷺ) کا ظہور:-

i- بزار وطبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم و بیہقی نے ابو ذرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا " رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) تنہا تشریف فرما تھے- پھر میں آیا اور میں حضور (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور وہ سلام کر کے بیٹھ گئے- پھر حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ آئے۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے سامنے کنکریاں تھیں۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے اٹھا کر ہتھیلی پر رکھا تو وہ تسبیح کرنے لگی- حتیٰ کہ ہم نے ان کی آواز

ایسی سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔اس کے بعد آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اٹھا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ تسبیح کرنے لگیں حتیٰ کہ ہم نے ان کی آواز سنی جیسے کہ مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ پھر آپ نے ان کو رکھ دیا اور وہ خاموش ہوگئیں۔اس کے بعد حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اٹھا کر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا اور وہ تسبیح کرنے لگیں حتیٰ کہ ہم نے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے مانند ان کی آواز سنی۔ پھر انہوں نے رکھ دیا اور وہ خاموش ہوگئیں۔اس پر رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "یہ نبوت اور خلافت کی شہادت ہے"۔

ii- ابن عسا کر نے حضرت انسؓ سے روایت کی "نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دست مبارک میں کنکریاں لیں اور وہ تسبیح کرنے لگیں یہاں تک کہ ہم نے ان کی تسبیح کی آواز سنی۔ پھر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں پلٹ دیں تو وہ تسبیح کررہی تھی اور ہم ان کی تسبیح کی آواز سن رہے تھے پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں پلٹ دیں اور وہ برابر تسبیح کررہی تھیں اور ہم نے تسبیح کی آواز سنی پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں پلٹ دی تو وہ برابر تسبیح کررہی تھیں اور ہم نے ان کی تسبیح کی آواز سنی پھر وہ یکے بعد دیگرے ہمارے ہاتھوں میں آئیں تو ان کنکریوں میں سے کوئی تسبیح نہ کررہی تھی"۔

iii- ابوالشیخ میں کتاب العظمت میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی انہوں نے فرمایا "رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے روبرو ثرید کھانا لایا گیا آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "یہ کھانا تسبیح کررہا ہے"۔صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ ان کی تسبیح سن رہے ہیں"؟ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "ہاں"۔ پھر رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک شخص سے فرمایا "اس پیالے کو فلاں شخص کے قریب کردو"۔تو اس نے ان کے قریب کردیا۔اس نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کھانا تسبیح کررہا ہے"۔اس کے بعد دوسرے کے پھر تیسرے کے قریب لایا گیا انہوں نے بھی یہی کہا۔اس کے بعد حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیالے کو واپس کردیا۔اس وقت ایک شخص نے عرض کیا "یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)! کاش آپ تمام لوگوں کو سنانے کا حکم فرماتے"۔ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "اگر وہ کسی کے ہاتھ میں خاموش ہوجاتا۔تو لوگ کہتے یہ اس کے گناہ کی بدولت ہوا ہے اسے واپس کردو" تو اس نے واپس کردیا"۔

15) **درودیوار کا آمین کہنا:**۔بیہقی و ابونعیم نے ابواسید ساعدیؓ سے روایت کی انہوں نے کہا "رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباسؓ سے فرمایا "کل صبح تم اور تمہارے فرزند اپنے گھر سے کہیں نہ جائیں جب تک کہ میں تم لوگوں کے پاس نہ آجاؤں کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے"۔تو جب صبح ہوئی تو حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے یہاں تشریف لائے۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا" تم سب مل کر بیٹھ جاؤ"۔حتیٰ کہ جب وہ سب بیٹھ گئے تو حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سب پر اپنی چادر شریف ڈالی اور دعا کی کہ "اے رب! یہ میرے چچا بمنزلہ میرے باپ کے ہیں اور یہ ان کے گھر والے ہیں تو ان سب کو آگ سے اس طرح چھپالے جس طرح میں نے ان سب کو اپنی چادر سے ڈھانپا ہے"۔تو دروازے کی چوکھٹ اور گھر کے درودیوار سے آمین آمین کی آوازیں آئیں"۔

16) **ایک مفتری (جھوٹا) کا انجام:**۔عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی نے سعید بن جبیر سے روایت کی انہوں نے کہا "انصار کی ایک بستی میں کوئی شخص آیا اور اس نے کہا "رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میں جو فلاں عورت ہے اس کا نکاح میرے ساتھ کردو۔حالانکہ حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس آدمی کو نہ بھیجا تھا۔رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں جب یہ اطلاع پہنچی تو حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی وزبیرؓ کو بھیجا۔فرمایا "تم دونوں جاؤ اگر وہ تمہیں ملے تو اسے قتل کردینا۔میرا خیال ہے شاید تم اسے نہ پاؤ گے"۔تو وہ گئے اور اسے اس حال میں پالیا کے اسے سانپ نے کاٹ لیا تھا اور زہر کے اثر سے وہ مرگیا تھا"۔

17) **روشنی:**۔

i- ابونعیم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے روایت کی "رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت عمرؓ دونوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے یہاں تھے اور یہ دونوں حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کررہے تھے۔ یہاں تک کہ رات آگئی پھر دونوں نکلے اور حضرت ابوبکرؓ ان دونوں کے ساتھ ہوگئے۔اندھیری رات تھی اور دونوں کے ساتھ لاٹھی تھی۔تو وہ دونوں لاٹھیاں روشن ہوگئیں اور ان دونوں پر اس کی روشنی پڑنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ سب اپنے گھر پہنچ گئے"۔

ii- بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی نے اور ابونعیم نے حضرت حمزہ اسلمیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا "ہم ایک سفر میں رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے اور ہم اندھیری رات میں آپس میں متفرق ہوگئے۔تو میری انگلیاں روشن ہوگئیں یہاں تک کہ سب نے اپنا سامان اپنی سواریوں پر جمع کیا اور لادا اور کوئی چیز ہم

سے گم نہ ہوئی اور حال یہ کہ میری انگلیاں برابر روشنی دیتی رہیں"۔

iii- ابو نعیم نے ابو سعید خدری سے روایت کی انہوں نے کہا" بارش والی ایک رات تھی جب رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) عشاء کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو ایک بجلی چمکی اور آپ نے قتادہ بن نعمانؓ کو دیکھ کر فرمایا" اے قتادہؓ جب تم نماز پڑھ لو تو ٹھہر جانا۔ میں تمہیں حکم دوں گا"۔ تو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے ان کو ایک شاخ عنایت کر کے فرمایا" اسے لے لو یہ تمہارے لیے دس قدم سامنے اور دس قدم پیچھے روشنی دے گی"۔

18) طلوع وغروب آفتاب:- ابن مندہ، ابن شاہین اور طبرانی نے ایسی سندوں کے ساتھ جو بعض شرط صحیح پر ہیں، حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کی انہوں نے کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی طرف وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) کا سر اقدس حضرت علیؓ کی آغوش میں تھا اور حضرت علیؓ نے نماز عصر پڑھی نہ تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اس وقت رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے دعا کی" اے خدا! علی تیری اطاعت اور تیرے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی اطاعت میں تھے۔ تو ان پر آفتاب کو واپس کر دے"۔ اسماء بیان کرتی ہیں" میں نے آفتاب کو غروب ہوتے دیکھا تھا پھر میں نے غروب ہونے کے بعد اسے واپس ہوتے دیکھا" اور طبرانی کی روایت اس طرح ہے" تو ان پر آفتاب طلوع ہو گیا یہاں تک کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی اور حضرت علیؓ نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی اس کے آفتاب غروب ہو گیا یہ واقعہ منزل صہبا کا ہے جو خیبر اور مدینہ کے درمیان ہے"۔

19) دست اقدس اور لعاب دہن کا اثر:-

i- ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے مکحول سے روایت کی انہوں نے کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی ایک ڈھال تھی جس پر مینڈھے کی تصویر کندہ تھی۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے اس تصویر کی موجودگی کو مکروہ جانا۔ جب صبح ہوئی اور دیکھا تو اللہ تعالی نے اس تصویر کو دور کر دیا تھا"۔

ii- بخاری نے تاریخ میں اور ابن مندہ بیہقی و ابن سعد اور ابن عساکر نے بروایت آمنہ بنت ابی شعثاء اور قطبہ ان دونوں نے مدلوک وابوسفیان سے روایت کی انہوں نے کہا" میں نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس غلاموں کے ساتھ آیا اور میں مسلمان ہوا۔ تو نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے اپنا دست مبارک میرے سر پر پھیرا۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ جس جگہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے ان کے سر پر اپنا دست اقدس پھیرا اس جگہ کے بال سیاہ رہے اور بقیہ تمام بال سفید ہو گئے"۔

iii- حاکم نے حنظلہؓ بن قیس سے روایت کی" عبداللہ بن عامر بن کریز کو بارگاہ نبوت میں لایا گیا تو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے ان کے لعاب دہن اقدس لگایا اور چند آیات قرآن پڑھ کر دم کیا۔ تو وہ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے لعاب دہن اقدس کو رغبت و شوق کے ساتھ پینے لگے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" یہ سیراب کرنے والے ہونگے"۔ تو وہ جس زمین کو کھودتے ان کے لئے اسی جگہ پانی نکل آتا"۔

20) حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں تپ (بخار) کی آمد:- بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا" نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں تپ آئی اور اس نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے پوچھا" تو کون ہے"؟ اس نے کہا" میں ام ملدم ہوں"۔ فرمایا" کیا تم اہل قبا کی طرف جانا چاہتی ہو"؟ اس نے کہا" ہاں"۔ راوی نے کہا" اہل قبا تپ میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے بخار کی بڑی سختی اٹھائی۔ پھر انہوں نے حضور (خاتم النبیین ﷺ) سے اس کی شکایت کی اور عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ہم لوگ تپ میں مبتلا ہو گئے ہیں"۔ فرمایا" اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں وہ تم سے تپ کو دور کر دے گا اور اگر تم چاہو تو وہ تمہارے لیے تمہارے گناہوں کی طہارت کا موجب بنے گی"۔ انہوں نے عرض کیا" ہماری طہارت کا موجب بنے"۔

21) حضور (خاتم النبیین ﷺ) کا دنیا کو مشاہدہ فرمانا:- حاکم نے صحیح بتا کر اور بیہقی نے شعب الایمان میں زید بن ارقمؓ سے روایت کی انہوں نے کہا" ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پانی طلب فرمایا۔ تو ان کی خدمت میں پانی اور شہد پیش کیا گیا۔ یہ دیکھ کر آپ اتنا روئے کہ آپ کے رفقاء بھی رونے لگے۔ پھر رفقاء نے پوچھا" آپ کس بات سے روئے ہیں"؟ فرمایا" میں رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) اپنے سے کسی چیز کو دور کر رہے ہیں حالانکہ میں کسی چیز کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) وہ کیا چیز ہے جسے آپ اپنے سے دور فرما رہے ہیں"؟ فرمایا" یہ دنیا ہے جو صورت بن کر میرے سامنے آئی تھی۔ میں نے اس سے کہا مجھ سے دور رہ۔ پھر وہ پلٹ کر کہنے لگی" اگر آپ مجھے اپنے سے دور کرتے ہیں تو

آپ کے بعد والے لوگ تو مجھ سے ہرگز دور نہ ہوں گے"۔اور بزاز نے اسی طرح روایت کیا کہ فرمایا" دنیا نے مجھے اپنی درازی وفراخی دکھائی مگر میں نے اس سے کہا" تو دورہ"۔تو اس نے مجھ سے کہا" صرف آپ ہی ہیں جو مجھے قبول نہیں کرتے"۔

22) روز جمعہ اور قیامت کا مشاہدہ کرنا:-

i- بزاز وابویعلی اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن ابی الدنیا نے بطریق جیدہ حضرت انسؓ سے روایت کی انہوں نے کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" میرے پاس جبرائیل آئے اوران کے ہاتھ میں چمکدار آئینہ تھا اور اس آئینے میں سیاہ نقطہ تھا"۔ میں نے پوچھا" اے جبرائیلؑ! یہ کیا ہے"۔انہوں نے کہا" یہ جمعہ کا دن ہے۔آپ کا رب آپ کو اسے عطا فرماتا ہے تا کہ یہ دن آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لیے عید ہو"۔ میں نے پوچھا" اس میں یہ سیاہ نکتہ کیسا ہے"؟انہوں نے فرمایا" یہ قیامت ہے"۔

ii- حاکم نے صحیح بتا کر حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا" میری خواہش تھی کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں اس دروازے کو دیکھتا"۔حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" سنو! میری امت میں جنت میں جانے والوں میں تم سب سے پہلے ہوگے"۔

23) نوحہ کرنے پر عذاب:-

i- طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی انہوں نے کہا" جب عبداللہ بن رواحہؓ پر غشی طاری ہوئی تو رونے والیاں واویلا کرنے کھڑی ہوگئیں۔ پھر نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) تشریف لائے اور انہیں افاقہ ہوا۔انہوں نے عرض کیا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) مجھ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو عورتوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا۔اس وقت ایک فرشتہ اٹھا۔اس کے ہاتھ میں لوہے کا گز موجود تھا۔اس نے اسے میرے پاؤں کے درمیان کر کے کہا" کیا تو ایسا ہی ہے جیسا عورتیں کہہ رہی ہیں"؟ میں نے کہا" نہیں"-اگر میں ہاں کرتا تو وہ مجھے گرز سے مار لگاتا"۔

ii- طبرانی نے حسن سے روایت کی" حضرت معاذ بن جبلؓ پر غشی طاری ہوئی تو ان کی بہن بین کرنے لگی اور کہنے لگی واجبلاہ (اے پہاڑ)۔جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے اپنی بہن سے کہا" آج کے دن تم ہمیشہ کے لئے عذاب دینے والی بن گئی تھی"۔انہوں نے کہا" اگر میں ایذاء دینے والی ہوتی تو یہ بات مجھ پر گراں ہوتی"۔ انہوں نے کہا" جب بھی تم واجبلاہ کہہ رہی تھی تو فرشتہ مجھے خوب جھڑک رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا" کیا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تیری بہن کہہ رہی ہے"؟ میں نے کہا" نہیں"۔

24) آیت الکرسی کی فضیلت:- بخاری اور نسائی نے بسند ابن سیرین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے مجھے رمضان کے مہینے زکوۃ کی حفاظت کا کام سپرد کیا۔میرے پاس آنے والا آیا اور وہ غلہ کے ڈھیر سے لپوں سے بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا" میں ضرور تجھے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس لے کر جاؤں گا"۔اس نے کہا" میں محتاج ہوں۔میرے اہل وعیال ہیں اور مجھے شدید احتیاج ہے"-تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔جب میں نے صبح کی تو نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے مجھ سے فرمایا" اے ابو ہریرہؓ تم نے رات اپنے قیدی کا کیا کیا"؟ میں نے عرض کیا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) اس نے شدید احتیاج اور عیال داری کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا"۔حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" سنو اس نے تم سے جھوٹ کہا اور وہ پھر آئے گا اور تم اسے دوبارہ آنے پر پہچان لوگے"۔لہذا میں اس کی گھات میں رہا چنانچہ وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ بھرنے لگا۔میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا" اب میں ضرور تجھے حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس لے جاؤں گا"۔اس نے کہا" مجھے چھوڑ دیجیے کیونکہ میں محتاج ہوں اور میرے اہل وعیال ہیں۔اب نہیں آؤں گا"۔ مجھے اس پر رحم آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔جب صبح ہوئی تو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے مجھ سے فرمایا" آج رات تم نے اپنے قیدی کے ساتھ کیا کیا"؟ میں نے عرض کیا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) اس نے حاجت اور عیال کی شکایت کی۔ مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا"۔ فرمایا" سنو اس نے تم سے جھوٹ کہا اور وہ پھر آئے گا"۔تو میں تیسری مرتبہ اس کی گھات میں رہا۔چنانچہ وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ بھرنے لگا۔میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا" میں ضرور تجھے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس لے کر جاؤں گا اور یہ تیرا تیسرا پھیرا ہے اور تو یقین دلاتا رہا کہ اب نہ آؤں گا مگر تو آتا رہا"۔اس نے کہا" مجھے چھوڑ دیجیے میں آپ کو چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا۔جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے آؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لو یہاں تک کہ اسے ختم کرلو۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ تمہاری حفاظت ہوگی اور صبح تک تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا"۔جب میں نے صبح کی تو نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے یہ

عرض کیا۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اس نے بات تو سچی کہی مگر وہ خود جھوٹا ہے۔اے ابوہریرہؓ کیا تم جانتے ہو کہ تین دن تک تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو"؟ میں نے عرض کیا "نہیں"۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "وہ شیطان تھا"۔

25) حضرت عمار بن یاسرؓ کا شیطان کو تین بار پچھاڑنا:-ابوالشیخ نے العظمت میں اور ابونعیم نے حضرت علیؓ سے روایت کی انہوں نے کہا "ایک سفر میں ہم نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ تھے۔حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت عمارؓ سے فرمایا "تم جاؤ اور ہمارے لئے پانی لاؤ"-تو وہ گئے اور انہیں حبشی کی صورت میں ایک شیطان ملا اور وہ ان کی اور چشمہ کے درمیان حائل ہوگیا تو حضرت عمارؓ نے اسے پچھاڑ دیا۔اس نے کہا "مجھے چھوڑ دو۔میں تمہارے اور چشمہ کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں"۔تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔مگر وہ پھر مقابل آیا اور حضرت عمارؓ نے دوبارہ پکڑلیا اور پچھاڑ ڈالا۔اس نے کہا "مجھے چھوڑ دو میں تمہارے اور چشمہ کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں"۔تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا-مگر وہ تیسری مرتبہ پھر مقابل آیا اور حضرت عمارؓ نے پکڑ لیا اور پچھاڑ ڈالا۔اس وقت رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے صحابہؓ سے فرمایا "شیطان حضرت عمارؓ اور چشمہ کے درمیان حبشی غلام کی صورت میں حائل ہوگیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے عمارؓ کو اس پر غالب کردیا ہے"۔حضرت علیؓ نے فرمایا "ہم حضرت عمارؓ سے ملے تو انہیں بتایا کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے ایسا فرمایا ہے"۔یہ سن کر حضرت عمارؓ نے کہا "خدا کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ شیطان ہے تو میں اسے ضرور قتل کردیتا"۔

26) حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت ابودجانہؓ کو چند آیات تحریر کرادیں جنہوں نے شیطان کو جلا ڈالا:-بیہقی نے ابودجانہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا "میں نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سے شکایت کی اور یہ عرض کیا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میں نے چکی چلنے جیسی آواز اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز سنی اور میں نے ایسی چمک دیکھی جیسے بجلیاں کوندتی ہیں۔تو میں نے خوفزدہ ہوکر اپنا سر اٹھایا اور دیکھا کہ سیاہ سایہ ہے جو اوپر بلند ہورہا ہے اور میرے صحن میں دراز ہورہا ہے۔تو میں اس کے قریب گیا اور اس کی جلد کو چھوا۔تو اس کی جلد سئی کے کانٹے جیسی تھی اور اس نے میرے چہرے پر آگ کے شرارے پھینکے۔میں نے گمان کیا کہ میں جل گیا ہوں"۔رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اے ابودجانہؓ! تمہارے گھر میں رہنے والا برا (جن) ہے-رب کعبہ کی قسم! اے ابودجانہؓ! کیا تم جیسے کو بھی کوئی ایذا دینے والا ہے؟"۔پھر فرمایا "میرے پاس کاغذ و دوات لاؤ"۔تو میں لایا اور حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت علیؓ کو دے کر فرمایا لکھو:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، ھٰذَا کِتَابٌ مِّنۡ مُّحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اِلٰی مَنۡ طَرَقَ الۡبَابَ مِنَ الۡعُمَّارِ وَ الزُّوَّارِ، اَمَّا بَعۡدُ: فَاِنَّ لَنَا وَ لَکُمۡ فِی الۡحَقِّ سَعَۃً فَاِنۡ تَکُ عَاشِقًا مُّوۡلِعًا اَوۡ فَاجِرًا مُّقۡتَحِمًا اَوۡ زَاعِمًا حَقًّا اَوۡ مُبۡطِلًا، ھٰذَا کِتَابُ اللّٰہِ یَنۡطِقُ عَلَیۡنَا وَ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ وَ رُسُلُنَا یَکۡتُبُوۡنَ مَا تَمۡکُرُوۡنَ اُتۡرُکُوۡا صَاحِبَ کِتَابِیۡ ھٰذَا وَ انۡطَلِقُوۡا اِلٰی عَبَدَۃِ الۡاَصۡنَامِ وَ اِلٰی مَنۡ یَّزۡعُمُ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا آخَرَ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، کُلُّ شَیۡءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجۡھَہٗ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ تُغۡلَبُوۡنَ ((حٰمٓ)) لَا تُنۡصَرُوۡنَ، حٰمٓ عٓسٓقٓ تَفَرَّقَ اَعۡدَاءُ اللّٰہِ وَ بَلَغَتۡ حُجَّۃُ اللّٰہِ وَ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَسَیَکۡفِیۡکَھُمُ اللّٰہُ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

حضرت ابودجانہؓ نے فرمایا "میں رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی اس تحریر کو لے کر اپنے گھر گیا اور اپنے سر کے نیچے اسے رکھ لیا۔اور رات کو میں سوگیا اور مجھے ایک چیخ نے جگا دیا۔وہ کہہ رہا تھا "ابودجانہؓ لات وعزیٰ کی قسم! ان کلمات نے مجھے جلا ڈالا۔قسم ہے اس تحریر کے مالک کی جب اس تحریر کو مجھ سے اٹھالو گے تو ہم تمہارے گھروں کو نہ آئیں گے اور نہ تمہارے ہمسایہ کے گھروں میں"۔جب صبح ہوئی تو میں نے نماز فجر رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ پڑھی اور جو بات جن سے میں نے سنی آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے عرض کی۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اسے اٹھالو۔کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔وہ قوم نہایت عذاب کی تکلیف میں مبتلا رہے گی"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسلمان سے مومن بننے تک کا سفر

مسلمان----اللہ کو ماننے والا مومن----اللہ کی ماننے والا-

ہم مسلمان ہیں اور ہم بائی چانس مسلمان ہیں- یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں مسلمانوں کے گھر میں پیدا کر دیا- اس پر شکر واجب ہے نہ کہ فخر-- مسلمان ہونے کے لیے جو کلمہ پڑھنا تھا وہ کلمہ ہم نے پڑھ لیا اور ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کلمہ ہمیں کس نے پڑھایا؟ ماں نے یاد کرایا تھا، باپ نے، دادا، دادی، چچا، چچی میں سے کس نے یاد کروایا- بس انہوں نے ہمیں رٹایا- ہم نے کہہ دیا" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ "اور یہ پڑھتے ہی ہم مسلمان ہو گئے-

لیکن یاد رکھیے! کلمے میں دو چیزیں ہیں"اقرار باللسانی" ----"تصدیق بالقلب"- "اقرار باللسانی" تو ہو گیا لیکن" تصدیق بالقلب"اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ جس معبود کا ہم نے اقرار کیا ہے وہ ہم سے چاہتا کیا ہے؟ بہت بڑا اقرار کیا ہم نے-- پہلے نفی کر دی تمام معبودوں کی-- ہم نے کہا ہے" لا الہ الا اللہ" کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے- اس کے بعد ہم نے کہا" محمد رسول اللہ" اور محمد (خاتم النبیین ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں- اس معبود کو سمجھنے کے لیے (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے کے لیے) اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرمایا اور پھر قرآن پاک کو سمجھانے کے لیے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کو معبوث فرمایا- قرآن پاک میں تمام احکامات ہیں اور اگر ہم احکامات کو سمجھنا چاہیں تو جہاں بھی قرآن پاک میں لکھا ہے"یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا" وہاں ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے- فوراً ہمہ تن گوش ہو جائیں اور اس کو انڈر لائن (Underline) کر لیں- اس کے بعد ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یا تو کسی چیز کا حکم دیا ہے کہ یہ کرو اور یا کہا ہے کہ یہ نہیں کرنا- لیکن یہ ہمیں اس وقت سمجھ آئے گا جب ہم اللہ تعالیٰ کی بھیجی گئی کتاب کا مطلب جانتے ہوں گے- قرآن پاک ہماری زبان میں نازل نہیں ہوا ہے- عربی زبان میں نازل ہوا ہے- ہمیں اس کا ترجمہ پڑھنا ضروری ہے- پھر ہمیں مقصد حیات سمجھ آئے گا کہ زندگی کا مقصد کیا ہے؟؟

مقصد حیات: - قرآن پاک سورہ الملک،، آیت نمبر 2 میں فرمان الٰہی ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلً "میں نے موت اور زندگی کو اس لئے بنایا کہ میں دیکھ سکوں کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے"؟

ایک دوسری جگہ سورہ الذاریات، آیت نمبر 56 ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ "میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے بنایا"-

بدقسمتی سے ہم نے صرف قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کو کافی سمجھ لیا اور کلمے کا اقرار باللسان کافی سمجھ لیا- تصدیق بالقلب کی ہم نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی جبکہ تصدیق بالقلب اس وقت ہو گا جب ہم پورے قرآن پاک کو ایک مرتبہ ترجمہ سے پڑھ لیں اور سیرت پاک کا ایک مرتبہ مطالعہ کر لیں- ماسٹر ہونا ضروری نہیں ہے- ماسٹر ہو جانا (عبور حاصل کرنا) فرضِ کفایہ ہے۔ (ایک فرضِ عین ہے، ایک فرضِ کفایہ۔ فرضِ عین ایسا فرض جو ہم سب پہ فرض ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور فرضِ کفایہ وہ فرض جو امت میں سے کچھ لوگ ادا کر دیں تو سب کے سر سے اتر جائے۔ علماء کا وجود فرضِ کفایہ ہے۔ اعتکاف فرضِ کفایہ ہے۔ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے۔)

جب ہم نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "میں نے جن اور انس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا" اور "میں نے موت اور زندگی کو اس لیے بنایا کہ میں دیکھ سکوں کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے"؟ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اچھے اعمال کون سے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کو کون سے لوگ محبوب ہیں؟ اللہ تعالیٰ سورہ الحجرات، آیت نمبر 13 میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ترجمہ: "اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی میں اعلی ہے (ڈرنے والا ہے)"-

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ "مجھے وہ لوگ پسند ہیں جو تقوی میں اعلی ہیں"- تو ایک مسلمان ہونے کے ناطے اگر ہم آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں مومن کے سفر کی طرف-- تو سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ تقوی کیا چیز ہے؟ تقوی میں اعلی بننے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ "جن وانسان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا"- "موت اور زندگی کو اس لئے بنایا کہ دیکھ سکیں کہ ہم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے"؟ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالانا ہے- حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالانے کا نام تقویٰ ہے-

حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورے طور سے بجالانا ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ ہم لوگوں نے آج کل یہ سمجھ لیا ہے نماز پڑھ لو۔۔۔ تھوڑا سا قرآن پاک دیکھ کر پڑھ لو۔۔۔ بس

کافی ہے۔ہم نے قرآن پاک کو سمجھ کے پڑھا نہیں ۔۔۔دیکھا نہیں کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ رب چاہی زندگی کیا تھی؟ جن لوگوں نے رب چاہی زندگی گزاری ان کے اطوار کیا تھے؟

حقوق اللہ اور حقوق العباد برابر تقویٰ کے ہیں ۔اب حقوق اللہ میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ سب کچھ آ جائے گا---اور حقوق العباد میں بندوں سے متعلق حقوق (تمام احکامات-)

حدیث قدس: (حدیث قدسی وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔) نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں "جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس سے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔میرا بندہ جن عبادات سے میرا اقرب چاہتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں جو میں نے اس پر فرض کر دی جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ۔میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفلی عبادتیں کرنے کے بعد میرے اتنے زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے یعنی اعضاء اس کے طاقت میری۔اگر وہ کچھ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے ضرور محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔وہ تو بوجہ تکلیف جسمانی موت کو پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے "-(صحیح بخاری، حدیث نمبر 6502)

سب سے بڑی بات فرمان الٰہی ہے:"میرا بندہ جن عبادات سے میرا اقرب چاہتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں جو میں نے اس پر فرض کر دی"۔
سب سے پہلے فرض عبادات دیکھنی ہیں کہ اللہ نے ہم پر فرض کیا کیا ہے؟
نماز فرض، روزہ فرض، حج فرض، زکوۃ فرض۔

1-نماز:-ایک مسلمان ہونے کے ناطے سے سات سال کی عمر سے نماز ہمیں سکھانے کے لیے کہا گیا ہے۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا دس سال کی عمر میں بچے کو اپنے پاس کھڑا کر کے نماز پڑھائیں اور بارہ سال کی عمر تک وہ نماز نہ پڑھے تو لکڑی اٹھائیں۔یہ لازمی چیز ہے فرض۔۔۔

فرض قرض ہے۔فرض کو قرض اس لیے کہا گیا کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا "میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں"؟ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ "ہاں ان کی طرف سے تو حج کر۔کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔پس اللہ تعالی کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1852)

تو فرض قرض ہے۔بارہ سال کی عمر سے نماز فرض ہے۔ایام حیض (periods) کی نمازیں ہمیں معاف ہے۔ باقی نمازیں معاف نہیں۔اب اپنا محاسبہ کر لیں کہ میرا کتنا قرضہ ہے؟ کیا میری تمام نمازیں پوری ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو مجھے اس کی فکر کیوں نہیں ہے؟

2-روزے:-سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہوتے ہیں۔ان ایک ماہ کے روزوں میں سے ایام حیض کے روزے معاف نہیں ہیں۔یاد رکھئے! حیض کے زمانے کی نمازیں معاف ہیں لیکن روزے معاف نہیں ہیں۔یہ ہمیں بعد میں رکھنے ہیں (یعنی رمضان کے بعد کبھی بھی)۔ورنہ یہ بھی ہمارے اوپر قرض ہیں۔

3-حج:-اس کے بعد حج آتا ہے۔حکم یہ نہیں ہے کہ حج بڑھاپے میں جب بچیوں کی شادی ہو جائے، جب گھر بن جائیں، جب سب فرائض پورے ہو جائیں، سب فرائض سے جان چھوٹ جائے تب جا کے حج کر لو۔حکم کیا ہے؟؟؟" حج زندگی میں صرف ایک بار ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے"۔صاحب استطاعت کتنے لوگ ہیں؟ یہ ایک ایسا فرض ہے جو زندگی میں صرف ایک بار ادا کرنا ہے۔تو سب سے پہلی فکر ہمیں یہ ہونی چاہیے نماز روزوں کے ساتھ یہ ایک بار زندگی میں ادا کرنے والا فرض تو ہمیں ادا کر دینا چاہیئے۔ہر صاحب استطاعت اگر حج نہیں کرتا تو وہ ہر سال گناہگار لکھا جاتا ہے۔

4-زکوۃ:-اس کے بعد زکوۃ کا معاملہ ہے۔ہر بندہ اپنے آپ دیکھ لے کہ میں زکوۃ کتنی اور کس حساب سے ادا کرتا یا کرتی ہوں اور یاد رکھئے کہ زیورات کی زکوۃ عورتوں پر فرض ہے اور مال کی زکوۃ۔تو آدمی جانے اگر ان کے اپنے بینکوں میں پڑی ہیں اور سال بھر پڑی رہتی ہیں۔لیکن جو زیور عورت کے پاس ہے اس کی زکوۃ عورت نے خود

نکالنی ہے اور اگر نہیں نکالی تو وہ بھی قرضہ ہے۔

تو یہ تمام قرضے ہیں- آج عمل کا وقت ہے کل محاسبہ کا وقت ہوگا- قرآن پاک سورہ الحشر، آیت نمبر 18 میں فرمان الٰہی ہے:-

ترجمہ:" جلد ہی انسان دیکھ لے گا کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے"-

اگر ہمیں کبھی فوری طور سے پانچ سو روپے کی ضرورت پڑ جائے تو ہم پڑوس سے جا کر وہ پانچ سو روپے لے لیتے ہیں- اور ہمیں فکر لگ جاتی ہے کہ ہم نے اس کے پانچ سو روپے ادا کرنے ہیں۔ وہ قرض ہیں۔ ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود کہا ہے اور اس کے باوجود اتنے ڈھیروں قرضوں تلے دبے بھی ہوئے ہیں اور فکر بھی نہیں ہے کہ یہ قرضہ اتارنا ہے- اس لیے کہ ہم نے اپنے آپ کو کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان سمجھ لیا۔ "اقرار بالسانی" ہوگیا اور ہم مسلمان ہوگئے۔ ہم نے دیکھا ہی نہیں کہ " تصدیق بالقلب" بھی ہونا چاہیے جب ہی تو ہم مومن ہوں گے-

1- خود بھی ترجمے سے قرآن پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی ترجمے سے قرآن پڑھائیں۔

قرآن پاک علمی صورت میں نازل ہوا اور حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) عملی صورت میں معبوث ہوئے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے بغیر ہم قرآن پاک کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ قرآن میں صرف حکم آئے ہیں" واقیمو الصلوۃ"" نماز قائم کرو"۔ کیسے نماز قائم کریں؟ کیسے پڑھیں؟ نیت کیسے کریں؟ قیام کیا چیز ہے؟ رکوع کیسے کرنا ہے؟ اس میں کیا پڑھنا ہے؟ سجدے میں کیسے جانا ہے اس میں کیا پڑھنا ہے؟ تشہد میں کیا پڑھنا ہے؟ نماز کو ختم کیسے کرنا ہے؟ تمام چیزیں ہمیں کس نے بتائیں؟ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے۔ تو ہمارے لیے قرآن پاک کو ترجمے کے ساتھ ساتھ اتباع رسول (خاتم النبیین ﷺ) بھی ضروری ہے۔

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی، مجھے کیا خبر تھی سجود کی
تیرے نقش پا کی تلاش تھی کہ میں چپ رہی تھی نماز میں

مجھے کیا پتہ کہ نماز اور رکوع میں خاموش رہنا ہے، میں نے تو نبی کو دیکھا کہ وہ خاموش تھے تو میں بھی خاموش ہوگئی۔ اسی طریقے سے ساری عبادات کو دیکھ لیجیے۔ روزے کا حکم آ گیا کہ سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں۔ ہر مسلمان پر حکم تو آ گیا لیکن کیسے رکھنا ہے؟ سحری کس وقت کھانی ہے؟ روزہ بند کس وقت کرنا ہے؟ افطار کس وقت کرنی ہے؟ یہ تمام چیزیں ہمیں کس نے بتائی؟ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے۔

پھر فضائل کس طرح بتائے ایک ایک کر کے۔۔۔ پھر نفلی روزے کس طرح بتائے؟ ہر چیز الگ الگ بتائی۔ اسی طرح سے جب نماز بتائی تو نماز ادا کی، پھر تہجد کی نماز ہوئی، پھر اشراق کی ہوئی۔ پھر چاشت۔۔ ہر چیز آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے بتائی ہے۔ تو احکامات سے نظام نہیں بنتا --- نظام بنتا ہے نمونہ سے- اس لئے اتباع رسول (خاتم النبیین ﷺ) کے بغیر چارہ نہیں۔ حج کا حکم آیا ہمیں کیا پتہ کیسے حج کرنا ہے؟ حج نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے بتایا ہے کہ کیسے کرنا ہے؟ اور نمونہ پیش کیا- ہمیں کیا معلوم تھا کہ حج میں مکہ سے نکلنا ہے پھر منی جانا ہے پھر عرفات پہنچنا ہے- پھر مزدلفہ سے گزرتے ہوئے جانا ہے- پھر واپس بھی مزدلفہ سے گزرتے ہوئے آنا ہے- پھر طواف زیارع کرنا ہے- شیطانوں کو کنکریاں مارنی ہیں- طواف وداع ہمیں کیا معلوم؟ یہ کس نے بتایا- یہ سارا کچھ ہمیں نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے بتایا- ہم بہت خوش قسمت ہیں بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب ہمیں تعلیم دینے کے لیئے بھیج دیا- کوئی اپنا محبوب کسی کو نہیں دیتا- اس کے لیے ہم جتنا بھی شکر گزار ہوں کم ہے کہ اللہ نے ایک قرآن، اپنی صفت، اپنے اندر سے نکلی ہوئی چیز ہم جیسے ناقص لوگوں کے ہاتھوں میں دے دی- اور دوسرے اپنا محبوب ہمیں سمجھانے کے لئے ہم جیسے ناقص لوگوں کے پاس بھیج دیا- اگر ہم اب بھی کچھ نہ کریں تو روز محشر ہمارے پاس حجت نہیں ہوگی- اللہ تعالیٰ نے تمام اہتمام کر دیا ہے- ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے- کہاں پر کیا کرنا ہے؟ کہاں پر کون سی چیزیں اللہ کو پسند ہیں؟ کون سی چیزیں اللہ کو پسند نہیں ہیں؟

اب دوسری چیز جو حدیث قدسی میں آئی تھی وہ یہ کہ " پھر بندہ نوافل کی زیادتی سے میرے قریب آتا جاتا ہے"-

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا فرمایا تھا کہ "میرا بندہ جن عبادات سے میرا قرب چاہتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں جو میں نے اس پر فرض کر دی"- اب اس فرض کو ادا کرنے کے بعد ہم نے اللہ کو راضی کر لیا- فرائض کی ادائیگی سے بندہ اللہ کی رضا میں چلا جاتا ہے- اس کے بعد نوافل کی ادائیگی سے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے- فرمایا" فرض کے بعد نفلی عبادت کرنے سے بندہ میرے اتنے زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہے- پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے- اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے- اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے-

اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے"-(یعنی اعضاء بندے کے، طاقت اللہ تعالی کی)

نوافل میں سب سے زیادہ پہلی چیز تلاوت قرآن پاک ہے-

یہ اللہ کا بہت بڑا اکرم ہے کہ تلاوت کو اس نے فرض عبادت میں شامل نہیں کیا-ورنہ شاید ہم سارے کے سارے ہی مارے جاتے-تلاوت قرآن پاک، اللہ کا اپنا کلام، اپنے اندر سے نکلی ہوئی چیز اور فرض نہیں کی--مہربان کتنا مہربان ہے، کتنا مہربان ہے اور کتنی مہربانی ہم پر کرے-اس نے اپنے کلام کو ہم پر فرض نہیں کیا-اللہ تعالی فرماتے ہیں"میرا بندہ فرض عبادت کرنے کے بعد، نفلی عبادات کر کے مجھ سے اتنا زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں"۔

اب جب ہمارے ہاتھ میں ہر وقت اس کی کتاب ہوگی، اسے ہم سمجھ کر پڑھ رہے ہوں گے-اس میں ہم چیک کر رہے ہوں گے، کیا چیز اللہ تعالی کو پسند ہے؟اور کیا چیز ناپسند ہے؟تو اللہ کو پیار آئے گا کہ یہ بندہ میری کتاب کو ہاتھ میں لیے بیٹھا ہے اور میرے لیے جستجو کر رہا ہے-اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں-

تو خدارا! یاد رکھئے کہ نوافل میں سب سے زیادہ ضروری اور پہلی چیز تلاوتِ قرآنِ پاک ہے-

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے قرآنِ پاک کو تو سمجھا ہی نہیں-اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی نہیں سمجھا کہ فرض کیا ہے؟ واجب کیا ہے؟ سنت کیا ہے؟مستحب کیا ہے؟ ہم نے مستحب کو فرض کے درجے پہ رکھ دیا---مستحب تو کارِ خیر ہے، کرلیں تو ٹھیک ہے نہ کریں تو کوئی بات نہیں-

ہمیں سمجھنا چاہیے کہ:

فرض کیا ہے؟---فرض وہ احکامات ہیں جو قرآن پاک کی واضح آیات سے ظاہر ہوں یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہوں-جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ-فرض کا منکر کافر ہو جاتا ہے-

واجب کیا ہے؟---شبہ والی دلیل سے ثابت شدہ عمل کو واجب کہتے ہیں-واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا لیکن گناہگار ہو جاتا ہے-اس لئے واجب کو ادا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے-

سنت کیا ہے؟---نبی کریم کے قول، فعل اور عمل کو سنت کہتے ہیں-

سنت مؤکدہ کیا ہے؟---وہ جو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ادا کی اور کرنے کے بعد ادا کرنے کا حکم فرمایا-

سنت غیر مؤکدہ کیا ہے؟---وہ جو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ادا کی لیکن کرنے کے بعد ادا کرنے کا حکم نہیں فرمایا-غیر موقدہ کو ہم مستحب بھی کہتے ہیں---ان کو ہم کارِ خیر بھی کہتے ہیں--یعنی مستحب کو ہم کرلیں تو ثواب نہ کریں تو گناہ نہیں-

اب ہم مستحب کو اگر فرض کے درجے پہ لے آئیں گے اور فرائض کو چھوڑ دیں گے تو اس سے کیا اللہ راضی ہوگا؟ اللہ نے ہمیں شرف المخلوقات بنایا ہے-

یاد رکھئے! کہ ہر شے میں، ہر جاندار میں ایک عام روح ہے اور ایک اس کی جان---جبکہ انسان کے اندر ایک "روح ربانی" ہے اور ایک اس کی جان---عام روح اور "روح ربانی" میں بہت فرق ہے-اس روح ربانی کو سجدہ کروایا گیا تھا-فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو جب سجدہ کرنے کا حکم ہوا تھا کہ آدم کو سجدہ کریں تو اللہ نے اپنی روح پھونکی تھی-وہ "روح ربانی" ہے- اس "روح ربانی" نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا-ہم بے عقل نہیں ہیں کہ ہم کہہ دیں گے ہمیں اس چیز کا پتا نہیں چلا---ہمیں ہر چیز کا پتا ہے-ہماری عقل ہر چیز کو قبول کرتی ہے-ہم نے ارواح کی حالت میں اقرار کر لیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا"الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ہم نے کہا تھا"بلی"-ہمارا یہ اقرار درج ہے اللہ کے پاس---ہر روح نے اس اقرار کو کیا تھا اور یہ "اقرارِ توحید" کہلاتا ہے-تو ہماری چھوٹ نہیں ہوگی-روزِ محشر ہمارے پاس حجت نہیں ہوگی-اللہ تعالی نے بڑی عقل دی ہے-اللہ تعالی نے ہمیں بہت سمجھ دی، فہم دی، ہر چیز آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے کھول کھول کے بتادی-کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ہمیں نمونہ سے نہ سمجھائی ہو-

حدیث:-نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2059) یعنی روزی کماتے وقت اس چیز کا خیال نہیں کریں گے کہ ذرائع حلال تھے یا حرام-

تعجب ہے انسان پر، بہت ہی تعجب کہ انسان غور ہی نہیں کرتا کہ قدرت نے ہمیں کیسے کیسے نوازا ہے؟ایک لقمہ پیٹ تک پہنچانے کے لیے قدرت نے کتنا انتظام

کیا ہے؟ اگر گرم ہے تو ہاتھ بتا دیتے ہیں---اگر سخت ہیں تو دانت بتا دیتے ہیں---کڑوا ہے یا ترش ہے تو زبان بتا دیتی ہے---باسی ہے یا بھس گیا ہے تو ناک بتا دیتی ہے---بس حرام ہے یا حلال، جائز ہے یا ناجائز، پاک ہے یا ناپاک---یہ فیصلہ ہم نے کرنا ہے- یہ سب کچھ ہمیں نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے اچھی طرح سے اپنے نمونہ سے واضح کر دیا ہے اور یہ قرآن پاک میں واضح کر دیا گیا ہے-

قرآن پاک میں سورہ البقرہ، آیت نمبر 28 ہی میں اللہ تعالیٰ نے پانچ زندگیوں کا ذکر کیا ہے۔

آیت كُنتُم اَموَاتًا فَاَحيَاكُم ثُمَّ يُمِيتُكُم ثُمَّ يُحيِيكُم ثُمَّ اِلَيهِ تُرجَعُونَ

"حالانکہ تم مردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا۔ پھر تمہیں مار ڈالے گا پھر زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

1- كُنتُم اَموَاتًا---- "حالانکہ تم مردہ تھے"۔

اب یہ بھی ہماری زندگی ہے جب ہم ارواح کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے پاس تھے لیکن اس زندگی کا چونکہ ہمیں شعور نہیں ہے اس لیے ہمیں مردہ کہا گیا ہے- وہ زندگی تھی جب اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اکٹھا کر کے جو روز اول سے روز آخر تک ہونے والی تھیں۔ اکٹھا کر کے ایک عہد لیا تھا اَلَستُ بِرَبِّكُم " کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں"؟ تو تمام ارواح نے کہا تھا" بَلیٰ " بے شک تو ہی ہمارا رب ہے"۔ یہ "عہد توحید" تھا جو اللہ نے وہاں لیا تھا- یہ پہلی زندگی تھی-

2- فَاَحيَاكُم----- "اس نے تمہیں زندہ کیا"۔ (کونسی زندگی؟ موجودہ زندگی)

3- ثُمَّ يُمِيتُكُم----- " پھر تمہیں مار ڈالے گا"۔ (کونسی زندگی ہوگی؟ وہ ہماری برزخ کی زندگی ہوگی-- برزخ کا مطلب پردہ، قبر کی زندگی۔ نہ انسان پورے طور پر اس دنیا میں رہے گا اور نہ پورے طور پر آخری زندگی میں ہوگا بلکہ پردے میں چلا جائے گا-)

4- ثُمَّ يُحيِيكُم----- "پھر زندہ کرے گا"۔ (کونسے دن؟ حشر نشر کے دن)

5- ثُمَّ اِلَيهِ تُرجَعُونَ----- "پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔ (روز محشر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)

روز محشر پچاس ہزار برس کا ایک دن ہے۔ سورہ معارج، آیت نمبر 4 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حشر کا دن پچاس ہزار برس کا ایک دن۔

تَعرُجُ المَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ اِلَيهِ فِي يَومٍ كَانَ مِقدَارُهُ خَمسِينَ اَلفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾

"جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے"۔

تو عمل کی زندگی یہ موجودہ زندگی ہے وہ پچاس پچپن ساٹھ سال کی یا ستر سو سال کی زندگی۔ دوسری زندگی، قبروں کی زندگی برزخ کی زندگی- ہزاروں سال کی زندگی ہے۔ چوتھی زندگی، زندہ کرے گا۔ کس دن، جس دن حشر نشر کیا جائے گا۔ دنیا کی زندگی کے پچاس ہزار برس کے برابر ایک دن ہوگا۔ پھر اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ یہ آخری زندگی ہے۔ کبھی نہ ختم ہونے والی (endless life) ہے۔

اب ان ساری زندگیوں میں صرف موجود زندگی ہمیں عمل کی زندگی ملی ہے۔ جس میں ہم نے سب کچھ کرنا ہے۔ موجودہ زندگی پچاس پچپن سال کی زندگی ہے- اللہ تعالیٰ نے فرمایا (سورہ التین، آیت نمبر 5-4) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ "میں نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا"۔

ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ "پھر کم ترین درجے میں ڈال دیا"-

کیوں؟ (سورہ الملک، آیت نمبر 2) لِيَبلُوَكُم اَيُّكُم اَحسَنُ عَمَلًا "تا کہ میں دیکھ سکوں کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے"؟

اللہ تعالیٰ زمین پر جو سسٹم بھی نافذ کرتا ہے اسے اپنے ایک دن (یعنی روز محشر کا ایک دن) اور ہمارے ایک ہزار سال کے بعد اٹھا لیتا ہے- جتنی قومیں آئیں ان کو پنپنے کے لیے ایک ہزار سال دیئے گئے ہیں- تو اللہ تعالیٰ زمین پر جو سسٹم بھی نافذ کرتا ہے اسے اپنے ایک دن اور ہمارے ایک ہزار سال کے بعد اٹھا لیتا ہے۔

سورہ السجدہ، آیت نمبر 5 میں بتایا ہے:

ترجمہ: "اور وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر ایک دن کے بعد وہ کام اس کی طرف رجوع کرے گا جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے۔ اس حساب سے جسے تم شمار کرتے ہو"۔

یعنی ہر قوم کو ایک ہزار سال دیئے گئے ہیں ہماری زندگی کے حساب سے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ ایک دن ہے۔

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" تم لوگ ستر امتوں کے بعد وجود میں آئے ہو"۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر 3001)

ہر امت کو پہنچنے کے لیے ایک ہزار سال ملے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہماری پندرہویں صدی گزر رہی ہے یعنی دین اسلام کو اس دنیا میں آئے ہوئے پندرہویں صدی شروع ہو گئی ہے۔ چودہ سو سال پورے ہو گئے اور پندرہویں صدی کے بھی تقریباً ساٹھ سال پورے ہو گئے۔ ایسا کیوں ہے؟

اب ایک حدیث دیکھتے ہیں حدیث ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے پروردگار کی نگاہ میں اتنی عاجز اور بے حقیقت نہیں ہو جائے گی کہ اس کا پروردگار اس کو آدھے دن کی مہلت بھی نہ دے۔" حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) آدھا دن کتنا ہوتا ہے"؟ فرمایا "پانچ سو برس"۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 4350)

تو ہمیں وہ مہلت دی گئی ہے جس سے بڑھ کر آج تک کسی قوم کو مہلت نہیں دی گئی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ امت محمدی کی تو عمریں کم ہیں جبکہ باقی تمام امتوں کو تو بہت بہت عمریں دی گئیں تو اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سہولت پیش کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدی کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے دس خصوصیات خاص طور پر بخشی ہیں۔

چار مہینے حرمت۔۔۔ تین دن ۔۔۔ اور تین راتیں حرمت والے دیئے۔

حرمت کا مطلب عزت والے۔ ان مہینوں، ان دنوں، ان راتوں میں عبادت کرنے کا ثواب عام مہینوں، عام دنوں اور عام راتوں سے ہزار گناہ زیادہ ہے۔

چار حرمت والے مہینے کون سے ہیں؟ رجب، ذیقعد، ذوالحج اور محرم۔

سورہ توبہ، آیت نمبر 36 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ رجب، ذیقعد، ذوالحج، محرم"۔

تین دن حرمت والے " یوم عرفہ، یوم عاشورہ، یوم جمعہ "۔ اور حرمت والی تین راتیں -- شبِ معراج، شبِ برات اور شبِ قدر

علماء کرام نے یوم جمعہ کو یوم عرفہ یوم عاشورہ سے بھی زیادہ فضیلت والا بتایا ہے۔

کیونکہ " جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں " - اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ جو نعمت جتنی زیادہ اہم ہے اتنی زیادہ عام بھی کر دی ہے تا کہ روز محشر حجت نہ رہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ یا اللہ میں تو یومِ عرفہ میں پہنچ نہ سکی، میری استطاعت نہیں تھی میں کیسے جاتی؟ یا اللہ یوم عاشورہ پر تو میں بیمار تھی میں کیسے عبادت کرتی؟ اللہ تعالیٰ نے کرم پہ کرم یہ فرمایا کہ ایک " یومِ جمعہ " ہمیں ہر ہفتے دے دیا تا کہ کوئی حجت نہ کر سکے۔ اب جمعے کا دن ہمارے لیے یومِ عرفہ اور یومِ آشورہ سے زیادہ اہم ہے۔ جمعہ کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدی کو ہر طرح سے نوازا ہے۔ اب ہم نے دیکھنا ہے کہ رکاوٹ کیا ہے؟

ہمارے تین بڑے دشمن ہیں: ن 1- نفس 2- شیطان 3- دنیا

1- نفس: - انسانی جسم میں نفس کی مثال بادشاہ کی ہے، ابلیس وزیر ہے اور رہی دنیا --- تو یہ ان دونوں کی لونڈی ہے۔ نفس اصلاً انسان کا دشمن نہیں ہے یہ ایک قوت ہے۔ یا یوں کہیئے کہ انسانی وجود کے اندر ایک ریگولیٹر ہے۔ اس قوت کو ہم اپنی مرضی سے قابو کر سکتے ہیں۔ اور اس کا رخ بدی کے بجائے نیکی کی طرف موڑ سکتے ہیں۔ ذکر کے ذریعے سے، اپنی مرضی کے ساتھ --- اس کا اتار چڑھاؤ کر سکتے ہیں۔

قول کی حد تک تو نفس راضی رہتا ہے اور خوش رہتا ہے لیکن جب عمل کی صورت میں جانا پڑے تو پھر گھبراتا ہے اور خدمت کسی بھی صورت قبول نہیں کرتا ہے۔ یہ پیٹ اور جنس کے تقاضوں میں اپنا اظہار کرتا ہے کہ مال و مکان، نام اور اولاد کو مرغوب رکھتا ہے۔ یہ لذت، ذائقہ، حسن اور دلکشی کا دلدادہ ہے۔ یہ عیش و عشرت اور فحاشی کا دیوانہ ہے۔ ہم اسے غدار کہیں، بے وقوف کہیں، مفاد پرست کہیں، یا کچھ اور کہیں ---- یہ ہمارے اندر شیطان کا ایک ایجنٹ ہے۔ ایسا ایجنٹ جو ہمیشہ ہی شیطان سے بھی بڑا دشمن ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہماری خواہشات کو اُبھارتا ہے۔ انسان کی زندگی انتہائی آسان ہے۔ سادہ اور صاف ستھری۔ جس کا نمونہ آپ ﷺ نے ہمیں پیش کیا۔ انسانی جسم پر یہ سارا بوجھ خواہشات کا ہے۔ جو لوگ اپنی پرواز اونچی رکھنے کا ارادہ کر لیں یعنی اپنی پرواز سے اوپر جانا چاہتے ہیں وہ کمر پر اپنا بوجھ ہلکا رکھیں (خواہشات کا بوجھ)۔ اللہ تعالیٰ نے خواہشات، جذبات اور مرغوبات ہمارے اندر اس لیے رکھی ہیں کیونکہ ان کے بغیر معاشرت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ نفس ان ضروریات سے آگے بڑھتا ہے۔ اور ایک ناسمجھ بچے کی طرح خیر و شر، نیک و بد، جائز و ناجائز کی ہر تمنا سے بے نیاز ہو کر اپنے مطالبات سامنے رکھ دیتا ہے۔ جب اس کی بات مان لی جاتی ہے تو یہ مزید پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے مطالبات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ لذت کا یہ پجاری حلال کی یکسانیت سے بیزار ہو جاتا ہے اور پھر شریعت الٰہی کی حرمتوں کو بیڑیاں سمجھ کر توڑنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ یہ حرص و ہوس کی وادیوں میں اتر جاتا ہے۔ اس کے منہ کو حرام لگ جاتا ہے۔ پھر حرام کی اس آگ کو کوئی ٹھنڈا نہیں کر سکتا

سوائے جہنم کی آگ کے---اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر کروڑ گنا زیادہ گرم اور تکلیف دینے والی ہے۔نفس کی اس آگ کو بھڑکانے کے لیے شیطان کے لشکر پہلے سے انسان کے خارج کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔قرآن بتاتا ہے کہ یہ شیاطین جنوں ہی میں سے نہیں بلکہ انسانوں میں سے بھی ہوتے ہیں۔

قرآن پاک سورہ الناس میں صاف بتادیا گیا ہے کہ شیاطین انسانوں میں سے بھی ہوتے ہیں۔کہا گیا ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (1) مَلِكِ النَّاسِ (2) "کہ پناہ مانگتا ہوں انسانوں کی رب کی جو مالک ہے انسانوں کا"۔

اِلٰـهِ النَّاسِ (3) "جو معبود ہیں انسانوں کا"۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (4) "خناس کے شر سے،خناس کے وسوسوں کے شر سے"۔

اَلَّـذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (5) "جو لوگوں کے دلوں میں وسوے ڈالتا ہے"۔

خناس کیا ہے؟ خناس ہے چھپ کروار کرنے والا---

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ یعنی اے اللہ مجھے پناہ دینا شیطان کے وسوسوں کے شر سے---آگے اللہ نے خود ہی بتادیا

مِنَ الْجِنَّـةِ وَالنَّاسِ (6) "جنوں اور انسانوں میں سے"۔

کہ خناس چھپ کروار کرنے والا دشمن ہے صرف شیطانوں میں سے نہیں ہے وہ انسانوں میں سے بھی ہے۔

مخلوق تین طرح کی ہے: پہلے فرشتے، پھر جنات، پھر انسان۔

یہ شیطان کہاں سے آ گیا؟ جنات میں سے خبیث شیطان اور انسان میں سے خبیث شیطان۔دونوں مخلوقات کے خبیث جب مل جائیں تو شیطان بن جاتا ہے اور انسانوں میں ایسے خبیث جادوگر لوگ ہوتے ہیں۔جادوگر شیطانوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔

تو شیاطین صرف جنات میں سے نہیں ہیں۔جنات میں بھی بڑی بڑی نیک ہستیاں ہیں۔ نیک جنات کی عبادات اور مجاہدات کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

تو خناس چھپ کروار کرنے والا ہے۔اس لیے ایسے انسانوں سے بھی بچا جائے جو وسوسہ ڈالنے والے ہیں۔جو چھپ کروار کرنے والے ہیں۔جو جادوگروں کے پاس جانے والے ہیں۔

2- شیطان:-شیطان تو ہے ہی دشمن۔انسان کے دشمنوں میں پہلا دشمن شیطان بتایا گیا ہے-شیطان وہ دشمن ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ چیلنج دیا تھا کہ اگر اسے مہلتِ عمل دی جائے تو وہ نسلِ انسانی کو برباد کر کے دم لے گا۔انسان کو یہ نہیں بھولنا چاہیے،کسی نے اتنی بڑی قسم کھائی تھی کہ " اگر مجھے مہلت دی جائے تو میں انسانوں کو دائیں سے، بائیں سے، آگے اور پیچھے سے پکڑوں گا"۔اتنی بڑی قسم کھا کر انسان کو برباد کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔شیطان کے حربوں سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔انسان بے خبری میں شیطان،اس کی ذریت اور انسانوں میں اس کے ایجنٹوں کے قریب آجاتا ہے اور پھر یہ ان کے فریب میں آ کر اپنی قبر میں جہنم کی آگ آپ تیار کر لیتا ہے۔یہ جادوگر سب شیطان کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔شیطانی کام کر کے جادوگروں کو یہ جنات اپنا ایجنٹ بنا لیتے ہیں۔(خبیث جنات)---

اب دیکھنا یہ کہ آخر انسان شیطان کے فریب میں کیسے آجاتا ہے؟ سب سے بڑا تو اس کا نفس اندر ہے۔جو اس کو بہکاتا ہے۔یہ خواہشات کو ابھارتا ہے۔

شیطان کے دو بنیادی ہتھیار ہوتے ہیں:- پہلا وسوسہ انگیزی۔۔ دوسرا تزئین اعمال (یعنی ہمارے اعمال کو خوبصورت کر کے پیش کرتا ہے۔)

I- وسوسہ انگیزی:-وسوسہ انگیزی کا مفہوم تو بالکل واضح ہے۔جن،شیاطین اور انسان ہمارے دلوں میں خیالات ڈالتے رہتے ہیں اور ہمیں بار بار برائی کی طرف راغب کرتے رہتے ہیں۔شیاطین انسان جو ہیں پروپیگنڈا،اشتہارات،میڈیا، مدر ڈے،فادر ڈے، ویلنٹائن ڈے،بسنت، پاکستان آئیڈلز، دل فریب تقریروں،جذباتی نعروں، لچھے دار باتوں، منتقی بحثوں سے لوگوں کو رام کرتے رہتے ہیں۔

II- تزئین اعمال:-شیاطین کا دوسرا ہتھیار تزئین اعمال ہے۔یعنی ہر برائی کو اچھائی کی شکل میں پیش کرتے ہیں مثلاً بھائی آج کل تو کچھ لینے دینے کے بغیر کام نہیں چلتا نا، یا کمیشن گناہ تھوڑا ہی ہے---کمیشن تو کمیشن ہے،یعنی تاویل کا رنگ چڑھا کر ہر گندگی کو پاکی، ہر خامی کو خوبی اور ہر بدصورتی کو حسن بنا کر پیش کرتا ہے اور ان تمام خوبصورتیوں سے انسان متاثر ہو جاتا ہے اور پھر ایسا انسان اپنے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی طرح شیطان کے دھوکے میں آ کر پھندے میں پھنس جاتا ہے۔

کہنے کو تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ "غلطی تو حضرت آدم سے بھی ہوگئی تھی"۔انسان غلطی کا پیکر ہے لیکن سمجھنے کی یہ بات ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے سے شیطان کے حربوں

کا اندازہ نہیں تھا۔نہ ان کے پاس شیطان سے بچنے کی کوئی تدبیر تھی۔نہ شیطان کے دشمن ہونے کے بارے میں انہیں بتایا گیا تھا۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے۔

تعجب اور بہت ہی زیادہ تعجب تو اس انسان پر ہے کہ قرآن پاک جیسی کتاب اس کے ہاتھوں میں ہے۔۔شیطان کے کھلے حربے اس کو معلوم ہیں۔شیطان کا اللہ تعالیٰ کو چیلنج کے بارے میں یہ جانتا ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے واقعے سے یہ واقف ہے کہ کس طرح شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو جھانسے میں لیا اور کیسے گناہ کروایا۔پھر بھی یہ شیطان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے۔

یاد رکھیے! توبہ ان کی قبول ہوتی ہے جو نادانی میں گناہ کریں اور پھر اللہ سے رجوع کریں۔کیا ہم نادانی میں گناہ کرتے ہیں؟ ہم تو سب کچھ جانتے ہیں۔یہ اولادِ آدم سب کچھ جاننے کے باوجود زندگی بھر شر کو خیر سمجھ کر اس سے چمٹی رہتی ہے۔اصل میں اس کی خواہشات اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں اور اس دنیا کی لذات نے انسان کو پوری طرح جکڑ لیا ہے۔

نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو بحرین جزیہ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا۔جب ابوعبیدہؓ بحرین کا مال لے کر آئے تو انصار کو معلوم ہو گیا کہ ابوعبیدہؓ آ گئے ہیں چنانچہ فجر کی نماز سب لوگوں نے نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ پڑی۔جب آنحضرت (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پڑھا چکے تو لوگ آنحضرت (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے آئے۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ "میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ لے کر آئے ہیں"۔انصارؓ نے عرض کیا"جی ہاں یا رسول اللہ"۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا" تمہیں خوشخبری ہو اور اس چیز کے لیے تم پر امید رہو۔جس سے تمہیں خوشی ہوگی۔لیکن خدا کی قسم میں تمہارے بارے میں محتاجی اور فقر سے نہیں ڈرتا۔مجھے اگر خوف ہے تو اس بات کا کہ کچھ دنیا کے دروازے تم پر کھول دیے جائیں گے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کھول دیے گئے تھے۔تو ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کی طرح ایک دوسرے سے جلنے لگو اور یہ جلنا تم کو بھی اسی طرح تباہ کر دے جیسے وہ تباہ کر دیے گئے"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 3158)

اس دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت آج کل دن رات، موبائل، انٹرنیٹ، فیس بک، واٹس ایپ، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، ڈیلی موشن، یوٹیوب وغیرہ میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔نہ صبح اٹھنا یاد اور نہ یہ معلوم کہ کب سونا ہے۔۔۔نہ یہ پرواہ کہ نمازیں ضائع ہو رہی ہیں۔۔۔اور نہ یہ کہ قرآن پاک کی تلاوت نہیں کی۔

نفس اور شیطان نے کس خوبصورتی سے آج کے مسلمان کو اس دنیا میں غرق کر دیا ہے کہ وقت کے برباد ہونے کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔

حدیث:- حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:"میں اپنی امت کے ان لوگوں کو ضرور پہچان لوں گا جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے۔(مکہ، طائف اور مدینہ تک کا تمام علاقہ تہامہ کا علاقہ کہلاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کو بکھرے ہوئے غبار میں تبدیل کر دے گا یعنی پھک سے اڑا دے گا"۔حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی "یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کی کچھ صفات ہمیں بیان کر دیجئے۔ایسا نہ ہو کہ ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائیں اور ہمیں پتہ ہی نہ چلے"۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا"وہ تمہاری ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں گے۔وہ تمہارے ہی دینی بھائی ہوں گے، وہ تمہاری ہی طرح نمازیں پڑھیں گے، وہ تمہاری ہی طرح عبادت کرتے ہوں گے، وہ رات کی عبادات کا حصہ بھی حاصل کریں گے یعنی تہجد گزار بھی ہوں گے جیسے تم ہو۔لیکن وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ انہیں جب تنہائی میں اللہ کے حرام کردہ کاموں کو کرنے یا دیکھنے کا موقع ملے گا تو ان گناہوں کا ارتکاب کریں گے"۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4245)

آج کل کس کے ہاتھ میں موبائل نہیں اور کیا کچھ نہیں دیکھا جاتا ہے ان موبائل پر۔ اگر حرام کردہ چیزوں کو دیکھ کر نیکیاں اڑ جائیں گی۔مشکل ہی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اور ہم خود بھی اپنے آپ کو شیطان، نفس اور اس دنیا کے ان حربوں سے بچا سکیں۔

حدیث:-حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کا اشاد ہے کہ "جو شخص لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک اللہ کی گواہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے وہ سیدھا جنت میں داخل ہو جاتا ہے جب تک اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو خلط نہ کر دے (یعنی گڈمڈ نہ کر دے)"۔حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔مجمع میں سے ایک شخص نے فرمایا" میرے ماں باپ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان۔دوسری چیز خلط ملت کرنے کا مطلب کیا ہے"؟ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا" دنیا کی محبت اور اس کی ترجیح اور اس کے لیے مال کا جمع کرنا اور دنیا کی چیزوں سے خوش ہونا اور متکبر لوگوں جیسا عمل کرنا"۔(درمنثور)

یہ دنیا کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ دنیا بھی دشمن ہے۔۔۔تیسری دشمن

ایک حدیث میں حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کا اشاد ہے کہ "بہت زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو اس پر ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دائمی اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس کے بعد بھی وہ اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا کیلئے کوشش کرتا رہتا ہے"۔

ایک اور حدیث میں حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کا اشاد ہے کہ "دنیا بظاہر میں (یعنی ظاہر میں) میٹھی اور سرسبز ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس میں اپنے اسلاف کا جانشین اس لیے بنایا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو"؟ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4000) بنی اسرائیل پر جب دنیا کی فتوحات ہونے لگیں تو اسکی زیب و زینت اور عورتوں، زیوروں کے چکروں میں پڑ گئے۔

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "میں تمہارے فقر و فاقہ سے خائف نہیں ہوں لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ تمہارے اوپر دنیا پھیل پڑے (یعنی مال اور دولت زیادہ تمہارے پاس ہوجائے) جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر یہ پھیل چکی ہے پھر تم اس میں دل لگا بیٹھو جس کی وجہ سے وہ تم کو بھی اس طرح ہلاک کردے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکی ہے"۔ (بخاری و مسلم)

ہدایت کی طرف دل چلا تو جاتا ہے مگر ہمارا تکبر، انا اور دنیا کی محبت سے یہ ہدایت کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔اس لئے کہ دنیاوی فائدوں کے لیے ہم اللہ کی احکامات کو نظر انداز کرتے چلے جاتے ہیں۔

اگر انسان اپنی اس بات پر جم جائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننا ہے اور نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی پیروی کرنی ہے-تو پھر وہ کامیابی سے سفر کرتا ہے اور اس کا راستہ آسان ہوتا چلا جاتا ہے۔لیکن راستے میں رکاوٹیں آتی ہیں۔شیطان آخری وقت تک بہکائے گا۔

یاد رکھیے! ایمان لانا آسان ہے، ایمان رکھنا بھی آسان ہے، ایمان لے جانا بہت مشکل کام ہے۔ بہت ہی مشکل۔۔۔کچھ پتہ نہیں ہے کہ آخری وقت میں شیطان کیا وسوسہ دل میں ڈال دے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت کیلئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ ہدایت پر رکھنا۔

ہم عام طور پر سمجھتے ہیں بس کلمہ پڑھ لیا، مسلمان ہو گئے ہیں---اب اسلام ہم سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ایسا نہیں ہے یاد رکھنے کی بات ہے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہدایت کوئی ایسی چیز نہیں کہ بس ایک مرتبہ مل گئی تو بس مل گئی۔اٹھا کے جیب میں رکھ لو۔ یہ آتی جاتی رہتی ہے۔ ہدایت ایسی چیز ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے رہنا چاہیے۔

ایمان لانے کے بعد جس طرح اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے پر لاتا ہے، اپنی نافرمانی سے انسان ہدایت کے اس راستے سے خود بخود واپس مڑ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ واپس نہیں موڑتا۔انسان خود بخود واپس مڑ جاتا ہے۔اس میں اس کا اپنا یا اس کے نفس کا دخل ہوتا ہے۔اپنے سے مراد نفس کا، شیطان کا اور اس دنیا کا دخل ہوتا ہے کہ ہدایت کے راستے سے مڑ جائے۔اللہ تعالیٰ معاف کرے۔اللہ نے تو اسے ہدایت کا راستہ دکھایا تھا لیکن وہ اپنی مرضی، اپنے ارادے اور اپنے اختیار سے غلط راستے پر چل پڑا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے کہ جب انسان توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوبارہ معاف فرما دیتا ہے اور وہ پھر ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے سنا، آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ "ایک بندے نے بہت گناہ کیے اور کہا:"اے میرے رب! میں تیرا ہی گناہ گار بندہ ہوں تو مجھے بخش دے"۔اللہ رب العزت نے فرمایا "میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا"- پھر بندہ رکا رہا جتنا اللہ نے چاہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور عرض کیا:"اے میرے رب! میں نے دوبارہ گناہ کر لیا، اسے بھی بخش دے"۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے بدلے میں سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا"۔پھر جب تک اللہ نے چاہا بندہ گناہ سے رکا رہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور اللہ کے حضور میں عرض کیا:"اے میرے رب! میں نے گناہ پھر کر لیا ہے تو مجھے بخش دے"۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ورنہ اس کی وجہ سی سزا بھی دیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔تین مرتبہ، پس اب جو چاہے عمل کرے"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 7507)

لیکن جب انسان ہدایت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے اور اپنی نافرمانی پر اڑا رہتا ہے اور اپنی مرضی کا راستہ یعنی نافرمانی کا راستہ اپنے لیے، اپنے ارادے اور اپنے اختیار

سے خود چھن لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اس کی آنکھیں اور کان حق سننے اور دیکھنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یوں انسان نفاق کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔

مسلم سے مومن بننا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔ مومن بننے کے سفر میں آزمائش آتی ہیں۔ سب سے بڑی آزمائش ایمان کی ہوتی ہے---ایمان والوں کی ہوتی ہے---اللہ والوں کی ہوتی ہے---لیکن--- ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہوتی ہے---صبر کرنا چاہیے--شکر سے انتظار کرنا چاہیے--چھوٹی چھوٹی برائیوں سے بچنا چاہیے---گناہوں سے بچنا چاہیے---فرائض کی آدائیگی کی کوشش کی جائے---دل ہدایت کی طرف چلا جائے گا----سب سے ضروری چیز---تلخ لہجہ اور تلخ کلامی سے اختیاط کرنی ہے---درگزر کرنا ہے---نرمی اختیار کرنی ہے---زندگی آہستہ آہستہ آسان ہوتی چلی جائے گی۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلمان سے مومن بننے کے اس سفر میں ہمارے لئے آسانی پیدا کرے اور ہمیں صحیح معنوں میں مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حکمت کی باتیں

حدیث:-

علامہ قسطلانی ؒ نے اپنی ایک کتاب " کنزالمعارف "میں یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ:

جناب نبی کریم رحمت عالم حضور اکرم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ ان تینوں کو ساتھ لے کر اپنے داماد حضرت سیدنا علیؓ کے گھر تشریف لے گئے- جب پہنچے تو حضرت علیؓ کو بہت خوشی ہوئی کہ " آج میرے گھر میں کتنے عظیم وشان مہمان آئے ہیں اور ان میں وہ عظیم ہستی بھی میری مہمان بن رہی ہے جو معراج میں اللہ کے مہمان بنے اور ان کے میزبان خود اللہ تعالی ہیں"-تو فوراً اندر گئے اور جا کر اپنی اہلیہ سیدہ فاطمہ زہرہؓ سے فرمایا کہ " گھر میں کچھ ہو تو جلدی سے دو اور کھانا بھی تیار کرو- بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان حضرات کو بھوک بھی لگی ہوئی ہے "-حضرت فاطمہؓ نے جلدی سے ایک سفید پلیٹ نکالی اور گھر میں جو شہد رکھا تھا وہ شہد اس میں ڈالا اور فرمایا کہ "یہ لے جائیں، پیش کریں میں کھانا بناتی ہوں"- حضرت علیؓ جلدی سے وہ لے آئے (اہلِ علم فرماتے ہیں کہ "جب کوئی مہمان آئے تو سنت یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کی خدمت میں کوئی نہ کوئی چیز پیش کرو- کھانے میں اگر دیر بھی ہو، وقت کم ہو لیکن اس کو کچھ پیش کر دو- مہمان کو یہ اندازہ ہو کہ میرے آنے کی میزبان کو خوشی ہو) حضرت علیؓ نے جب شہد پیش کیا تو حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا ہاتھ شہد کو چاٹنے کے لیے اس میں رکھا -تو حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیکھا کہ اس میں ایک باریک سا بال بھی ہے- (جو برتنوں میں بعض اوقات گر جاتا ہے) حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" تمہارے سامنے ایک پلیٹ ہے، برتن ہے، جو بہت سفید روشن چمکدار رہے، اس میں شہد ہے وہ میٹھا ہوتا ہے، بال ہے اور بال بہت باریک ہوتا ہے-تو ان تینوں سے تم تینوں تین باتیں بیان کرو"- (سبحان اللہ!) حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سب کو دعوت دی تھی-

سب سے پہلے جانشین پیغمبر امام الصحابہ مصدق پیغمبر سیدنا صدیق اکبرؓ بولے " یارسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ برتن جتنا سفید ہے روشن اور چمکدار ہے، اس سے زیادہ روشن اس سے زیادہ چمکدار وہ ایمان ہے جو اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے- کیا کسی چیز میں نور، چمک، دمک، جاذبیت اور کشش ہوگی جو ایمان کے اندر ہے- یہ ایمان جس کو مل جائے اس کو شہد میں اتنا مزہ نہیں آتا جتنا ایمان میں مزہ آتا ہے اور اس میں باریک بال ہے- میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے ایمان کو سنبھال کر رکھنا اور اپنے ایمان کی حفاظت کرنا کہ زندگی بھر ایمان کا ساتھ رہے اور خاتمہ بھی ایمان پر ہو- یہ بال سے زیادہ باریک اور نازک ہے- بال کو سنبھالنا آسان ہے، ایمان کو سنبھالنا بہت مشکل ہے-

اب حضرت عمرؓ کی باری آئی -تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ " یہ برتن جتنا سفید، روشن چمکدار ہے اس سے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دنیا اور یہ کائنات بہت روشن، بہت چمکدار، یہ پیسے کی چمک، کرسی کی چمک، دولت کی چمک اور دنیا کے اقتدار کی چمک- دنیا کا اقتدار جس کو مل جائے اس کو شہد میں اتنا مزہ نہیں آتا جتنا اس کو کرسی اقتدار پر مزہ آتا ہے-جس کو اللہ اقتدار دے، جتنا بھی دے اور وہ اپنے اقتدار میں کسی پر ظلم نہ کرے، یہ بال سے زیادہ باریک---اور انصاف کرے یہ بال سے زیادہ مشکل اور نازک کام ہے"-

حضرت عثمان غنیؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ میں یہ کہتا ہوں یہ برتن جتنا سفید، روشن چمکدار ہے اس سے زیادہ روشن اور چمکدار یہ " قرآن وسنت"، "حدیث و وحی" اور "نبوت" کا علم ہے- کیا کسی چیز میں اللہ نے روشنی رکھی ہوگی جو اس علم میں ہے -جس کو یہ علم مل جائے اس کو شہد میں اتنا مزہ نہیں آتا جتنا اس کو علم کے اندر مزہ آتا ہے- اس میں باریک بال ہے اس سے میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے علم پر عمل کرنا یہ بال سے زیادہ باریک اور نازک ہے"-

حضرت علیؓ نے عرض کیا" یارسول للہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اجازت دیں تو میں بھی عرض کروں"-حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" کیوں نہیں علی تم بھی بیان کرو"- موقع محل کے مطابق جواب دیا کہا" یارسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ برتن جتنا سفید، روشن اور چمکدار ہے اس سے زیادہ روشن، اس سے زیادہ چمکدار آنے والا مہمان ہوتا ہے-مہمان کی پیشانی میں بھی چمک ہوتی ہے- اور فرمایا جب مہمان کھاتا ہے اور میزبان کا کھانا اس کو پسند آجائے تو میزبان کو شہد سے زیادہ مزہ آتا ہے۔ اور اس میں باریک بال ہے اس سے میں یہ کہتا ہوں کہ مہمان کو سو فیصد خوش کر کے بھیجنا یہ بال سے زیادہ باریک ہے"۔ (کہ جتنی بھی خدمت کر لیں پھر بھی کہیں گے فلاں کمی رہ گئی تھی۔)

یہ باتیں سیدہ فاطمہؓ سن رہی تھیں، اندر سے پیغام بھیجا" ابا جان اگر اجازت ہو تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی بھی اس گفتگو کا حصہ بننا چاہتی ہے"-

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "بیٹی تم بھی کہو" - انہوں نے اندر سے کہا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) میں یہ کہتی ہوں یہ مٹی کا برتن جتنا سفید روشن چمکدار ہے اس سے زیادہ روشنی اور چمک اللہ نے عورت کی حیاء میں رکھی ہے- اس میں میٹھا شہد ہے اس سے میں یہ کہتی ہوں کہ جو عورت پردہ کرتی ہے اسے شہد میں اتنا مزہ نہیں آتا جتنا پردہ کرنے میں آتا ہے- اور اس میں باریک بال ہے اس سے میں یہ کہتی ہوں کہ عورت کا اپنے چہرے کو چھپانا کہ کسی نامحرم کی نظر میرے چہرے پر نہ پڑ جائے یہ بال سے زیادہ باریک اور مشکل کام ہے"-

حضرت جبرائیل علیہ السلام آگئے، فرشتوں کے سردار آگئے- انہوں نے کہا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) اگر اجازت دیں تو ان لوگوں نے تین باتیں کہیں میں بھی تین باتیں کہنا چاہتا ہوں" - آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" تم بھی کہو، آسمان والوں کی نمائندگی بھی ہو جائے گی" - انہوں نے کہا" یارسول اللہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ برتن جتنا سفید، روشن چمکدار ہے- اس سے زیادہ روشن چمکدار وہ" دین اسلام" ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے- اسلام میں روشنی ہے- اور اس میں میٹھا شہد ہے اس سے میں یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی اسلام پر چلنے لگ جائے تو اس کو شہد میں اتنا مزہ نہیں آتا ہے جتنا اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کرنے میں اور اس میں باریک بال ہے اس سے میں جبرائیل یہ کہتا ہوں کہ اسلام میں آگے بڑھتے رہنا، پیچھے نہ جائے، اس کو back gear نہ لگے یہ بال سے زیادہ باریک اور نازک کام ہے" -

حضور اکرم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اب میں بھی تین باتیں کہتا ہوں" - حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ " جتنا یہ برتن چمکدار اور روشن سفید ہے اس سے زیادہ روشن چمکدار اللہ کی محبت ہے- کسی چیز میں کیا چمک ہوگی جو اللہ کی محبت میں ہے------ پھر فرمایا اس میں میٹھا شہد ہے جس کو اللہ کی محبت مل جائے اس کو شہد کھانے میں اتنا مزہ نہیں آتا جتنا اللہ اللہ کرنے میں آتا ہے--- اس میں باریک بال ہے اس سے میں کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت میں آگے بڑھنا ،ترقی کرتے رہنا کہ ہر لمحہ، ہر سانس اور ہر دن اللہ کی محبت میں آگے جائیں یہ بال سے زیادہ باریک اور نازک کام ہے" -

فرمایا کہ اسی دوران حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) پر وحی آنے لگ گئی اور وہ کیفیت ہوگئی جو وحی کے وقت ہوتی تھی کہ سخت سردی میں بھی پسینہ آتا تھا تو حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) پر وحی آئی اللہ نے فرمایا" تم سب نے تین باتیں کہیں میں رب بھی تین باتیں کہتا ہوں- (اب دیکھیے شروع گفتگو حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی، ختم اللہ پر ہوئی-)

اللہ نے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ " یہ برتن جتنا سفید روشن چمکدار ہے اس سے زیادہ روشن چمکدار وہ جنت ہے جو میں نے اہل ایمان کے لئے تیار کی اور اس میں میٹھا شہد ہے اس سے میں اللہ یہ کہتا ہوں کہ جب جنت کی نعمتیں میں جنتیوں کو دوں گا ان کو شہد کی حلاوت اور مٹھاس اور مزہ بھول جائے گا- جنت کی نعمتوں کی مٹھاس اس سے کئی گناہ زیادہ ہے- کوئی نسبت ہی نہیں اور باریک بال ہے اس سے میں یہ کہتا ہوں کہ اس جنت میں جانے کے لیے پل صراط سے گزرنا پڑے گا، جو بال سے زیادہ باریک ہے لیکن ایمان والے تیزی سے گزر جائیں گے" - (علامہ قسطلانیؒ، کنز المعارف)

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

مُصنِّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین ﷺ	خاتم النبیین مُحسنِ اِنسانیت ﷺ (۲،۱)	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۱)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۲)
مختصر تذکرہ صحابہ کرامؓ مختصر تذکرہ انبیاء کرامؑ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کےلئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۱)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۲)

www.jamaat-aysha.com